# اردو

انجمن ترقی اردو کا سہ ماہی رسالہ

ایڈیٹر

عبدالحق بی۔اے (علیگ)

آنریری سکریٹری

انجمن ترقی اردو اورنگ آباد (دکن)

# اردو

۱ - یہ انجمن ترقی اردو کا سہ ماہی رسالہ جنوری ، اپریل ، جولائی اور اکتوبر میں شایع ہوا کرتا ہے —

۲ - یہ خالص ادبی رسالہ ہے جس میں زبان اور ادب کے مختلف شعبوں اور پہلوؤں پر بحث ہوتی ہے - حجم کم از کم ڈیڑہ سو صفحے ہوتا ہے —

۳ - قیمت سالانہ محصول ڈاک وغیرہ ملاکر سات روپے سکۂ انگریزی (مع محصول ڈاک وغیرہ آٹھہ روپے سکۂ عثمانیہ) —

۴ - تمام خط و کتابت مولوی عبدالحق صاحب بی اے ، آنریری سکریٹری انجمن ترقی اردو اورنگ آباد (دکن) سے ہونی چاہیے —

المشتہر : انجمن ترقی اردو - اورنگ آباد دکن

---

## نرخ نامۂ اجرت اشتہارات اردو و سائنس

| کالم | ایک بار کے لیے | چار بار کے لیے |
|---|---|---|
| دو کالم یعنی پورا ایک صفحہ | ۸ روپے سکۂ انگریزی | ۳۰ روپے سکۂ انگریزی |
| ایک کالم ( آدھا صفحہ ) | ۴ روپے سکۂ انگریزی | ۱۵ روپے سکۂ انگریزی |
| نصف کالم ( چوتھائی صفحہ ) | ۲ روپے ۴ آنے سکۂ انگریزی | ۸ روپے سکۂ انگریزی |

جو اشتہار چار بار سے کم چھپوائے جائیں گے اُن کی اجرت کا ہر حال میں پیشگی وصول ہونا ضروری ہے البتہ جو اشتہار چار یا چار سے زیادہ بار چھپوایا جائےگا اُن کےلیے یہ رعایت ہوگی کہ مشتہر نصف اجرت پیشگی بھیج سکتا ہے اور نصف چاروں اشتہار چھپ جانے کے بعد منیجر کو یہ حق حاصل ہوگا کہ سبب بتائے بغیر کسی اشتہار کو شریک اشاعت نہ کرے یا اگر کوئی اشتہار چھپ رہا ہو تو اُس کی اشاعت کو ملتوی یا بند کردے -

المشتہر منیجر انجمن ترقیٔ اردو اورنگ آباد دکن

---

انجمن اردو پریس ، اردو باغ اورنگ آباد دکن
میں چھپا اور دفتر انجمن ترقی اُردو سے شایع ہوا

# اردو

| حصہ ٦٥ | جنوری سنہ ١٩٣٧ ع | جلد ١٧ |
| --- | --- | --- |

انجمن ترقی اردو کا سہ ماہی رسالہ

اورنگ آباد (دکن)

# اردو

## فہرستِ مضامین

### بابت جنوری سنہ ۱۹۳۷ ع

## نذر عقیدت بہ اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہ

( بتقریب جوبلی )

از

( حامد حسن صاحب قادری پروفیسر سینٹ جانسن کالج آگرہ )

( ۱ )

وہ کان علوم ہیں' وہی جان علوم    ہے شان رفیع ان کی' شایان علوم
عثمانیہ یونیورسٹی خود ہے گواہ    زیبا ہے کہیں جو ان کو "سلطان علوم"

( ۲ )

شائع جتلنے علوم اسلام ہوے    قرآں کے سبب جہاں میں عام ہوے
کیونکر نہ ہو جامع علوم ان کی ذات    جب جامع قرآں کے وہ ہم نام ہوے

( ۳ )

اللہ جو بندوں پہ کیا کرتا ہے انعام    ہوتی ہے اس انعام کی کچھہ اصل و بنا بھی
ہے ایک غنی' ایک ولی نام میں موجود    حاصل نہ ہو کیوں ان کو ولایت بھی غنا بھی

( ۴ )

( فارسی )

هر که بروے کند انعام خداے برتر    ذی حشم باشد و ذی عزت و ذیشاں باشد
نام 'عثمان علی' مسلک او راست دلیل    که ستی خلفا پیرو ایشاں باشد

(۵)

'عثمان' اور 'علی' سے مرکب جو نام ہے — ظل خدا ہے اس پہ، وہ ظل خدا بھی ہے

دونوں کا اجتماع ہے اس امر کا ثبوت — جو صاحب فنا ہے وہ مشکل کشا بھی ہے

(۶)

ہوں کیوں نہ وہ خود حیا مجسم — ہمنام حیا مآب (رض) بھی ہیں

ہو کیوں نہ پسند انہیں تواضع — ہمنام ابو تراب (رض) بھی ہیں

(۷)

کسی سلطنت میں دکن کے سوا — مکمل نظر آئے گا کم نظام

نظام دکن کی ہو توصیف کیا — نظام دکن ہیں مجسم نظام

نظام سلطنت دکن — ذات اعلیٰ حضرت

(۸)

سخن باغ، وہ باغبان سخن — نہ کیوں ہو پر از رنگ و بو گُل کلام

انہیں پر ہے صادق یہ 'حامد' مثل — کلام الملوکِ ملوک الکلام

# پرانی اردو میں قرآن شریف کے ترجمے اور تفسیریں

از

اڈیٹر

آسمانی صحیفوں کے ترجمے کی مخالفت تقریباً ہر ملک اور ہر قوم میں کی گئی ہے - اور یہ مخالفت ہمیشہ علمائے دین کی طرف سے ہوئی - وجہ یہ کہ یہ لوگ اپنے کو علوم دینیہ کا خاص ماہر اور اسرار الہی کا وارث خیال کرتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ یہ باتیں عام ہو جائیں - عام ہوئیں تو لوگ ایک حدتک ان بزرگوں سے بے نیاز ہوجائیں گے اور اس سے ان کی بڑائی اور فضیلت میں فرق آجائے گا - بعض اوقات مخالفت اس لیے بھی کی گئی کہ ترجمے اور تفسیریں ان کے منشا کے خلاف تھیں اور ایسے مترجمین اور مفسرین کو تکلیفیں اور عقوبتیں پہنچائی گئیں - یہ روش کسی خاص ملک یا قوم سے مخصوص نہ تھی بلکہ ہر جگہ پائی جاتی ہے - چنانچہ زمانۂ وسطیٰ میں یورپ میں انجیل و توریت کے مترجمین کو طرح طرح کی ایذائیں دی گئیں اور علما کی مجلس نے ان صحیفوں کے ترجموں کے متعلق امتناعی احکام جاری کیے - ریمس (علاقۂ فرانس) کے ایک نان بائی ایشارڈ نامی کو بعض عقائد کی بنا پر جن کی وہ تلقین کرتا تھا علما کی مجلس نے مردود ٹھیرایا، کفر کا فتویٰ صادر کیا اور

زندہ جلا دیا - اور اس کے ساتھ مجلس نے فرانسیسی زبان میں بائبل کے ترجمے کی ممانعت کردی * - ترجمہ کرنا تو درکنار کسی کے پاس دیسی زبان میں ترجمے کا پایا جانا بھی جرم تھا - آکسفورڈ میں آرچ بشپ ارنڈل کی زیر سرپرستی سنہ ۱۴۰۸ ع میں ایک مجلس منعقد ہوئی اور اس میں یہ احکام صادر کیے گئے کہ " کوئی شخص اپنے اختیار سے بائبل کے کسی نسخے کا ترجمہ انگریزی یا کسی دوسری زبان میں کتاب یا کتابچے یا رسالے کی صورت میں کرنے کا مجاز نہیں ہے - نیز کوئی شخص ایسی کتاب یا کتابچے یا رسالے کا نہج کے طور پر یا عام طور پر پڑھنے کا مجاز نہیں جو جان وکلف یا اس کے بعد یا اب لکھا گیا ہو ' خواہ وہ ترجمہ کلاً ہو یا جزئً - ورنہ اس کی خلاف ورزی میں وہ کفر و معصیت کا حامی تصور کیا جاکر قابل سزا سمجھا جائے گا " † - اس زمانے میں انگریزی بائبل کے بعض ترجمے ہوے لیکن کسی مطبع کو اُن کے چھاپنے کی جرأت نہ ہوئی - مثلاً ولیم ٹنڈیل نے ایک ترجمہ کیا اور جب اس نے دیکھا کہ یہاں اس کا چھپنا ممکن نہیں تو بھاگ کر ہیمبرگ میں پناہ لی اور کولون میں اپنا ترجمہ چھپوانا شروع کیا - ابھی کتاب زیر طبع تھی کہ فرینکفورٹ کے ڈین کو اُس کی سن گن معلوم ہوئی اس نے نہ صرف کولون کی سینٹ کے ذریعے اس کی طباعت روک دی بلکہ ہنری ہشتم اور ولزی کو لکھا کہ انگلستان کی بندرگاہوں میں خاص طور پر نگرانی رکھی جائے کہ اِس ترجمے کا کوئی نسخہ وہاں داخل نہ ہونے پائے - ٹنڈیل نے یہ رنگ دیکھا تو (Worms) بھاگ گیا اور جس قدر چھپے ہوے فرمے ہاتھ لگے ساتھ لیتا

* مڈل ایول کلچر مؤلفۂ ہیسکنس صفحہ ۲۲۸ ..

† انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا جلد ۳ صفحہ ۸۹۷ —

گیا - وہاں یہ ترجمہ طبع ہوا - سنہ ۱۵۲۶ ع میں اس کے نسخے انگلستان پہنچے - لیکن ان کے برباد اور تلف کرنے میں اس قدر سعی اور جد و جہد کی گئی کہ سوائے چند ناقص اجزا کے جو برٹش میوزیم میں موجود ہیں اس کا کوئی نسخہ نہیں ملتا - اس کی عمر زیادہ تر جلا وطنی میں گزری - پادری اور حکومت اس کے درپے تھے - آخر سنہ ۱۵۳۵ میں گرفتار ہوا - سنہ ۱۸۳۶ ع میں پھانسی دی گئی اور لاش دھکتی ہوئی آگ میں جھونک دی گئی - انگریزی بائبل کا کوئی حصہ سنہ ۱۵۲۵ ع سے قبل طبع نہ ہوا اور پوری بائبل سنہ ۱۵۳۸ ع سے پہلے شایع نہ ہوئی —

ہندوستان میں شاہ ولی اللہ (رح) نے سب سے پہلے سنہ ۱۱۵۰ ھ میں قرآن شریف کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا - مولف حیات ولی نے شاہ صاحب کے ایک فاضل ہم عصر کی زبانی بیان کیا ہے کہ جب " اس کی اشاعت ہوئی تو ایک تہلکۂ عظیم کٹ ملانوں کے گروہ میں برپا ہوگیا " اور علاوہ کفر کے فتوے دینے کے وہ شاہ صاحب کے جانی دشمن ہوگئے اور ان کے قتل کی فکر میں رہنے لگے - یہ ترجمہ شایع کرنے کا ذکر ہے ' زبانی ترجمہ پڑھانے کے بھی ہمارے ملا اور علما شدید مخالف تھے - میرے ایک دوست جن کے خاندان میں زمانۂ دراز سے علم و فضل کا چرچا چلا آرہا ہے ' فرماتے تھے کہ ان کے جدا مجد علاوہ دوسرے علوم کے درس کے قرآن مجید کا ترجمہ بھی پڑھایا کرتے تھے - جب شہر کے علما کو یہ معلوم ہوا تو وہ سخت برہم ہوئے اور ان کے گھر پر چڑھ آئے اور زدو کوب پر اتر آئے - فورٹ ولیم کالج میں جب بعض مولویوں کو قرآن شریف کے ترجمے کے لیے متعین کیا گیا تو اسی قسم کا ہنگامہ برپا ہوا —

ابھی حال کا ذکر ہے کہ جب مسٹر پکتھال نے قرآن کا ترجمہ انگریزی

زبان میں کیا اور وہ علماے مصر سے مشورہ کرنے کے لیے مصر تشریف لے گئے تو علماے مصر نے ترجمے کے لفظ پر سخت اعتراض وارد کیا اور اس بحث نے اس قدر طول کھینچا کہ آخر مسٹر پکتھال کو مجبور ہوکر ترجمے کے لفظ سے احتراز کرنا پڑا اور اس کا نام Meanings of the Koran یعنی " معانیء قرآن " رکھنا پڑا - بات یہ ہے کہ پرانی ریت مشکل سے جاتی ہے —

خیر یہ تو ملاؤں اور مذہبی پیشواؤں کی کوتہ اندیشی ہے ' لیکن ایک مشکل اور بھی ہے - وہ یہ کہ ان صحیفوں کا ترجمہ آسان کام نہیں - سب سے پہلی بات یہ ہے کہ زبان پر کامل قدرت ہونی چاہیے - عقائد اور احکام کا دار مدار الفاظ کے مفہوم پر ہے - الفاظ کا مفہوم مرور زمانہ سے بدل جاتا ہے ' اس لیے مترجم کے لیے لازم ہے کہ وہ جانتا ہو کہ جس زمانے میں یہ کتاب نازل ہوئی اُس وقت ان الفاظ کے کیا معنے تھے اور قائل کا ان سے کیا مقصود ہے - کبھی کبھی ذو معنی اور پہلو دار لفظ بھی آجاتے ہیں - ایک جماعت اس کا مفہوم کچھہ لیتی ہے اور دوسری جماعت کچھہ اور - ایسی مثالیں موجود ہیں کہ ایک لفظ کے معنی یا نحوی ترکیب کی وجہ سے عقائد میں اختلاف پیدا ہوگیا اور دو فرقے بن گئے- ترجمے میں ایسے لفظ استعمال کرنا کہ ان میں بھی دونوں پہلو قائم رہیں بہت دشوار بلکہ اکثر اوقات ناممکن ہوتا ہے ۔ ان تمام احتیاطوں کے باوجود ترجمے میں اصل کی سی فصاحت اور قوت بیان اور اثر قائم رکھنا سب سے بڑا دشوار کام ہے- ایک طرف علما کی مخالفت دوسری طرف یہ دشواریاں مترجم کی ہمت پست کرنے کے لیے کافی ہیں- باوجود اِن مخالفتوں اور دشواریوں کے آخر ایک مدت کے بعد اِن صحیفوں کے ترجمے مختلف زبانوں میں ہوکر رہے۔ ترجمے نہ ہوتے تو ان کے مطالب

تک اُن لوگوں کی رسائی کیوں کر ہوتی جو غیر زبانوں سے نا آشنا تھے —

اُردو میں عام طور پر قرآن شریف کا پہلا ترجمہ مولانا رفیع الدین کا اور دوسرا شاہ عبدالقادر کا خیال کیا جاتا ہے- یہ دونوں ترجمے تیرھویں صدی کے آغاز میں ہوے- لیکن اس کی بہت کم لوگوں کو خبر ہے کہ اُسی زمانے میں اور نیز اس سے قبل ہندوستان کے مختلف مقامات میں متعدد ترجمے اور تفسیریں لکھی گئی ہیں- اس قسم کی جتنی کتابیں ہمیں دستیاب ہوئیں یا ہماری نظر سے گزریں' ان کی مختصر کیفیت یہاں لکھی جاتی ہے' ممکن ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی ہوں جن کا ہمیں علم نہیں- ان میں زیادہ تر تفسیریں ہیں' لیکن یہ برائے نام تفسیریں ہیں' در حقیقت قرآن کے لفظی ترجمے ہیں' کہیں کہیں ایک آدھ لفظ یا ایک آدھ سطر صراحت کے لیے بڑھا دی ہے- ایک مشکل یہ آپڑی ہے کہ بعض میں مولف کا نام اور سنہ تالیف ندارد ہے یا بعض اول و آخر سے ناقص ہیں اس لیے یہ معلوم کرنا غیر ممکن ہے کہ لکھنے والے کون تھے اور کب لکھی گئیں- البتہ زبان سے زمانۂ تالیف کا تھوڑا بہت قیاس ہو سکتا ہے- بعض صرف ایک آدھ سورۃ یا چند سورتوں کے اور بعض پورے قرآن کے ترجمے یا تفسیریں ہیں- بہر حال اس سے یہ اندازہ ضرور ہو جائے گا کہ اس قسم کی کوشش مختلف زمانوں اور ملک کے مختلف حصوں میں برابر ہوتی رہی ہے —

اس قسم کی سب سے پرانی کتاب جو مجھے دستیاب ہوئی ہے وہ پرانی گجراتی اردو زبان میں ہے- افسوس کہ یہ اول و آخر سے ناقص ہے اس لیے مصنف اور سنہ تصنیف کا پتا چلانا غیر ممکن ہے- البتہ زبان کے ڈھنگ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دسویں صدی کے اواخر یا گیارھویں

صدی کے اوائل کی تالیف ہے کیوں کہ اس کی زبان امین کی یوسف زلیخا کی زبان سے کہ وہ بھی گجراتی اردو میں ہے، بہت پرانی ہے - امین کی یوسف زلیخا سنہ ۱۱۰۹ھ میں لکھی گئی اور یہ یقیناً اس سے پہلے کی ہے - یہ سورۂ یوسف کی تفسیر ہے - امین کی کتاب نظم میں ہے اور یہ نثر میں - ظاہر ہے کہ نظم کی زبان زیادہ مشکل ہوتی ہے اور اس میں پرانے لفظ زیادہ آتے ہیں اور نثر اس کے مقابلے میں سہل ہوتی ہے - اگرچہ یہ تفسیر سادہ زبان میں لکھی گئی ہے اور بالکل بول چال کی زبان ہے تاہم اس میں پرانے لفظ اور پرانی ترکیبیں نسبتاً بہت زیادہ ہیں یہاں میں اس کی عبارت کے ایک دو نمونے پیش کرتا ہوں —

" قال رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ و الا تصرف عنی کیدھن اصب الیھن " —

اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے

" یوسف نے کہیا کہ اے بار خدا ہوں (۱) بھاکسی (۲) کوں دوس (۳) دھرتا ہوں اس کام تھیں کہ جے کام منجھے اے فرماتی ہے انے (۴) اگر توں ماحہے انھوں کی مکروں تھیں پناہ ملے (۵) نراکھے تو ہوں ڈرتا ہوں کہ ہوں بھی انھوں کی بات اوپر خاطر کروں، انی سکلے (۶) گنہ گاروں منے ہوؤں"-

" اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجہ ابی یات بصیرا و اتونی باھلکم اجمعین " —

اس کا ترجمہ یوں کیا ہے —

" یوسف نے کہا لے جاؤ میری پیرھنی انے (۷) باپ کے مُنہ پر چھوڑو

---

(۱) میں - (۲) قید خانہ - (۳) دوست - (۴) اور -
(۵) میں - (۶) تمام - (۷) اور -

تو دیکھتے ہو ویں گے انے پیچھیں سکلے (۱) اپس کے کُتم کوں لیؤ انے (۲) مہرے نزیک (۳) آنو (۴)" —

تفسیر کی عبارت کا نمونہ یہ ہے —

"پیچھیں بھاکسی کے عہدہ دار نے کہیا کہ وے دائم نماز گزارتا ہے انے روزے راکھتا ہے انے تسبی (۵) کرتا ہے انے ملولوں (۶) کوں پوچھتا ہے انے درویشوں کو کہان (۷) دیتا ہے - انے جے (۸) کچھو (۹) اُس پاس آوتا ہے سو محتاجوں کوں بانٹ دیتا ہے انے اپیں نہیں کھاتا - انے کدھیں اُس تیں کوئی رنجیدا نہیں ہوا - انیں پیچھیں جب اے صفتاں ملکیں سنیاں تب کہیا کہ اے باتاں نہوویں کسی منے مگر پیغامبروں منے ہو ویں یا پیغامبروں کے پلکروں (۱۰) منے ہو ویں- انے دوجہا یہ پوچھیا کہ یوسف کی تابع بھاکسی منے کون کرتا ہے' انے اُس پاس کسی پاس تھیں کچھہ آوتا ہے - پچھیں انہوں نے کہیا کہ عزیز کی بیر (۱۱) چھیا کرنے بھیجتی و لیکن وے قبول نہیں کرتا - انے وے پانچ بیراں دوجیاں کوئی ہیں وے بھی بھیجتیاں ہیں انہوں کا بھی کچھو قبول نہیں کرتا - انے انہوں کا بول بھی نہیں سنتا" —

اس تفسیر میں جگہہ جگہہ گجراتی لفظ آے ہیں' اس پر سے یہ قیاس کرنا بالکل بجا ہے کہ یہ گجراتی اردو میں ہے اور اس کا مولف گجرات کا رہنے والا تھا- اس نوع کی اور بھی کتابیں پائی جاتی ہیں جن کے مولف گجرات کے باشندے ہیں- یہاں اس تفسیر کے چند گجراتی لفظ معنوں کے ساتھہ مثال کے طور پر لکھے جاتے ہیں انے (اور)' بتی (سے' میں)' تلیک (تھوڑا)' ہمیں (اب) ہوں (میں)' ڈوسی (بڑھیا)' جمنا

(۱) تمام - (۲) اور - (۳) نزدیک (۴) لاؤ - (۵) تسبیح - (۶) غم زدوں - (۷) کھانا - (۸) جو - (۹) کچھہ - (۱۰) اولاد - (۱۱) عورت —

(دایاں)' بھر (عورت)' وغیرہ —

دکنی ترجمے کا ایک نسخہ 'یسا ملا ہے جو اول و آخر سے ناقص ہے۔ اس میں قرآن شریف کے آخری پارے کی سورتوں کا ترجمہ ٹھیٹ دکنی میں کیا گیا ہے۔ زبان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ بہت قدیم ہے اور دسویں صدی کے اوائل کا ہے۔ اس میں ترجمے کے ساتھہ کہیں کہیں مختصر تفسیر سی بھی ہے۔ نمونے کے طور پر سورۃ البینہ کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے —

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین منفکین حتیٰ تاتیہم البینہ۔ رسول من اللہ یتلوا صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمہ۔ وما تفرق الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ماجاء تہم البینہ۔ وما امروا الا لیعبدا للہ مخلصین لہ الدین۔ حنفاء و یقیموا الصلوٰۃ و یوءتوا الزکوٰۃ ذالک دین القیمہ۔ ان الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین فی نار جہنم خالدین فیہا اولٰئک ہم شرالبریہ۔ ان الذین آمنوا و عملوالصالحات اولٰئک ہم خیرالبریہ۔ جزاؤہم عند ربہم جنات عدن تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابداً رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ذالک لمن خشی ربہ۔

(ترجمہ)

" انتھی و ولوکاں جو کفر کیے کتاب کے لوکاں تے ہور شرک کرنہاریاں تے کنارے ہونہارے نتھے کفر تے تو لگ جو آئی اونوں کوں روشن حجۃ۔ سو ھجب (۱) ہے خدا تے پڑتا ہے صحیفہاں کوں جو پاک ہیں جھوٹ تے۔ اوس میں لکھی تھی نیٹ بات (۲)۔ ہور نہیں تفرقا ہوے و ولوکاں جنوں کو دیے گیا تھا کتاب مگر روشن حجۃ کے آئے پچھیں تے۔ ہور اونو کوں تونیں حکم کی کیا تھا مگریو کہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کوں نچھل عبادت

(۱) غالباً " حاجب " ہے۔ (۲) سیدھا رستہ (صراط مستقیم)۔

اوسیچ کوں کرنہارے - کفر کا دین چھوڑ اسلام کے دین میں آکہ ہور یوکہ کھڑی کریں فرض نماز کوں اس کے وخت (۱) میں ہور یوکہ دیویں مال کے فرض زکوۃ کوں ہور وودین نہت (۲) ہے - تحقیق وو لوکاں جو کفر کیے کتاب کے لوکاں تے ہور شرک کرنہاریاں تے (اوس کی عبادت میں) جہنم کی آگ میں اچھیں گے (۳) قیامت کے دیس (۴) ہمیشہ اچھیں گے اوس جہنم میں وو لوکاں اونوچ (۵) بہوتیچ (۶) بورے (۷) لوکاں ہیں ساری پیدائش میں - ہور نیک عمل کے خالص خدا کے واسطے (۸) وو لوکاں انوچ بہوتیچ خوب لوکاں ہیں ساری پیدائش میں - جزا انوں کی اُنوکے پالنہارے کنیں ہے ' باغاں دائم کی بہتے ہیں انوں کے تلار (۹) تے کالوے (۱۰) ' دائم اچھینگے اوس باغاں میں ہمیشہ اچھناں جسے نہایت نیں - خشال (۱۱) ہور اللہ تعالیٰ اونوں تے ہور اونوں خشال ہوے اوس تے - وو خشالی اوسیچ کوں (۱۲) ہے جو ڈرتا ہے اپے پالنہارے کے عذاب کوں - عبادت کر کر " —

اس کتاب کی قدامت اس کی زبان سے ثابت ہے - بہت سے الفاظ اور محاورے ایسے استعمال کیے گئے ہیں جو بعد کے زمانے کی کتابوں میں نہیں پاے جاتے اور اسلوب بیان بھی قدیم ہے - مثلاً " کالفراش مبثوث" کا ترجمہ کیا ہے " پتنگ سری کی جھیلی کے " - یہ تہوت پرانی زبان ہے - جھیل یا جھیلی ہجوم اور قطار کو کہتے ہیں - اسی طرح " فمن یعمل مثقال ذرۃ " کا ترجمہ کیا ہے " پس جکوئی کہ عمل کرے کا ذرے کے بھار یعنے لال

---

(۱) وقت - (۲) مستقیم - (۳) رہینگے - (۴) دن - (۵) وہ - (۶) بہت ہی - (۷) برے - (۸) واسطے - (۹) نیچے - (۱۰) نہر ' ندی - (۱۱) خوش حال - (۱۲) اُسی کو —

چمنی کے بہار یا ذرہ دھلارے کا "- "دھلارا" کے معنے گرد و غبار کے ھیں- الفاظ بھی ایسے استعمال کیے ھیں جو اس وقت بہت قریب معلوم ھوتے ھیں اور بعد کی دکنی کتابوں میں نہیں آتے - مثلاً "بلگی" بمعنی مصیبت یا آفت - "کدن" بمعنے طرف- تلار یا "تلاری" تلے یا نیچے کے معنوں میں- ایک لفظ جو اس کتاب میں جگہہ جگہہ استعمال ھوا ھے وہ "بجان" ھے - مثلاً "بجاں بولیا" یا "بجان پوچھیا" - بہت غور کے بعد سمجھہ میں آیا کہ یہ "بزاں" کی خرابی ھے جو اکثر پرانی دکھنی کتابوں میں آیا ھے اور "بزاں" بگاڑ ھے "بعد ازاں" کا —

الفاظ کا ھجا بھی عجیب ھے - یعنے جیسے اس وقت بولتے تھے بجنسہ ویسے ھی لکھہ دیے ھیں - مثلاً خشال (خوش حال)، بادزاں (بعد ازاں)، شات (شہد)؛ ملا (ملع)، بازے (بعضے)، جما (جمع)، ھود (حوض) وغیرہ وغیرہ-

دکنی میں سورۂ یوسف، پارۂ عم اور سورۂ الرحمن کے متعدد ترجمے اور تفسیریں پائی جاتی ھیں - مجھے سورۂ رحمن کا ایک مقفی ترجمہ بھی ملا ھے - ترجمے کا نمونہ یہ ھے —

الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان -

(ترجمہ) اے لوگوں تم کرو بکھان جس کا میٹھا نام رحمان، جن سکھایا ھے قرآن، جن سرجا ھے انسان —

الشمس والقمر بحسبان والنجم والشجر یسجدان

(ترجمہ) سکھایا تمکو سبھی بیان، چاند سورج سوں حساب پچھان، جھاڑ پھر بھی نمیں * سبحان، سجدا کریں ھیں اوس کوں مان —

والسماء رفعہا و وضع المیزان الا تطغوا فی المیزان

* جھکنا -

(ترجمہ) اونچا کیتا اُن اسمان، راکھے ہیگی اُن میزان، اپے دل سوں حق پچھان، کم زیادہ مند کر جان —

واقیموا الوزن بالقسط ولاتخسروا المیزان

(ترجمہ) جو تولو سو پورا تول، جو مول لو سو پورا مول، ڈنڈی داب ندیجو جھول، دغل نہ کیجو قول ابول —

والارض وضعہا للانام فیہا فاکہتہ والنخل ذات الاکمام والحب ذوالعصف والریحان

(ترجمہ) لوگوں کاجیں * زمین بچھاے، میوہ خرما جھاڑ اگاے، دادہ † پیدا کربھکھلاے، اوس میں اگل ‡ ریحان کھلاے —

فبای الآء ربکما تکذبان

تم پر رب کا انناں مان، کس نعمت تم ہوے اجان —

تفسیر حسینی کا ترجمہ بھی کسی صاحب نے پرانی دکنی میں کیا ہے - یہ تفسیر بہت مقبول ہے اور اس کے متعدد ترجمے دکنی زبان میں ہوے ہیں - میرے سامنے اس وقت پارۂ عم کی تفسیر کا ترجمہ موجود ہے، اس کی زبان پرانی ہے - آخر میں کاتب نے دن، وقت اور تاریخ (روز جمعہ بوقت عصر دوماہ جمادی الآخر) تو لکھی ہے لیکن سنہ نہیں لکھا - چند آیتوں کا ترجمہ یہاں لکھا جاتا ہے - ترجمے کے ساتھ ساتھ تفسیری جملے بھی ہیں —

(عم یتساءلون) کس چیز تے پوچھتے ہیں او کافراں یعنے مکی کافراں یعنے بعث تے پوچھتے ہیں آپس میں آے یا رسول کوں ہور مومناں کوں - (عن النباء العظیم) بزرگ خبر تے (الذی ہو فیہ مختلفون) ایسی خبر کہ

* لیے - † کاتب کی غلطی ہے، دانہ ہونا چاہیے - ‡ اعلیٰ درجے کے -

اونو اس میں اختلاف کرنہارے ہیں - (کلا سیعلمون) یوں نہیں یونچھنا ہے کہ انکار کریں ترت ہے کہ سمجھیں گے اونو کوں ' یو ڈرانے کا وعدہ ہے (ثم کلا سیعلمون) پچھیں یوں نہیں پونچنا ہے ترت ہے کہ سمجھینگے اونو ' دوبار لیایا ایسے تاکید کے واسطے ہور " ثم " سوں لیانا سمجھیا کردیتا ہے یو کہ دوسرا وعدا بہوت سخت ہے ہور بعضے بولے پیلا (۱) سو جھو کا پڑتے وقت ہور دوسرا سو جزا کے وقت - (الم نجعل الارض مہادا) آیا نہیں کیے ہمیں زمین گہوارا (۲) جوں نہلواداں (۳) کا ہے - یو ذکر کرنا ہے تھوڑیاں باتاں کوں جو دیکھتے ہیں او خدا کے عجائب صنعت تے یو اونو کوں سمجانے کے واسطے اس کی کمال قدرت پر دلیل پکڑیں اس سے بعث کے درست ہونے پر - (والجبال اوتادا) بولتا اللہ تعالی آیا نہیں کیے ہمیں ڈونگراں (۴) کوں میخاں زمیں کہاں یوں نا ہوتے تو ہلتی - (وخلقناکم ازواجا) ہور کیا نہیں پیدا کیے ہمیں تمنا جوڑی جوڑی مرد عورت (وجعلنا نومکم سباتا) ہور کیا نہیں پیدا کیے ہمیں تمارے سونے کوں توڑنا دیکھنے تے ہور ہلنے تے تمنا راحت ہور آسودہ ہونے کے واسطے - (وجعلنا اللیل لباسا) ہور کیا نہیں کیے ہمیں رات کوں پہننا (۵) اوھاں (۶) - پہنی ہے اپے اندھارے سوں جونکہ کپڑا ڈھانکتا ہے اپے انگ کوں - (وجعلنا النہار معاشا) ہور کیا نہیں کیے ہمیں دیس (۷) کوں زندگانی (۸) بدل (۹) تا طلب کریں تمیں زندگانی سہانکو جونکہ کھانا پیدا کپڑا - (وبنینا فوقکم سبعاً شدادا) ہور کیا نہیں بنا کیا کیے ہمیں تمارے اوپر سات اسماناں گھٹ (۱۰) کہ نہیں پورانواں ہوتیاں لئی (۱۱) زمانے جانے سوں " —

---

(۱) پہلا - (۲) گہوارہ - (۳) بچھوں - (۴) پہاڑوں - (۵) پہننا - (۶) وھاں -
(۷) دن - (۸) معاش - (۹) واسطے - (۱۰) محکم - (۱۱) بہت —

تفسیر تنزیل کے نام سے قرآن پاک کی ایک تفسیر سید بابا قادری نے سنہ ۱۱۴۷ ھ میں لکھی - کتاب کے اختتام پر مولف نے خود اس کی تصریح کردی ہے - وہ عبارت یہ ہے —

" خدائے تعالیٰ نے جیسا کہ اس سورے (ناس) کے تئیں پانچ ناس پر تمام کیا اسی طرح اس تفسیر تنزیل کو بھی پانچ شخصوں پر تمام کیا - اول یہ تفسیر یعنے مصنف سید بابا قادری دوم حاجی میاں محمد علی سیوم محمد عبدالغفور خاں یہ دونوں اس امر میں بہت کوشش رکھتے تھے - چہارم محمد مسافر جوان صالح اور لائق خوش مزاج اور خوش نویس اور پنجم محمد واجد علی کہ یہ دو شخص تصنیف کے لکھنے والے تھے کہ خدائے تعالیٰ ان دو شخصوں کے لکھنے سے تفسیر تمام کروایا —

خدائے تعالیٰ قرآن شریف کے تئیں حرف بے سے شروع کیا اور ختم قرآن کا حرف سین پر ہوا - اِن دو حرفوں کے تئیں مرکب کرو تو لفظ بس کا حاصل ہوتا ہے یعنے ان دونو حرفوں کے بیچ میں جو تمام قرآن ہے بس کرتا ہے تیرے تئیں —

(فرد) اول و آخر قرآن زچہ با آمد و سین یعنے اندر رہ دیں رہبر تو قرآن بس

اور تصنیف بھی تفسیر کی پانچ سال میں تمام ہوئی کس واسطے کہ سن چالیس میں شروع ہوئی ' اور سن سینتالیس میں تمام ہوئی ' دو سال کامل ناغہ ہوے - تمام شد تفسیر تنزیل بتاریخ بیست و پنجم شہر ذی قعدہ در سن یک ہزار یک صد و چہل و ہفت ہجرالنبوی " —

اس کتاب کی زبان صاف ہے اور بارھویں صدی کے وسط کی زبان کا بہت اچھا نمونہ ہے - زبان سے بظاہر یہ قیاس کرنا مشکل ہے کہ مصنف کس مقام کا ہے - چونکہ ایک آدہ لفظ کہیں کہیں دکنی کا آگیا ہے اس لیے یہ خیال

ہوتا ہے کہ دکن کا باشندہ ہے۔ تھوڑا سا ترجمے کا نمونہ یہاں دیا جاتا ہے —

(فتحنا علیھم ابواب کل شے) کھول دیا ہم نے ان کے اوپر دروازا ہر شے کا یعنی جو ارن کوں چاہا سو ملا۔ (حتی اذا فرحوا بما اوتوا) تب تیں کہ وو خوش ہووے اوس چیز سیں کہ دی گئی۔ (اخذنا ھم بغتۃ) پکڑے ہم نے اون کوں یکایک۔ (فاذا ھم مبلسون) پس یکایک وو پشیمان اور ناأمید ہوے۔ (فقطع دابر القوم الذی ظلموا) پس کاٹا گیا آخر اوس جماعت کا جنوں نے ظلم کیا تھا۔ (والحمد للہ رب العالمین) اور حمد خدا کوں ہے جو پروردگار عالم کا ہے۔ (قل ارایتم ان اخذ اللہ سمعکم و ابصارکم و ختم علی قلوبکم من آلہ غیر اللہ یاتیکم بہ) کہو کہ دیکھتے ہو تم کہ اگر لیویں خدا تمہارے سننے کوں یعنی بہرہ کرے اور لیوے تمہاری آنکھوں کوں کہ اندھا کرے اور بہرا* کرے اوپر تمہارے دلوں کے کہ بے شعور کرے تو کون سا خدا ہے بغیر اوس کے کہ وو دیوے تم کوں یہ جو دیا ہے۔ (انظر کیف نصرف الآیات) دیکھو تم کہ کیسا پھیرتے ہیں ہم آیتوں کوں اون کے سمجھانے کے واسطے۔ (ثم ھم یصدفون) پیچھے نہیں مانتے ہیں اور موں پھیرتے ہیں (قل ارایتکم اِن اتاکم عذاب اللہ بغتۃ او جھرۃ) کہو کہ کیا دیکھتے ہو تم گر آوے تمہارے پاس عذاب خدا کا یکایک یا ظاہر ہووے اوس کی علامت۔ (ھل یہلک القوم الظالمون) نہ ہلاک کیے جائیں گے اوس وقت مگر قوم ظالموں کا (وما نرسل المرسلین) اور نہیں بھیجے ہم نے پیغمبروں کوں (الا مبشرین و منذرین) مگر بشارت دینے والے اور ڈرانے والے —

اس عبارت میں صرف "مگر" کا لفظ ایسا آیا جو دکنی ہے ورنہ باقی ساری عبارت ایسی ہے جس میں شمال و جنوب کی زبان کا مطلق کوئی فرق

---

* غالباً کاتب کی غلطی ہے' "مہر کرے" ہونا چاہیے —

نہیں پایا جاتا - پوری تفسیر اسی زبان میں ہے —

پارۂ عم کی ایک تفسیر اور ہے - اس کا نام "خدا کی نعمت" معروف "مرادیہ" ہے - اس کے مصنف شاہ مراد اللہ سنبھلی ہیں - اور سنہ تصنیف ۱۱۸۴ ہجری ہے - چنانچہ خاتمۂ کتاب میں مصنف نے اِن سب امور کی خود ہی تصریح کر دی ہے —

" حمد اور شکر کا سجدہ لایق ہے سزاوار ہے پاک پروردگار کے تئیں جس خاوند نے اپنے فضل و کرم سے اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے عم سپارے کی تفسیر هندی زبان میں تمام کروا دی اور اس عاصی گنہگار مراد اللہ انصاری سنبھلی قادری نقشبندی حنفی کو یہ خدمت فرما کر توفیق بخش کر .. ... یہ خیر کا کام پورا کردیا اور پھر اس تفسیر کا نام خدا کی نعمت مقرر کروایا - یہ تفسیر محرم کے مہینے کی چوبیس تاریخ جمعے کے دن اگیارہ سو چوراسی برس ہجری تمام ہوکر پچاسی شروع ہوا تھا جو تمام ہوئی " —

یہ بڑی تقطیع کے ۳۰۲ صفحوں پر ہے اور شہر ربیع الاول سنہ ۱۲۶۰ ہجری میں نستعلیق ٹائپ میں طبع ہوئی - معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب اس سے قبل چھپی تھی - چنانچہ ناشر کتاب نے خاتمۂ طبع میں یہ عبارت لکھی ہے :—

" خاکسار سید عبداللہ ولد سید بہادر علی عفا اللہ عنہما نے صرف بہ نیت اس کے کہ اللہ تعالی اس محنت کی جزا دیوے اور شاہ مراد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی روح مجھہ سے خوش ہوجاوے اِس کتاب کی تصحیح کرکے چھپوایا اور غلطیوں کو دور کیا جس کو باور نہ ہو تو اگلے چھاپے کی کتاب سے مقابلہ کرکے دیکھے اور انصاف کرے " —

تفسیر کی زبان بہت صاف اور سادہ ہے - متروک الفاظ خال خال ہیں اور وہ بھی بہت معمولی - مثلاً یے (بجاے یہ)' وے (بجاے وہ)' اوپر (بجاے پر) ہووے (بجاے ہو) اندھیاری (بجاے اندھیرا)' اُن نے (بجاے اُس نے) اور یہ اور اسی قسم کے اور لفظ ہیں جو اب بھی بعض مقامات پر بول چال میں آتے ہیں - جملوں کی ساخت البتہ کسی قدر پرانی ہے - اس سے قبل جن کتابوں کا ذکر آیا ہے وہ براے نام تفسیریں ہیں' در حقیقت ترجمے ہیں' تفسیر کی غرض سے کہیں کہیں ایک آدہ جملہ بڑھا دیا گیا ہے - لیکن اس کتاب میں تفسیر شرح و بسط کے ساتھہ لکھی ہے - اس کتاب کی زبان بارھویں صدی کے اواخر کی زبان کا اچھا نمونہ ہے - اُس کی ایک عبارت یہاں نقل کی جاتی ہے جس سے اُس کی زبان اور جملوں کی ساخت وغیرہ کا اندازہ ہوگا —

(ولسوف یعطیک ربک فترضی) اور مقرر شتاب عطا کریگا دیویگا بخشیگا تجکو یا محمد پاک پروردگار تیرا پھر راضی ہویگا تو وے وے نعمتیں خوبیاں بخشیگا تجکو یا محمد پیدا کرنے والا تیرا آخرت میں جو تو خوش ہوجاویگا' سب طرح کی فکریں جاتی رھینگی تمام عالم کی شفاعت کا درجہ' مقام محمود' تمام امت کی شفاعت کا حکم' بہشت کی بڑی بڑی نعمتیں بے حد بے نہایت' ہمیشہ کا دیدار' ایسی بڑی خوبیاں تیرے واسطے رکھی ہیں - خاطر کو خوش رکھہ' اُن کافروں مشرکوں کے طعنے مارنے میں غمگین ناخوش مت ہو - کوئی دن میں یے سب باتیں جاتی رھیں گی - تم کو خوشی ہمیشہ رہے گی - روایت ہے جب یہ آیت نازل ہوئی حضرت رسول (ع م) خوش ہوئے اور فرمایا میں ایک آدمی کی بھی میری امت کے دوزخ میں رہنے کا راضی نہیں ہونے کا' یہ بات امت کے واسطے بڑی

خوش خبری ہے - تھوڑے سے بہتایت ہے ' پہلے حال سے آخر کا حال بہتر ہے '
دنیا سے آخرت بہتر ہے " —

ہندوستان کے نامور محدث اور عالم شاہ ولی اللہ (رح) دہلوی اور اُن کے خاندان نے جو دینی خدمات انجام دی ہیں وہ محتاج بیان نہیں ' ان کا فیض سارے ملک کو پہنچا ہے - شاہ ولی اللہ (رح) نے قرآن شریف کا ترجمہ فارسی زبان میں سنہ ۱۱۵۰ ھ میں کیا جو بڑی خوبیوں کا ہے - ان کے فرزندوں میں سے مولانا شاہ رفیع الدین ( متوفی سنہ ۱۲۲۹ ھ ) اور مولانا شاہ عبدالقادر ( متوفی سنہ ۱۲۴۲ ھ ) نے اردو زبان میں ترجمے کیے - شاہ عبدالقادر کا ترجمہ بہت مقبول اور مشہور ہوا اور اب تک بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے - یہ ترجمہ ٹھیٹ اردو میں ہے - اس کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ عربی الفاظ کے لیے ہندی یا اردو کے ایسے برجستہ اور برمحل الفاظ ڈھونڈھ کے نکالے ہیں کہ اُن سے بہتر ملنا ممکن نہیں - ترجمے کی زبان کے متعلق خود شاہ صاحب نے اپنے دیباچے میں صراحت فرمادی ہے :—

" اب کئی باتیں معلوم رکھیے - اول یہ کہ اس جگہہ ترجمہ لفظ بلفظ ضرور نہیں کیونکہ ترکیب ہندی ترکیب عربی سے بہت بعید ہے - اگر بعینہ وہ ترکیب رہے تو معنے مفہوم نہوں - دوسرے یہ کہ اس زبان میں ریختہ نہیں بولی بلکہ ہندی متعارف تا عوام کو بے تکلف دریافت ہو " —

شاہ صاحب نے یہاں ریختے اور ہندی متعارف میں جو فرق کیا ہے وہ قابل غور ہے - ہندی متعارف سے وہی زبان مراد ہے جسے آج کل ہندوستانی سے تعبیر کیا جاتا ہے - اس ترجمے کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ہندوستانی زبان کسے کہتے ہیں —

یہ ترجمہ سنہ ۱۲۰۵ ھ (مطابق سنہ ۱۷۹۱ ع) میں ہوا۔ یہ سنہ بھی خود شاہ صاحب ہی کا بتایا ہوا ہے۔ وہ دیباچے میں فرماتے ہیں "اس کتاب کا نام موضح القرآن ہے اور یہی اس کی صفت ہے اور یہی اس کی تاریخ ہے" —

شاہ رفیع الدین صاحب کے ترجمے کا سنہ صحیح طور پر معلوم نہیں ہوا۔ جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں اس ترجمے کا ذکر کیا ہے ان میں سے کسی نے بھی اس کا سنہ نہیں لکھا۔ مولوی عبدالجلیل صاحب نعمانی نے اس ترجمے کے ایسے الفاظ کی ایک فرہنگ شایع کی تھی جو آج کل استعمال میں نہیں آتے۔ اس کے دیباچے میں وہ اس ترجمے کا سال ۱۲۲۲ ھ قرار دیتے ہیں۔ لیکن اس کی صراحت نہیں کی کہ یہ سنہ انہوں نے کہاں سے تحقیق کیا۔ ایسی صورت میں وثوق کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ سنہ درست ہے۔ عام طور پر مصنفین نے اس خیال سے کہ یہ شاہ عبدالقادر سے عمر میں بڑے تھے ان کے ترجمے کو زمانے کے لحاظ سے مقدم رکھا ہے۔ لیکن یہ بھی محض قیاس ہے اور جب تک کوئی قطعی ثبوت نہ ملے اس کی صحت مشتبہ ہے۔ البتہ ایک بات ایسی ہے جس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ شاہ رفیع الدین کا ترجمہ بعد کا ہے۔ شاہ عبدالقادر نے اپنے ترجمے کے دیباچے میں اپنے والد شاہ ولی اللہ کے فارسی ترجمے کا ذکر تو کیا ہے لیکن اپنے بھائی کے ترجمے کا کہیں اشارہ نہیں کیا اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ اُس وقت تک انہوں نے کوئی ترجمہ نہیں کیا تھا۔ شاہ رفیع الدین کا ترجمہ پہلی بار کلکتہ کے اسلام پریس میں دو جلدوں میں شایع ہوا۔ پہلی جلد سنہ ۱۲۵۴ھ میں اور دوسری جلد اس کے دو برس بعد شایع ہوئی۔ اس اڈیشن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ متن قرآن کے نیچے اردو ترجمہ نستعلیق

ٹائپ میں ہے —

یوں تو دونوں ترجمے لفظی ہیں لیکن شاہ رفیع الدین نے ترجمے میں عربی جملے کی ترکیب اور ساخت کی بہت زیادہ پابندی کی ہے۔ ایک حرف اِدھر سے اُدھر نہیں ہونے پایا - ہر عربی لفظ بلکہ ہر حرف کا ترجمہ خواہ اردو زبان کے محاورے میں کھپے یا نہ کھپے انہیں کرنا ضرور ہے - شاہ عبدالقادر کے ترجمے میں اس قدر لفظی پابندی نہیں کی گئی ہے بلکہ وہ مفہوم کی صحت اور اصل لفظ کے حسن کو برقرار رکھنے کے علاوہ اردو زبان کے روز مرے اور محاورے کا بھی خیال رکھتے ہیں - دوسری خوبی ان کے ترجمے میں ایجاز کی ہے - یعنے وہ ہمیشہ اس بات کو مد نظر رکھتے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو کم سے کم الفاظ میں پورا مفہوم صحت کے ساتھ ادا ہوجاے —

ان دونوں ترجموں کا فرق ذیل کی مثالوں سے واضح ہوگا —

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شاہ رفیع الدین - شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے -

شاہ عبدالقادر - شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا -

اگرچہ شاہ عبدالقادر نے جملے میں فعل نہیں لکھا کیونکہ اصل عربی میں بھی نہیں اور شاہ رفیع الدین نے فعل ترجمے کی خاطر داخل کیا ہے تاہم شاہ عبدالقادر کا ترجمہ زیادہ سلیس اور صاف اور فصیح ہے اور اصل عربی الفاظ کے زیادہ قریب ہے —

اب پارۂ الم کی ابتدائی آیتوں کے ترجمے دونوں ترجموں سے بالمقابل نقل کیے جاتے ہیں :—

| شاہ رفیع الدین | شاہ عبدالقادر |
|---|---|
| یہ کتاب نہیں شک بیچ اس کے - راہ دکھلاتی ہے واسطے پرہیزگاروں کے وہ لوگ کہ ایمان لاے ساتھہ غیب کے یعنے بن دیکھے اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور اُس چیز سے کہ دیا ہے ہم نے ان کو خرچ کرتے ہیں - اور وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں ساتھہ اُس چیز کے جو اتاری گئی ہے طرف تیری اور جو اتاری گئی ہے پہلے تجھہ سے - اور ساتھہ آخرت کے وے یقین رکھتے ہیں - یہ لوگ اوپر ہدایت کے ہیں پروردگار اپنے سے اور یہ لوگ وہی ہیں چھٹکارا پانے والے - تحقیق وہ لوگ جو کافر ہوے برابر ہے اوپر اون کے کیا ڈرایا تو نے اُن کو یا نہ ڈرایا تونے اُن کو نہ ایمان لاویں گے - مہر کی ہے اللہ نے اوپر دلوں اُن کے کے اور اوپر کانوں اُن کے کے اور اوپر آنکھوں اُن کی کے پردہ ہے اور واسطے اُن کے عذاب ہے بڑا - | اس کتاب میں کچھہ شک نہیں - راہ بتاتی ہے ڈر والوں کو' جو یقین کرتے ہیں بن دیکھا اور درست کرتے ہیں نماز اور ہمارا دیا کچھہ خرچ کرتے ہیں - اور جو یقین کرتے جو کچھہ اوترا تجھہ پر اور جو اوترا تجھہ سے پہلے اور آخرت کو وہ یقین جانتے ہیں - انہوں نے پائی ہے راہ اپنے رب کی اور وہی مراد کو پہنچے - وہ جو منکر ہوے برابر ہے ان کو تو ڈراوے یا نہ ڈراوے وہ نہ مانیں گے - مہر کر دی اللہ نے اون کے دل پر اور اون کے کان پر اور اُون کی آنکھوں پر ہے پردہ اور اون کو بڑی مار ہے — |

دونوں ترجموں کے مقابلے سے شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمے کی فوقیت ظاہر ہے - اول تو اس میں ایجاز ہے یعنے بلاوجہ کوئی لفظ اپنی طرف سے داخل نہیں کیا - دوسرے اردو روز مرہ اور جملوں کی ساخت

کا خیال رکھا ہے - تیسرے (جیسا کہ انہوں نے خود فرمایا ہے) ترجمہ ریختے میں نہیں بلکہ "ہندی متعارف" یعنے ہندوستانی میں کیا ہے - ان وجوہ سے ترجمہ زیادہ سلیس اور صحیح ہے - مثلاً متقین کا ترجمہ بجاے پرہیزگاروں کے "ڈر والوں" کیا ہے - یقیمون الصلوۃ کا ترجمہ "درست کرتے ہیں نماز" کیا ہے - مفلحون کا ترجمہ "وہی مراد کو پہنچے" کیا گیا ہے - شاہ رفیع الدین نے اس کا ترجمہ "چھٹکارا پانے والے" کیا ہے اگرچہ یہ لفظ ہندی ہے لیکن شاہ عبدالقادر کا ترجمہ زیادہ صحیح اور اصل سے قریب تر ہے اور اس سے اصل مفہوم بہتر طور پر سمجھہ میں آتا ہے - یہی جملوں کی ترکیب سو دونوں ترجمے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبدالقادر نے اس کا زیادہ خیال رکھا ہے - شاہ عبدالقادر کا ترجمہ دوسرے ترجمے کے مقابلے میں اس قدر بہتر اور افضل ہے کہ سمجھہ میں نہیں آتا کہ اس کے ہوتے چند سال بعد دوسرے ترجمے کی ضرورت کیوں سمجھی گئی —

اسی زمانے (۱۲۰۶ ھ) میں ایک تفسیر مع ترجمہ لکھی گئی جس کا نام تفسیر قرآنی موسومہ حقانی ہے - اس کا ذکر جناب احسن صاحب مارہروی نے اپنی تاریخ نثر اردو میں کیا ہے - اس کے مولف سید شاہ حقانی نبیرہ شاہ برکت اللہ مارہروی ہیں - ترجمے کے ساتھہ مختصر تفسیر بھی ہے - یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے —

نمونۂ ترجمہ آیت آخر سورۂ بقر پارہ ۳

رنج میں نہ ڈالے کا خداے تعالیٰ کسی کو مگر موافق طاقت اس کی کے - اُس کو ہے جو عمل کیا اوراوپر اُس کے جو گناہ کیا - اے پروردگار میرے عذاب مت پکڑ تو مجھہ پر' جو بھول جاؤں میں یا خطا کروں

میں - اے پروردگار میرے ' اور بوجھ مت دے تو اوپر میرے بوجھ
بھاری ' جیسے بوجھ رکھا تونے اوپر اُس گروہ کے کہ پہلے تھے مجھ سے -
اے پروردگار میرے اور مت رکھ اوپر سر میرے کے بوجھ جو کہ نہ اُٹھا
سکوں میں اور درگزر کر خطاؤں میری سے اور بخش تو گناھوں میرے کو
اور رحم کر تو اوپر میرے - تو ھے خاوند میرا ' پھر غالب کر تو مجھکو
اوپر قوم کافروں کے * —

شاہ عالم بادشاہ کے عہد میں قرآن پاک کے کئی ترجمے ہوے - شاہ
عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے ترجمے بھی اُسی زمانے کے ھیں - ایک
اور ترجمہ جو بادشاہ کے ایما سے ھوا وہ دلی کے نامور طبیب حکیم محمد
شریف خاں مرحوم کا کیا ھوا ھے - یہ ترجمہ ( قلمی ) ھے اس وقت حکیم
محمد احمد خاں صاحب کے کتب خانے میں موجود ھے اور مولانا ابوالکلام
آزاد کی وساطت سے ھمیں اس کی زیارت نصیب ھوئی - فاضل مترجم نے
ترجمے کے آخر میں جو عبارت تحریر کی ھے اُس سے اس ترجمے کی کیفیت
معلوم ھوگی - وہ عبارت یہ ھے —

" المنۃ الحمد والملۃ کہ ایں تفسیر سلاست تحریر حسب الامر ارفع
اشرف اعلیٰ بادشاہ جمجاہ دیں پناہ ...... ..... ..... السلطان ابن السلطان
الخاقان ابن الخاقان ابن الخاقاخان اسدالمعارک والمغازی جلال الدین
محمد شاہ عالم بادشاہ غازی خلداللہ ملکہ و سلطانہ و افاض علی العالمین
برہ و احسانہ ذرۂ خاکسار بے مقدار حکیم محمد شریف خاں بن حاذق الملک
حکیم محمد اکمل خاں مرحوم شروع در تسوید و تحریر آں نمودہ بود' بمساعدت
توفیق الٰہی و معاضدت اقبال شاھنشاھی در نیکو تریں از منہ و بہتریں

* تاریخ نثر اردو صفحہ ۸۲ —

ادنہ زیب و زینت اختتام پذیرفت ........... الحمد اللہ الذی بتوفیقہ تمت
ھذا التفسیر یوم الجمعہ فی التاسع من ذی القعدہ بید الحقیر محمد بدرالدین
مفوض اللہ بن فیض اللہ ............" —

کیا افسوس ہے کہ اختتام تفسیر کا دن اور تاریخ موجود ہے لیکن سنہ ندارد —
حکیم صاحب کا انتقال جیسا کہ حکیم محمد احمد خاں صاحب کی
زبانی معلوم ہوا سنہ ۱۲۱۶ ھ (سنہ ۱۸۰۱ ع) میں ہوا' اس سے ظاہر ہے کہ یہ
ترجمہ اس سے قبل کا ہوگا —

حکیم صاحب اسے تفسیر کہتے ہیں لیکن درحقیقت ترجمہ ہے' البتہ
موقع سے کہیں کہیں ایک آدہ لفظ ترجمے کی صراحت کے لیے بڑھا دیا گیا ہے
جیسا کہ نمونے سے معلوم ہوگا —

اس کی زبان شاہ عبدالقادر مرحوم کے ترجمے کے مقابلے میں زیادہ
صاف ہے اور لفظی پابندی میں اتنی سختی نہیں کی گئی ہے۔ اردو زبان کی
ترکیب کا نسبتاً زیادہ خیال رکھا گیا ہے۔ نیز شاہ صاحب کی طرح ہندی میں
نہیں بلکہ ریختے میں ترجمہ کیا ہے —

(الم کی ابتدائی آیات کا ترجمہ)

میں ہوں اللہ بہت جاننے والا - وہ کتاب کہ اگلی کتابوں میں وعدہ
اتارنے کا تھا یہ کتاب کامل ہے یعنے قرآن کہ کچھہ شبہ نہیں ہے بیچ اوس
کے اللہ کی طرف سے آنے میں - راہ دیکھانے والی ہے پرہیزگاروں کو شرک
سے اور گناہوں سے - وہ پرہیزگار کہ ایمان لاتے ہیں بغیر دیکھے کہ اللہ
موجود ہے یا ساتھہ وحی کے اور قیامت کے یا قضا و قدر کے اور قائم رکھتے
ہیں نماز پانچ وقت کی کو ساتھہ شرطوں اور ادب کے اور جس چیز سے
کہ روزی دی ہے ہم نے اون کو خرچ کرتے ہیں اوپر عیال کے اور فقیروں کے "—

(اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم) پناہ پکڑتا ہوں میں اور التجا کرتا ہوں میں ساتھ اللہ کے بدی شیطان وسواس دلانے والے کی سے کہ دور رحمت سے ہے اور نکالا گیا بہشت سے- (بسم اللہ الرحمن الرحیم)- شروع کرتا ہوں میں قرآن کو ساتھ نام اللہ لایق بندگی کے بہت بخشنے والا اوپر خلق کے وجود دینے سے دنیاں میں' مہربان ہے اوپر اون کے آخرت میں —

(ترجمۂ سورۂ فاتحہ)

جو تعریف کہ اول سے آخر تک موجود ہے لایق ہے واسطے اللہ کے کہ پالنے والا ہے تمام عالموں کو' بخشنے والا وجود کا آخرت میں' مہربان داخل کرنے بہشت کے سے- مالک دن قیامت کے کا' تصرف کرنے والا اوس دن جو چاہے گا کرے گا- خاص تجھی کو بندگی کرتے ہیں ہم اور خاص تجھی سے مدد مانگتے ہیں اوپر بندگی تیری کے- دیکھا تو ہم کو راہ سیدھی بیچ قول کے اور فعل کے اور اخلاق کے' راہ اون آدمیوں کی ...... * اور نہ راہ گمراہوں کی —

(سورۂ یونس کی چند ابتدائی آیات کا ترجمہ)

میں ہوں اللہ کہ دیکھتا ہوں سب چیز کو- یہ آیتیں قرآن با حکمت کی ہیں یا محکم ہیں متشابہ نہیں- آیا ہے واسطے آدمیوں کے تعجب یہ کہ وحی کی ہم نے طرف ایک مرد کے اونہیں کی جنس سے یہ کہ ڈرا تو آدمیوں کو عذاب اللہ کے سے اور خوش خبری دے تو اون لوگوں کو کہ ایمان لاے ہیں یہ کہ واسطے اون کے ہے آگے آنا یا رضا (خوشی) خدا کی —

---

* اس مقام سے چند لفظ سہو کٹے ہیں —

شاہ عالم بادشاہ ہی کے عہد میں ایک اور ترجمہ فورٹ ولیم کالج میں ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی سرپرستی میں ہوا۔ بعض وجوہ سے یہ ترجمہ چھپ‌کر شایع نہیں ہونے پایا۔ اس کے سرورق پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے —

"ترجمۂ قرآن شریف بزبان ہندی

اس کے شروع کی تاریخ موافق سن ہجری کے تمام اس مصرع سے نکلتی ہے۔

صراط المستقیم الحق ہے بالکل (۱۲۱۸)

ترجمہ قرآن شریف کا ہند کے اہل اسلام کی خاطر سلطنت میں ظل سبحانی شاہ عالم بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ اور حکومت میں زبدۂ نو آئینان عظیم الشان مشیر خاص شاہ کیواں بارگاہ انگلستان مارکوئس ولزلی گورنر جنرل بہادر دام ظلہ کے' حسب الحکم صاحب والا قدر عالیشان مدرس تفویق ........ جان گلکرسٹ صاحب دام حشمتہ' کے کہا اور ابتدا سے انتہا تک جو جو احوال گذرا ہے خاتمے میں لکھا' اس کے مطالعہ کرنے سے تمام حقیقت معلوم ہوگی" —

جہاں تک اردو زبان کی ساخت اور ترکیب کا تعلق ہے یہ ترجمہ پہلے کے تمام ترجموں کے مقابلے میں زیادہ بامحاورہ اور سلیس ہے۔ اگرچہ الفاظ کی رعایت مد نظر رکھی ہے کیونکہ ایسے صحیفوں کے ترجمے میں اس کے بغیر چارہ نہیں' تاہم حتی‌الامکان اردو کے روزمرہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور جملے کی ترکیب عربی کے نہج پر نہیں بلکہ اردو کے ڈھنگ پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ترجمہ بغیر کسی دقت کے صاف صاف سمجھ میں آتا ہے —

کاظم علی جوان جو فورٹ ولیم کالج میں ملازم تھے اور جن کی تصنیف سے کئی کتابیں ہیں' اس ترجمے کی زبان کی اصلاح و درستی پر مامور

تھے - انھوں نے آخر میں ایک خاتمہ لکھا ہے جس سے اس ترجمے کے آغاز و انجام اور اهتمام کی پوری کیفیت معلوم ہوگی - خاتمے کی عبارت بجنسہ یہاں نقل کی جاتی ہے —

" الحمد للہ والمنۃ کہ ماہ مبارک رمضان کی نویں تاریخ سنہ ۱۲۱۹ بارہ سے اُنیس هجری میں پنجشنبے کے روز ظہر کے اول وقت قرآن شریف کا ترجمہ زبان ریختہ میں تمام ہوا - شروع اس کی حسب الحکم صاحب عالیشان جان گلکرسٹ صاحب دام اقبالہ کے ذالحجہ میں کہ سن بارہ سے سترہ تھے ہوئی تھی - مولوی امانت اللہ صاحب اور میر بہادر علی صاحب میر منشی اور احقر ترجمے اور محاورے کے لیے مقرر تھے اور چندے مولوی فضل اللہ کو بھی ارشاد حضور ہوا تم بھی شریک ہو کہ بدون دو مولویوں کے یہ امر عظیم ترجمے کا بخوبی سرانجام نہ ہوسکے گا - چنانچہ نام ان کا شروع میں مندرج ہے - پانچ سیپارے جب ترجمہ ہوے ' ایسی کچھہ نزاع لفظی ان دونوں صاحبوں کے درمیان آئی کہ ان میں سے مولوی فضل اللہ صاحب رہے اور دوسرے صاحب کے عوض حافظ غوث علی صاحب مقرر ہوے - یے دونوں بدستور ترجمہ کرتے تھے - جب صاحب ممدوح ذیقعدہ کی دسویں تاریخ سن بارہ سے اُنیس ( ۲۲ فروری سنہ ۱۸۰۴ ع ) میں ولایت کو تشریف لے گئے اور اصالتاً مدرسی کپتان مویٹ صاحب دام حشمۃ کو حضور پرنور سے مقرر ہوئی ' اُسی طور سے موافق اُن کے ارشاد کے کام ترجمے کا جاری رہا - چنانچہ اس عرصے میں اکیس سیپارے ہوے تھے کہ صاحب عالیشان نے بندے کو فرمایا مولویوں میں سے ایک مولوی ترجمہ کرے اور تو ہی محاورے کی درستی میں رہ ' قبول کر کے مولوی فضل اللہ صاحب ترجمہ کرتے رہے اور بندہ محاورہ کرتا رہا - اور اب حق سبحانہ و تعالی کے تفضلات سے وہ کام

سرانجام کو پہنچایا مگر نظر ثانی باقی ہے ' جس طرح سے ارشاد ہوگا کرنے میں آوے گی - لیکن وے لوگ جو ہمیشہ تصنیف و تالیف اور ترجمہ کرتے ہیں' اُن کی خدمت میں التماس یہ ہے کہ مہربانی سے نگاہ کریں - قرآن شریف کہ کلام الٰہی ہے اور فصاحت و بلاغت ایسی کہ چشم و گوش فلک نے بھی نہ دیکھی نہ سنی اور جس عصر میں کہ اس کا نزول ہوا ہے کیسے کیسے اہل فصاحت و بلاغت عربستان میں تھے ' اس کی عبارت جو سراسر صنعتوں سے بھری ہوئی ہے اور تمام مسجع اور مقفا ہے ' نگاہ کرکے حیران تھے - بشر کا کیا مقدور ہے کہ اس کے ایک حرف کی خوبی بیان کرے اور ایک زبان تو کیا ہے اگر تمام روئیں بدن کے زبان گویا ہوں دونوں جہاں کی جتنی خلقت ہے تو بھی ذرے کے برابر مدح و ثنا نہ کرسکے - الحق کہ کہاں کلام خالق کا اور کہاں زبان مخلوق کی - پس جو جو صنائع و بدائع اس میں ہیں من وعن اس کا ترجمہ کس سے ہوسکتا ہے مگر فارسی ترجمے اور تفسیروں سے جس لفظ کے جو معنے مترجموں اور مفسروں نے لکھے ہیں' زبان ریختہ میں اُن کے موافق لکھنے میں آیا ہے - تفسیر بیضاوی اور مدارک و جلالین تین عربی تفسیریں' بحر مواج اور تفسیر حسینی کہ یے دو فارسی ہیں اُن سے ترجمہ کیا ہے - جہاں کہیں جو کچھ اختلاف سمجھے اُن پانچوں تفسیروں میں دیکھ لے ' ایک نہ ایک میں موافقت پائی جاے گی - اور کہیں کہیں جو الفاظ ماضی و حال و استقبال کے ہیں اور مفسروں نے ماضی کو حال اور حال کو استقبال کیا ہے ' یہاں بھی اسی طریق کی پیروی ہوئی ہے - مگر جہاں کہیں زمانے کی مطابقت سے ہندی عبارت کے مطالب میں اختلاف نظر آیا ' چارو ناچار بطور محاورے کے رکھے دیا اور اگرچہ لفظ کے ترجمے کی رعایت سراسر رکھی ہے پر کہیں کہیں

اصل مطلب لیا ہے کیوں کہ لفظ کی متابعت سے معنوں کا فوت ہونا تھا حت مظلوم ہے ' اِس بات کو ترجیح دی - بہر نوع مطلب نہیں چھوٹا ' اس لیے محاورے کو چنداں دخل نہیں دیا کہ کتابی عبارت کا داب روز مرے کی بول چال سے اور ہے —

جزو مقطعات کا ترجمہ جو بالاتفاق نہ پایا نہ کیا - اور مفعول مطلق ہندی میں شاذ و نادر ہے کہیں جو رہ سکا تو رکھا و الا نہ یا چھوڑ دیا یا لفظ تاکید زیادہ کیا کہ اس سے تاکید غرض ہے - اور عربی میں التفات بہت سا ہے اور ہندی میں کم ' لیکن وہ قاعدہ رہنے دیا کہ بہت بتکرار ہے - واو عاطفہ اور حرف ف اور وہ الفاظ کہ معنے میں تحقیق کے آتے ہیں قرآن شریف میں بہت ہیں اور زبان عربی میں بہت فصاحت رکھتے ہیں - ہندی میں گو کہ ان کی کثرت محاورے کی رو سے اس قدر نہیں لیکن ترک کرنا ان کا جائز نہ دیکھا ' اس سبب سے جس جملے میں جس قدر آے ترجمہ کیا - اور تمام کلام اللہ قلیل العبارت و کثیر المعنی ہے جتنے اہل اسلام کے فرقے ہیں سب کے دین و ایمان کی بنا اسی سے ہے' اجتہاد کرکے ہر ایک اپنا اصل اصول یہیں سے راست کرتا ہے - اور شان نزول ہر ایک آیت کی ہے' اگر لکھنے میں آتی تو عبارت بہت طویل ہو جاتی ' اگرچہ بعض جگہ چاہا تھا کہ کچھہ بیان کیجے - پہلے جس صاحب ممدوح کی فرمائش تھی انہوں نے ارشاد کیا کہ یہ ترجمہ کلام اللہ کا اگرچہ ہندی زبان میں ہے ہند کے لوگ بخوبی سمجھیں گے تاہم جب تک معلومات بوجہ احسن نہ ہوگی ' کیوں کر مطلب کو پہنچیں گے - ہر ایک غبی کو کب یہ استعداد ہے کہ کتاب کی عبارت کا بیان گو کہ اس کی زبان میں ہو کرسکے - یہ اہل فہم و ذکا کے لیے ہے کہ اگر آپ کماحقہ نہ سمجھہ سکے کسی صاحب استعداد سے دریافت کرے - یقین ہے

کہ سبھی کتابیں کہ اس عصر میں عربی و فارسی سے ہندی ہوئی ہیں اور اُن کے مطلب جس طرح چاہیے ہر ایک بیان نہیں کرسکتا، یہ تو کلام اللہ کا ترجمہ ہے اس کو ہر ایک اس طرح کیونکر سمجھے کہ محتاج کسی اُستاد کے پوچھنے کا نہ ہوگا - جہاں کہیں کہ عالم و فاضل جس عبارت کو بخوبی سمجھتے ہیں اور جنہوں کو کم استعداد ہے وے اس کی دریافت میں عاجز ہیں، اُن کی آسانی کے لیے بطور حاشیہ ایک خط فرضی کرکے مطلب کو بڑھا دیا ہے تا اُس نشان سے معلوم ہو کہ یہ ترجمے سے جو زیادہ ہے ہندی زبان کے ربط کے لیے بڑھا دیا ہے - پھر یہ اپنی طرف سے تصرف نہیں کیا، تفسیروں کے روسے ہے - اور شروع ترجمے میں خلقت نے اس بات میں بہت سی شورش کی تھی کہ بنا اس ترجمے کی ہوتی ہے نہایت دین و آئین سے بر خلاف ہے کہ قرآن شریف کا ترجمہ ہندی زبان میں ہوتا ہے - آخرش جو اہل فہم اور فراست تھے انہوں نے جواب دیا کہ اگر فارسی میں ترجمہ ہوا ہے تو ہندی میں کیا کفر ہے - غرض کہ فضل الٰہی سے وہ آغاز انجام کو پہنچا - حق تعالیٰ انہیں اس کا بڑا اجر دے جنہوں نے اس کی ابتدا کی اور جنہوں نے انتہا کو پہنچایا - اہل اسلام پر ان کا بڑا احسان ہے کہ جب تک کوئی صرف و نحو اور منطق و معقولات اور بہت سے علوم حاصل نہ کرتا ہرگز کلام اللہ کی عبارت کے معنے دریافت نہ کرسکتا - مگر ترجمے جو فارسی اور فارسی تفسیریں ہیں ان سے معنے سمجھتا تو بھی وقت پر یاد نہ رہتے، یہ اُن کا تفضلات ہے کہ برائے خود ایک ایسی کتاب ترتیب دی کہ جس سورت میں جس آیت کا ترجمہ چاہے پڑھ لے - اور پہلے اس کی صلاح و مشورت بہت سی ہوئی کہ ہر ایک صفحے پر کلام اللہ لکھا جائے اور اس کے مقابل دوسرے صفحے پر

ترجمہ مثبت ہو - لیکن صحت اعراب کے لیے یہ امر موقوف رکھا کہ ہر کاہ کتابت میں باوجود ہزاروں مقابلوں کے غلطی اعراب کی رہتی ہے ' اس کا تو ملفوظ چھاپا ہے کیونکر غلطی نہ رہے گی اور جب کہ غلطی رہی یک زیر و زبر و پیش میں یا ساکن کرنے میں معنے لفظ کے اور ہو جائیں گے ' ترجمے کی مطابقت میں خلل عظیم واقع ہوگا - ہاں جس کو یہ غرض ہوگی کہ قرآن کے جملے اور آیت و مطلق ترجمے سے مقابلہ کرے قرآن شریف بکثرت ہیں مقابلہ کرے گا ' چنداں دقت نہیں —

اللہ تعالیٰ اس سرکار دولت مدار کو قائم رکھے کہ ان کی بدولت دین و دنیا کے امور بخوبی سرانجام پاتے ہیں ' قیامت تلک نام نیک ان کا صفحۂ روزگار پر رہے گا —

کاظم علی جوان نے یہ خاتمہ موافق ارشاد صاحب ممدوح کے لکھا ہے اور جو کچھہ آغاز سے انجام تلک حقیقت گزری ہے وہ سب اس میں مندرج کی ہے —

یہ التماس ہے خدمت میں سب کے شام و سحر
امید وار دعا ہے یہ بندۂ مضطر "

ذیل میں بطور نمونے کے دو ایک سورتوں کا ترجمہ لکھا جاتا ہے :—

سورۂ فاتحہ کا ترجمہ

خدا کے نام سے جو بڑا بخشنے والا نعمت دینے ہارا ہے - ہر ایک حمد خدا کے لئے ہے کہ وہ مالک سب کا بخشنے ہارا ' روزی دینے والا ' خاوند روز قیامت کا ہے - ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں - دکھا ہم کو سیدھی راہ ' ان کی راہ کہ جن کو تو نے نعمت دی نہ ان کی جن پر غضب کیا گیا ہے اور نہ گمراہوں کی —

الم کی چند ابتدائی آیتوں کا ترجمہ

یہ وہ کتاب ہے کہ اس میں کچھہ شک نہیں - راہ دکھانے والی اُن پرھیزگاروں کی ہے جو بن دیکھے ایمان لاتے ھیں اور نماز کیا کرتے ھیں اور جو کچھہ کہ ہم نے روزی اُن کو دی اُس میں سے خیرات کرتے ھیں اور جو کہ ایمان لاے ھیں اس چیز پر جو تجھے بھیجی گئی اور اُس پر جو تجھہ سے آگے نازل کی گئی اور قیامت پر وے ھی یقین لاتے ھیں - وے اپنے پروردگار کے فضل سے سیدھی راہ پر ھیں اور وے ھی مطلب کو پہنچیں گے - تحقیق وہ لوگ جو کافر ہوے انہیں برابر ہے خواہ تو اُن کو ڈراوے یا نہ ڈراوے ایمان نہ لاویں گے - خدا نے اُن کے دلوں اور اُن کے کانوں پر مہر کی ہے اور پردے اُن کی آنکھوں پر ھیں - انہیں کے لیے بڑا عذاب ہے " —

عہد شاہ عالم ھی کی یادگار " تفسیر چراغ ابدی " بھی ہے - اس کے مصنف عزیزاللہ ھمرنگ اورنگ آباد دکن کے باشندے ھیں - سنہ تالیف ۱۲۲۱ ھ - یہ صرف آخری پارے کی تفسیر ہے - مولف نے دیباچے میں تفسیر کی ضرورت ' زبان کی نوعیت ' سنہ تالیف کی کیفیت وغیرہ کا ذکر وضاحت سے کردیا ہے - یہاں اس کی نقل کردی جاتی ہے تاکہ ان تمام امور پر آگاھی ہوجاے —

" امابعد ' عرض کرتا ہے دوستداروں سے ' آشنایوں سے غمگساروں سے ' زاویہ نشین کوچۂ گمنامی و بے استعدادی ' طالب منصب وارستگی و آزادی فقیر عزیزاللہ ابن میر عالم الحسینی القادری النقشبندی اورنگ آبادی المتخلص بہمرنگ عفااللہ عنہ وعن والدیہ و احسن الیہما والیہ کہ جب دیکھا میں اکثر تفسیریں کلام اللہ کی زبان عربی اور فارسی میں واقع

میں اور کم علمی بعض اہل ہند کی دریافت سے معنے ان کے مانع - اگرچہ بعض عزیزوں نے زبان دکھنی ہندی آمیز میں تفسیر جز آخر کی لکھی ہے لیکن بہ سبب الفاظ دکھنی لطف زبان ہندی کا پورا نہیں پاتا اور دل یاروں کا واسطے مطالعہ اوس کے رغبت کم لاتا - اس واسطے خاطر قاصر میں اس فقیر کی آیا کہ تفسیر جز آخیر کی زبان ہندی میں کہ بالفعل اورنگ آباد کے لوگوں کا محاورہ ہے لکھے اور بعض فوائد کہ دوسری تفسیروں میں نہیں ہیں کتب معتبرہ سے جمع کر کے اس میں داخل کرے کہ عوام اس سے باوجود قلت بضاعت کے فائدہ تمام اٹھاویں اور اس حقیر کی دعاے مغفرت سے یاد دلاویں —

تا اسے ہو وسیلۂ عقبیٰ اور سب کو مفید روز جزا

بعد تقدیم استخارے کے اور استعانت حضرت باری کے ہر سورۃ کی فضیلت اور نفع اور تفسیر اور خاصیت اور خاتم اور تعبیر کو بعضی سورہ کی فضیلت اور خاصیت کہ مخصوص نماز کے اندر پڑھنے میں یا مخصوص آیت یا آیتوں میں تھی' تمام قید قلم لاکر اول تعوذ اور تسمیہ اور سورۂ فاتحہ سے کہ سبب یمن اور برکت کا ہے' مناسب بوج کر شروع کیا اور واسطے نشانی کے اول حرف ایک سرخی سے علاحدہ لکھا اور اشارہ ان حرفوں کا اس قطعے میں کہا —

قطعہ : —

ف فضیلت کی نشانی میں سے ہے منفعت اور صلوۃ و ختم کی ہیگی علامت صاد میم
خاصیت تعبیر کا ہیگا اشارا خ و ت ہےامید ہمرنگ کو حق سے سدا لطف عمیم

اور نام اس تفسیر کا "چراغ ابدی" (سنہ ۱۲۲۱) کہ سال تاریخ کا اُس کے اسی کلمے سے نکلتا ہے' رکھا - توقع علماے روزگار اور بلغاے ہر

دیار سے اور تمنا فضلاے اعصار اور فصحاے امصار سے وہ ہے کہ اگر اس میں سہو یا خطا کہ مقتضی بشریت کا ہے، پاویں تو قلم الطاف رقم سے اصلاح دیویں اور راہ اعتراض اور افماض کی نہ لیویں۔

قطعہ :-

کاملوں سے توقع ہے ھمرنگ کہ توجہ سے ان کے ھوے فلاح
پاویں گر بیچ اُس کے سہو و خطا لطف اپنے سیں کریں اصلاح

ایک قطعۂ تاریخ بھی لکھا ہے جس سے تفسیر کا سنہ تالیف معلوم ہوتا ہے - قطعہ :-

محنت اور کوشش بسیار سیں اے ھمرنگ جب یہ تفسیر تمام ھوئی بعون صمدی
نام میں چاھا رکھوں ایسا کہ نکلے تاریخ فکر کر دل نے اتھا بول "چراغ ابدی"

اس میں ایک بات قابل غور یہ ہے کہ مولف نے اورنگ آباد کی زبان کی علحدہ حیثیت قرار دی ہے جس کا دکھنی زبان سے تعلق نہیں ہے۔ اور ہے بھی یہی کہ ابتدا سے اور خصوصاً شاھجہاں اور اورنگ زیب کی صوبہ داری میں اس کا تعلق زیادہ تر شمالی ھند کی زبان سے رہا اور وہاں کے اھل زبان اور شعرا نے جو زبان لکھی ہے وہ حیدر آباد، بیجاپور اور علاقۂ مدراس کی زبان سے بالکل الگ ہے - وہ زیادہ تر شمالی ھند کی زبان کی تقلید کرتے تھے —

نمونۂ تفسیر

(عم یتساءلون) کس چیز سے پوچھتے ھیں کافراں (عن النباء العظیم) پوچھتے خبر بڑی سے یعنے قرآن اور نبوت اور قیامت سے (الذی ھم) ایسی وو خبر کہ یہ کافراں (فیہ) بیچ اوس خبر کے (مختلفون) اختلاف کرنے والے ھیں - یعنے قرآن کو جادو اور شعر اور کہانت سے نسبت دیتے ھیں

اور نو پیدا اور کہانی بولتے ہیں اور پیغمبر علیہ الصلوات اللہ الاکبر کو کہتے ہیں کہ وو پیغمبر ہے یا نہیں، یا ساحر ہے یا شاعر یا مجنون' اور دن قیامت کا بعضے کہتے تھے کہ ہویگا اور بتاں ہماری شفاعت کریں گے اور بعضے کہتے تھے کہ دن قیامت کا ہرگز نہ ہویگا اور سوائے زندگی دنیا کی پھر اور زندگی نہیں ہے - اور بعضے شک میں تھے کہ ہوگی یا نہیں' حق سبحانہ تعالیٰ شانہ فرمایا (کلا سیعلمون) حقا کہ شتابی ہے کہ جانیں گے کافراں دن قیامت کا نزدیک جان کندن کے اور مرنے کے' وو دن حق ہے واسطے ظاہر ہونے نشانیاں اوس دن کی بیچ اوس وقت کے - (ثم کلا سیعلمون) پیچھے تحقیق شتابی ہے کہ جانیں گے دن قیامت کے جھوٹی باتیں اور اعتقاد پلید اپنے - (الم نجعل الارض) آیا نہیں ہم نے کیا زمین کے تئیں (مہادا) فرش ایک بچھا ہوا کہ مکان رہنے کا تمہارے ہووے —

بوجا چاہیے کہ اندر کرۂ آب کے زمین مانند کیند کے پڑی ہے ایسے کہ آدھی سے زیادہ پانی میں غرق ہے اور آدھی سے کم باہر ہے اور جو کہ باہر ہے وو دو قسم پر ہے - ایک قسم تو محض ویران ہے کہ نشانی معموری کی بیچ اوس کے اصلا نہیں دوسری قسم معمور ہے کہ اُسے ربع مسکون کہتے ہیں اور اس میں دریائیں' پہاڑیں اور میدانیں اور جنگلوں اور شہریں واقع ہیں اور مساحت اوس کی ایک سو بیس برس کی راہ ہے- اوس میں سے نود برس کی راہ تو یاجوج اور ماجوج جو فرزندوں سے یافث بن نوح علیہ السلام کے ہیں اور بارا برس کی راہ حبشہ بستے ہیں اور آٹھ برس کی روم اور تین برس کی راہ عرب رہتے ہیں اور سات برس کی راہ تمام لوگ دوسرے ساکن ہیں - امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ نے صحیح بخاری کی شرح میں اس طرح کی تفصیل بعضی

کتابوں سے نقل فرمائی ہے ؛ اور یہی شرح مذکور میں لاے ہیں کہ زمین میں مخلوقات بہوت ہے ' اتنی کہ بہ نسبت فرشتوں کے اور شیاطین کے لوڑ جن اور بنی آدم کے ہزار میں کا ایک حصہ ہے —

فائدہ - تفسیر بقائی میں لاے ہیں کہ زمین پانی پر ہے اور پانی مچھی پر اور مچھی تختے پر اور تختہ فرشتے کے سر پر اور فرشتہ بیل کے سر پر اور بیل مچھر پر اور مچھر کف پر دریا کے اور دریا تھری پر اور تھری دوزخ کے سر پر اور دوزخ اندھارے پر اور اندھارے کے نیچے سواے خداے تعالی کے کوئی جانتا نہیں ہے کہ کیا ہے - واللہ اعلم و احکم (الجبال) اور نہیں کیا ہم نے پہاڑوں کے تئیں (اوتاداً) میخیں زمیں کی تا بسبب اون کے زمیں مضبوط رہے - (و خلقنٰکم) اور پیدا کیا ہم نے تم کو (ازواجاً) ہر طرح کے جوڑے نر اور مادہ تاکہ نسل تمہاری باقی رہے یا پیدا کیا ہم نے تمہیں طرح طرح کی کالی اور گوری دراز اور کوتی ' خوب اور نا خوب - (وجعلنا) اور کیا ہم نے (نومکم) نیند کو تمہاری (سباتا) راحت بدن کی تمہاری کہ نیند حس اور حرکت کو موقوف کرے تا قوت حیوانی آرام پکڑے اور ماندگی تمہاری زائل ہوے " —

اسی عہد کی ایک اور تفسیر ہے - یہ بھی پارۂ عم کی ہے ' لیکن منظوم ہے - اس کے مصنف مولانا شاہ غلام مرتضی تخلص جنوں ہیں - مصنف کے نام کی نسبت سے کتاب کا نام بھی "تفسیر مرتضوی" ہے - میرے پاس اس کا ایک قلمی نسخہ ہے اور ایک مطبوعہ نسخہ جو سنہ ۱۲۵۹ ہجری میں نسخ تائپ میں چھپا - مطبع کا نام مطبع طبی ہے جو مولوی عبدالماجد بن حکیم مولوی عبدالمجید کا تھا - لیکن عجب بات یہ ہے کہ مقام کا نام نہیں لکھا اور اس لیے یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ یہ مطبع کہاں تھا - تصحیح اس کی

"حافظ محمد صدیق صاحب اور مولوی محمد وجیہ صاحب مدرس مدرسہ کمپنی بہادر" نے کی' اس سے قیاس ہوتا ہے کہ کلکتے میں ہوگا - قلمی نسخے میں منظوم دیباچہ بھی ہے جو مطبوعہ نسخے میں نہیں - اس دیباچے سے مصنف کا اتا پتا اور سنہ تصنیف معلوم ہوتا ہے - اپنا نام کئی جگہہ لکھا ہے :—

سن غلام مرتضیٰ میرا ہے نام
تک سمجھہ لیجو کہ ہوں کس کا غلام

مصحفی کے تذکرہ ریاض الفصحا میں ان کا ذکر ہے لیکن سوائے نام اور تخلص کے اور کچھہ نہیں لکھا - اپنے مرشد کی تعریف میں بھی کچھہ شعر لکھے ہیں —

حضرت سید محمد تو ہے پیر
دونو عالم میں مرا ہے دستگیر

اپنے والد کا بھی ذکر کیا ہے اور چند شعر ان کی خدمت میں عرض کیے ہیں —

بیگماں اے شاہ تیمور ولی　　علم ہے عالم میں تیرا منجلی
چاہیے ہو باپ کا بیٹا شبیہہ　　کیونکہ ہے الولد سر لابیہ

استاد کی بھی مدح کی ہے جن کا نام مولوی محمد برکت اللہ تھا —

ہے مرا استاد فخر عالماں
مولوی برکت محیط بیکراں

اس کے بعد بادشاہ وقت شاہ عالم بادشاہ کے لیے بارگاہ الہی میں دعا کی ہے —

وارث تیمور و زیب تاج و تخت　　شاہ عالم بادشاہ نیک بخت

کشور ہندوستاں کا شاہ ہے حامئی دین رسول اللہ

بادشاہ کے بعد وزیرالممالک نواب آصف الدولہ بہادر کی مدح ہے:—

آصف الدولہ وزیر مملکت حامیء دیں ہے و شہر سلطنت

آصف وقت و سلیمان زماں ہے سکندر بخت و دارائے جہاں

سبب تصنیف کتاب میں سنہ تالیف بھی بتا دیا ہے:—

سن تھا ہجری ان دنوں میں جان لے

یک ہزار و ایک سو چورانوے

تفسیر کا انداز ذیل کے نمونے سے ہوگا:—

عم یتساءلون

اصل میں تھا عم عنما اے پسر نون کہتئیں کر میم پھر ادغام کر

کر الف کو حذف سن معنے بجاں پوچھے ہیں کس چیز سے یہ کافراں

عن النباء العظیم الذی فیہ مختلفون

اس خبر سے کہ بڑی ہے بے خلاف کرتے ہیں سب جس میں باہم اختلاف

یا کتاب اللہ ہے نبا عظیم قول شاعر جس کو کہتے ہیں لئیم

یا کہیں ہیں سحر یا ہے مفترا نزد بعضے ہے کلام کبریا

یا محمد ہے کہ جمع مومنیں اس کہتئیں کہتے ہیں ختم المرسلیں

یا کہ ہے اس نبا سے محشر مراد اس سے نہ آگاہ جز رب العباد

ہولاء شفعاؤنا عنداللہ

حشر کو کہتے ہیں حق ہے مشرکاں ہم کو بخشاویں گے یہی حق بتاں

ان ھی الا حیوتنا الدنیا

منکران حشر کہتے ہیں ہنوز نہ مگر یہ زندگی ہے چند روز

بل ہم فی شک منہا

اور کئے ہیں شک میں زاں نبا عظیم کیونکے ہوں گے زندہ یہ عظام رمیم
تاکہ رد ہوجائے قول نا صواب یہ دیا کفار کو حق نے جواب

الم نجعل الارض مہادا

آیا یہ ہم نے کیا ہے خاک سے فرش گسترد ہ تمہارے واسطے
اے بچھای ہم نے پانی پر زمیں مردہ اور زندوں کے رہنے کیتئیں

والجبال اوتادا

اور کیا کوہوں کو میخیں استوار تا نہ کانپے اور زمیں پکڑے قرار

و خلقنا کم ازواجا

اور تمہیں پیدا کیا ہے ہم نے جفت اے نر و مادہ کو بے گفت و شلفت
یعنے زن اور مرد کو پیدا کیا ایک کا دل ایک پر شیدا کیا
تاکہ ان دونوں سے پیدا ہو پسر جیسے آب و خاک سے کشت و ثمر
با مراد ازواج سے ہے قسم قسم مختلف در صورت و الوان و جسم

زبان صاف سیدھی ہے - لیکن ایسی چیزوں کا ترجمہ اور وہ بھی نظم میں سراسر بے لطف ہوجاتا ہے —

ایک صاحب سید بابا القادری متوطن حیدرآباد نے بھی ایک تفسیر لکھی ہے جس کا نام " فوائد البدیعیہ " ہے - اصل میں یہ قرآن شریف کا ترجمہ ہے تفسیر برائے نام ہے' کہیں ایک آدہ جملہ یا لفظ بطور تفسیر کے آجاتا ہے خود مولف نے بھی اسے ترجمے ہی سے موسوم کیا ہے جیسا کہ آیندہ سطور سے معلوم ہوگا - یہ بھی شاہ عبدالقادر کی طرح اپنی زبان کو هندی سے تعبیر کرتے ہیں - سنہ تصنیف ۱۲۲۰ ہجری ہے - اس کا ایک نسخہ کتب خانۂ آصفیہ سرکار عالی میں موجود ہے - آخری حصہ نہیں ہے - اس کے خطبے ( دیباچے ) میں اس کے مولف' سبب تالیف اور سنہ تالیف کی

صراحت موجود ہے - خطبے کا وہ حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے —

اما بعد فیقول الفقیر الحقیر بلا بضاعت سید بابا القادری الحیدرآبادی بن سیدی و مرشدی و علامة العصر الجامع بین العلوم الظاہر والباطن و صاحب التصانیف فی المعقول والمنقول والتصوف سید شاہ محمد یوسف القادری بن سید شاہ محمد اسکنہم اللہ الحبوبہ جنانہ انی قد اخذة الخرقة من اخی العینی حضرت شاہ عبداللہ القادری المتعارف بہ قطبی صاحب نفعنا اللہ بہ و عمرہ الی کبر الاکبر روزے چند بتدریس و وعظ اشتغال داشت کہ بعضے از دوستان صمیمی سید لعل شاہ و سید قلندر بخش متوطن سرہند از اولاد حضرت بندگی اسمعیل قدس سرہ خصوصاً مرزا محمد بیگ بن مرزا حاجی بیگ خاں و میاں محمد علی باعث کہ شدن (؟) علماے پیشین علی قدامہم تفاسیر عربی و فارسی تالیف فرمودہ اند - الا کہ ہمم مایاں مغلوب القصور از ادراک آں قاصر، باید کہ تفسیر بعنوان ترجمۂ کلام مجید بزبان ہندی در تحریر آید کہ فائدہ وغیرہ از قصص مرتب الاحوال گردد - لہذا نظر وفور اشتیاق ایشاں نمودہ خواست کہ انچہ در فہم ناقص آید بزبان ہندی ترجمۂ کلام ربانی و بعضے کلام شان نزول مفید بہ قلم آرد - لہذا مستدعی از ناظران عالی فطرت آنست ہر جاکہ خطا و سہو واقع شود قلم اصلاح براں جاری دارند و از طعن معاف فرمایند - پس شروع کردم ایں کتاب فی شہر ذیقعدہ سنہ ۱۱۴۰ * اربعین و ماتین بعد الف الہجریہ المبارکہ - در عہد نواب مستطاب سکندر نژاد فریدوں عصر نواب سکندر جاہ بہادر ادام اللہ ملکہ و متع المسلمین بطول بقائہ ...... و نام نہادم تفسیر را " فوائد الہدیہیہ " —

---

* کاتب نے اصل کتاب میں غلطی سے سنہ ۱۲۰۴ ھ لکھ دیا ہے —

ترجمے کا نمونہ یہ ہے —

(ذالک الکتاب) یہ کتاب یعنے قرآن شریف - (لا ریب فیہ) نہیں شک ہے بیچ اس کتاب کے' اس کتاب کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ مالک ابن ضیف یہودی تھا - مسلمانوں کے دل میں شک ڈالتا تھا کہ یہ کلام اللہ وہ کتاب نہیں ہے کہ جس کے نازل کرنے کا وعدہ خداے تعالیٰ نے توریت میں کیا تھا - (ھدی للمتقین الذین) ھدایت کرنے ھارا ہے - یہ کلام اللہ واسطے پرھیزگاروں کے ایسے پرھیزگار (یومنون بالغیب) ایمان لاتے ھیں وہ لوگ ساتھ غیب کے یعنے جو چیز کہ نہیں دیکھی - جیسا کہ جنت اور دوزخ اور سواے اس کے - (یقیمون الصلوۃ) اور قائم کرتے ھیں نماز کے تئیں - (و مما رزقنھم ینفقون) اور اس چیز سے کہ رزق دیے ھم نے ان لوگوں کے تئیں خرچ کرتے ھیں وہ لوگ خدا کی راہ میں —

(والذین یومنون بما انزل الیک) اور ایمان لاتے ھیں اس چیز سے کہ نازل کیا گیا اول تمہارے یعنے توریت اور انجیل اور زبور'' —

پارۂ عم کی ایک تفسیر سید شجاع الدین کی لکھی ہوئی ہے - خاتمے پر یہ عبارت ثبت ہے —

" بعون عنایت الہی ایں تفسیر تصریح کہ سید شجاع الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بزبان مہملت ترجمان بیان فرمودند بتاریخ یازدھم روز جمعہ شہر محرم الحرام ۱۲۶۸ ھجری مقدسہ اختتام یافت " —

اگرچہ یہ سنہ کتابت ہے لیکن تالیف کا سنہ بھی یہی یا اسی کے لگ بھگ معلوم ہوتا ہے - ترجمہ و تفسیر کا نمونہ یہ ہے - (عم یتساءلون) کس چیز سے آپس میں ایک کو ایک پوچھتے ھیں کافر - پھر آپ ھی فرمایا (عن النباء العظیم) خبر بڑی سے کہ وہ قرآن ہے - (الذی ھم فیہ) ایسا

قرآن کہ وہ کفار اوس میں (مختلفون) اختلاف کرنے والے ہیں کوئی کچھہ کہتا ہے اور کوئی کچھہ - (کلا سیعلمون) تحقیق جلدی جانیں گے جب قیامت آے گی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سچے تھے اور قرآن خدا کا کلام تھا - (ثم کلا سیعلمون) پھر تحقیق جلدی جانیں گے کہ برا کیا ہم نے جو ایمان نہ لاے - (الم نجعل الارض مہادا) آیا نہیں کیے ہم زمین کو بچھونا کہ اوس پر سب ٹھہریں - (والجبال اوتادا) اور پہاڑوں کو میخیں - جب زمین کو پیدا کیا تو وہ پانی پر ہلتی تھی پھر پہاڑوں کی میخیں اوس پر رکھا تب زمین ٹھہری - (وخلقنا کم ازواجا) اور پیدا کیے ہم تمھیں جوڑے جوڑے کہ تم سے اولاد ہوے بھانت بھانت کی جیسے کالی گوری اونچی نیچی اچھی بری - (وجعلنا نومکم سباتا) اور کیے ہم نیند کو تمھاری کہ بدن کو آرام پھونچے اور ماندگی دور ہوے - (وجعلنا اللیل لباسا) اور کیے ہم رات کو لباس کہ سب کو اندھارے سے ڈھانپے - (وجعلنا النہار معاشا) اور کیے ہم دن کو وقت زندگی کا کہ اوس میں روزی پیدا کرو اور پھرو چلو پکاؤ کھاؤ" —

سورۂ فاتحہ کی ایک تفسیر اکرام الدین نے سنہ ۱۲۴۲ ھ میں لکھی ہے - یہ نثر میں ہے - ختم مضمون پر سورۂ فاتحہ کی فضیلت کا بیان ہے - دیباچے کی ابتدائی سطریں نقل کی جاتی ہیں جن میں مصنف نے تفسیر کے متعلق چند ضروری باتیں لکھی ہیں :—

" بندۂ ضعیف حقیر کمترین اکرام الدین کہ اکثر مسلمان بھائی خصوصاً میر حسین علی نے رغبت دلائی اِس بات پر کہ اگر سورۂ فاتحہ کا زبان ہندی میں بیان ہوجاوے تو سب مسلمانوں کو اپنے ایمان کا دھیان ہوجاوے کیونکہ اس سورہ کا نام ام الکتاب ہے آخر رسالے میں اس

ام الکتاب کی فضیلت کا بیان ہے اور اس مختصر کا نام تحفۃ الاسلام ہے۔ بارے الحمد للہ کہ یہ رسالہ سن بارہ سو بیالیس ہجری عشرہ محرم الحرام میں تمام ہوا " —

پارۂ عم کی ایک اور تفسیر بھی مجھے ملی جس کا سنہ کتابت سنہ ۱۲۵۴ ہے۔ یہ بھی ترجمہ ہے ' کہیں کہیں بطور تشریح کے کچھہ کچھہ جملے اضافہ کردیے گئے ہیں۔ بطور نمونے کے شروع کی چند آیتوں کا ترجمہ لکھا جاتا ہے —

" کس چیز سے سوال کرتے ہیں وہ کافر آپس میں پھر اپے فرماے۔ سوال کرتے ہیں وہ خبرتے کہ بڑی ہے یعنی قرآن شریف اور نبوت اور قیامت سے۔ ایسی خبر عظیم کہ وہ کافر بیچ اس کے اختلاف کرنے والے ہیں ' کوئی کچھہ کہتا ہے اور کوئی کچھہ۔ حق تعالی نے فرمایا۔ حق ہے کہ قریب جانیں گے وہ جب قیامت آے گی کہ پیغمبر سچے تھے اور قرآن حق تعالی کا کلام تھا۔ پھر حق ہے کہ قریب جانیں گے وہ دن قیامت میں کہ برا کیا ہم نے جو ایمان نہ لاے۔ کیا نہیں کیے ہم نے زمیں کے تئیں بچھونا تاکہ رہو تم اور پہاڑوں کے تئیں میخیں اور پیدا کیے ہم نے تمہارے تئیں جوڑے کہ تم سے اولاد ہوے۔ اور کیے ہم نے نیند کے تئیں تمہاری آرام بدن کا تاماندگی دن کی دور ہو ' —

اس کی زبان جیسا کہ اوپر کے نمونے سے معلوم ہوگا دکنی ہے —

ایک صاحب نے بعض سورتوں اور آیتوں کی تفسیر لکھی ہے۔ تفسیر براے نام ہے زیادہ ترجمہ ہے اور ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب کا ہے۔ اس کا سنہ کتابت سنہ ۱۲۵۴ ھ ہے۔

ایک اور تفسیر سورۂ یوسف سے سورۂ حج تک دستیاب ہوئی ہے۔

شروع کے دو چار ورق غائب ہیں - آخر میں نہ سنہ تالیف و کتابت ہے
اور نہ مولف کا نام - زبان کسی قدر پرانی ہے مگر سلیس ہے - ایسی سلیس
اور صاف کہ اگر دو چار ایسے لفظ جیسے لانڈ کا ( یعنے بھیڑیا ) ' اپرال ( بمعنے
اوپر ) کیلی ( بمعنی کنجی ) کہیں کہیں نہ آجائیں تو زمانے کے لحاظ سے
اس کی شناخت مشکل ہوجاے کہ مصنف شمالی ہند کا ہے یا جنوبی ہند کا ۔
ترجمے میں معروف عربی فارسی الفاظ بلا تکلف استعمال ہوے ہیں - دو
تین آیتوں کے ترجمے اور تفسیر کی نقل کی جاتی ہے -

( قال اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم ) کہا یوسف نے کہ
میرے تئیں کر حکم کرنے والا زمین کے خزانوں کا ' یعنی کاربار ممالک مصر
کا مجھے سونپ - کہ تحقیق میں محافظت کرنے والا ہوں تیرے مالکوں اور
خبردار ہوں امور ممالک میں - ( وکذلک مکنا لیوسف فی الارض ) جیسا
کہ بادشاہ کوں مہربان کیا میں نے یوسف پر ویسا ہی مرتبہ دیا یوسف کوں
زمین مصر میں - یعنے مقبول خلائق کیا بادشاہ کیاں - لاے ہیں کہ
یوسف علیہ السلام ستر اور دو زبان جانتے تھے - بیچ تفاسیر معتبر مذکور
ہے کہ بادشاہ نے تخت زر سرخ مرصع سیں اور بھانت بھانت کے جواہر
لگے ہوے واسطے یوسف علیہ السلام کے مقرر کیا ' تاج مکلل اوپر سر اوس کے
رکھہ کر کیلیاں خزانے کیاں سونپ کر اختیار ملک کا بیچ ہات اُس کے
دیا اور عزیز کے تئیں تغیر کیا اور جو کام اُس عزیز کے تھے عہدہ یوسف کے
کیا - تھوڑے زمانے میں عزیز مرگیا اور بادشاہ التماس تمام سیں زلیخا
کوں بیچ عقد یوسف کے دیا اور حق سبحانہ تعالی نے یوسف کے تئیں دو
بیٹے دیا - ( یتبوء منها ) کہ تا جگا پکڑے زمین میں ' یعنے زمین ملک مصر
کے بیچ چالیس فرسخ کی عرض رکھتی تھی ( حیث یشاء ) جہاں چاہے زمین

مصر میں سے (نصیب برحمتنا من یشاء) پہونچاتے ہیں ہم رحمت سے جس کو چاہتے ہیں (ولا نضیع اجرالمحسنین) اور ہم ضایع نہیں کرتے اجر نیکو کاروں کا" —

بظاہر یہ تفسیر فارسی کا ترجمہ معلوم ہوتی ہے - جیسا کہ جملوں کی ترکیب سے ظاہر ہے لیکن ابتدا میں عام طور پر اُردو زبان کا اور خاص کر ترجمے میں عبارت کا یہی ڈھنگ تھا چنانچہ جگہہ جگہہ "لاے ہیں" لکھا ہے جو "آوردہ اند" کا لفظی ترجمہ ہے —

ایک تفسیر سورۂ یوسف نظم میں حکیم محمد اشرف متوطن قصبۂ کاندھلہ نے لکھی ہے - اس کا سنہ تصنیف سنہ ۱۲۶۸ ھ ہے - طریقہ یہ رکھا کہ عنوان میں قرآن کی آیت ہے اور نیچے اُس کا اردو ترجمہ نثر میں اُس کے بعد نظم میں اس کی تفسیر بعض بعض مقامات کی تفصیل بہت طویل ہے - نظم رواں اور صاف ہے مگر فصیح نہیں - نمونہ ملاحظہ ہو -

(وترکنا یوسف عند متاعنا فاکلہ الذئب وما انت بمومن لنا و لو کنا صادقین) اور چھوڑا یوسف کو اپنے اسباب پاس پھر اوس کو کھا گیا بھیڑیا اور تو باور نکرے کا ہمارا کہنا اگرچہ ہم سچے ہوں —

بٹھا ہم نے یوسف کو کپڑوں کے پاس ۔ گئے دوڑتے سب کے سب بے ہواس
کہ اتنے میں بھیڑیا اُسے کھا گیا ۔ یقین ہوگا تجھہ کو کب اس بات کا
اگرچہ ہم آپس میں ہیں راست گو ۔ ولے اس کو کب راست جانے ہے تو
یہ آیت کے معنے ہوے ہیں بیاں ۔ اب آگے سنو اس کی ہے داستاں
سنا جب کہ یعقوب نے یہ کلام ۔ ہوا کام گویا کہ اس کا تمام
گرا کھا کے غش اور گیا دل دھڑک ۔ غشی میں رہا شام سے صبح تک
لگی رونے اولاد اس کی تمام ۔ کہا سب نے بیجا ہوا ہم سے کام

کہا قتل بھائی کو اور باپ کو گنہگار ہم نے کہا آپ کو
قیامت کو کیا دیں کے اس کا جواب خدا جب کہ لیوے کا ہم سے حساب
یہ کہہ کر کے روتے تھے چھوٹے بڑے اور آگے تھے یعقوب ان کے پڑے
جو دیتے تھے جنبش نہ ہلتے تھے وہ کسی طرح سے نا سنبھلتے تھے وہ
کہا بعض نے ایک بارہ سے کم ہوا اس کا بیٹا یہ دیکھو ہو تم
عجب اس کی حالت ہے مرتا ہے یہ نہ بولے ہے نے سانس بھرتا ہے یہ
وہ جس کی فقط ایک اولاد ہو وہ مرجا تو پھر کیوں نہ برباد ہو

اس کے بعد ایک حکایت اسی مضمون کی بیان کی ہے —

"تفسیر وہابی" پورے قرآن کی تفسیر ہے - مصنف نے تفسیر کے خطبے میں سبب تصنیف اور وجہ تسمیہ وغیرہ کا اظہار کر دیا ہے - خطبے کے اس حصے کی نقل یہاں درج کی جاتی ہے —

" بعد حمد اور نعت کے کہتا ہوں کہ اس تفسیر کا نام تفسیر وہابی رکھا ہوں - اور اس تفسیر کے بنانے ہارے کا نام عبدالصمد بیٹا نواب شکوہ الملک نصیرالدولہ عبدالوہاب خاں بہادر نصرت جنگ کا فرزند* - ضعیف کے خاطر میں آیا کہ بہوت تفسیراں عربی اور فارسی ہیں لیکن دکنی تفسیر شاید کہ کم ہیں بلکہ نہیں ہیں - اس واسطے سب مرداں اور عورتوں کو قرآن مجید کے معانی معلوم ہوکر عالم کو فائدہ ہونے کے واسطے دکنی زبان سے بنایا ہوں - اگر کوئی عالم اور فاضل اس تفسیر کو پڑے تو کرم کی رہ سیں اس کے مطلب کی کمی اور زیادتی کو دریافت کرکو درست کریں اور مغفرت چاہیں - اور یہی التماس سب پڑھنے ہاروں کی خدمت میں ہے ' چاہیے کہ اس تفسیر کے پڑھنے ہارے میری التماس قبول کر

* یہاں "فرزند" کا لفظ کاتب نے غلطی سے بڑھا دیا ہے —

کو مہربانی کریں " —

آخر میں سنہ اور تاریخ ان الفاظ میں لکھی ھے —

" فی شهر جمادی الثانی یوم السبت من عشرین هذا شهر سنه ثمانین و سبع بعد الالف من هجرة النبویه صلی الله علیه و سلم " —

سنہ ۱۰۸۷ ھ جو اس میں لکھا ھے وہ صحیح نہیں معلوم ہوتا —

تزک والا جاھی سے یہ معلوم ہوتا ھے کہ نواب شکوہ الملک نصیرالدولہ بہادر نصرت جنگ ' امیرالهند والا جاہ کے برادر حقیقی تھے - امیرالهند والا جاہ کی ولادت سنہ ۱۲۳۵ ھ میں واقع ہوئی - اس لحاظ سے یہ سنہ صریحاً غلط ھے - غالباً سنہ ۱۲۸۷ ہوگا - زبان بھی اس کی پرانی نہیں معلوم ہوتی بلکہ صاف ھے اور تقریباً ویسی ھی زبان ھے جیسی آج کل جنوبی ھند میں مروج ھے - نمونے کے لیے " سورۂ قارعہ " کا ترجمہ نقل کیا جاتا ھے -

( القارعة ماالقارعة ) الله تعالی فرماتا ھے کہ قارعہ قیامت کے روز کو کہتے ھیں اور اس روز لوگاں ھول سے کہیں گے کہ قارعہ کیا ھے - (وماادراک ماالقارعه ) اور الله تعالی فرماتا ھے کہ اے بندگاں تم قارعہ کو کیا جانتے ھیں - ( یوم یکون الناس کالفراش المبثوث و تکون الجبال کالعهن المنفوش ) اور الله تعالی فرماتا ھے کہ ایک روز حشر کا ھے کہ اس روز تمام ادمیاں پتنگے کے مانند بکھرے جائیں گے یعنی پریشان ہوئیں گے اور پہاڑاں روئی کے مانند پنچے جائیں گے اور تکڑے تکڑے ھوں گے ( فامامن ثقلت موازینه فهو فی عیشة الراضیه ) الله تعالی فرماتا ھے کہ جس کی نیکی کا وزن زیادہ ھوں گا او شخص نیک زندگی سے بہشت میں جاے گا - ( و امامن خفت موازینه فامه هاویه ) اور الله تعالی فرماتا ھے کہ جس کے نیک عمل کا بوجھا ھلکا ہوگا اسے الله تعالی هاویہ میں ڈالے

۷ - اور ھاویہ بھی ایک دوزخ کا نام ھے - ( وما ادراک ماھیہ ) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ھے کہ ھاویہ کیا چیز ھے کر کے تم جانتے ھیں - ( نار حامیۃ ) اللہ تعالیٰ فرماتا ھے کہ وہ گرم آگ ھے یا جلانے ھاری آگ ھے —

ایک قلمی تفسیر سورۂ کہف سے سورۂ عنکبوت تک ھے - یہ بھی دراصل ترجمہ ھے البتہ کہیں کہیں تصریح کے لیے چند جملے اضافہ کردیے گئے ھیں - زبان دکھنی ھے لیکن قدیم نہیں - نمونے کے طور پر سورۂ قصص سے چند آیتوں کا ترجمہ درج کیا جاتا ھے —

( آیات الکتاب المبین ) آیتاں ھیں کتاب ظاھر کی کہ ظاھر کرنے ھارا ھے راہ راست کے تئیں ( نتلوا ) تلاوت کرتے ھیں ھم ( علیک ) اوپر تمھارے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ( من نباء موسیٰ و فرعون ) خبر سے موسیٰ اور فرعون کی ( بالحق ) سات راستی کے ( لقوم مومنون ) واسطے قوم جو ایمان لاتے ھیں ( ان فرعون ) تحقیق فرعون ( علافی الارض ) تکبر کیا بیچ زمین مصر کے ( وجعل ) اور گردانا فرعون ( اھلہا ) لوگوں کے تئیں اوس مصر کے ( شیعاً ) گروہ گروہ اور ھر گروہ کے تئیں ایک کام مقرر کیا - ( یستضعف ) اور ضعیف کرتا تھا یعنے مقہور کیا ( طایفۃ منہم ) ایک گروہ کے تئیں اون بنی اسرائیل میں سے ( یذبح ابناء ھم ) ذبح کرتا تھا فرعون فرزندوں کے تئیں اون بنی اسرائیل کے ( ویستحیی نساء ھم ) اور زندہ رکھتا تھا عورتوں کے تئیں اون کی واسطے خدمت قبطیوں کے ۔ ( انہ کان ) تحقیق وہ فرعون تھا ( من المفسدین ) فساد کرنے ھاروں سے —

ایک تفسیر جو میاں شاہ مخدوم حسینی کی تالیف ھے مجھے دستیاب ھوئی لیکن آخر سے ناقص ھے اس لیے یہ کہنا مشکل ھے کہ انھوں نے پورے قرآن کی تفسیر لکھی تھی یا صرف چند پاروں کی - مولف کا حال بھی

کہیں نہیں ملا - زبان سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ یہ بھی تیرھویں صدی کی ہے - ترجمے کے ساتھہ کہیں کہیں تصریح کے لیے کچھہ کچھہ عبارت اضافہ کر دی گئی ہے - ابتدا الم سے ہوتی ہے - اس کی ابتدائی چند آیتوں کا ترجمہ مع تفسیر نقل کیا جاتا ہے —

( ذالک ) یہ وہ کتاب ہے کہ خداوند عالیشان دو کتابیں آگے کے ساتھہ اتارنے اس کتاب کے وعدہ دیا تھا - ( الکتاب ) یہ کتاب کامل ہے یعنے قرآن مجید - ( لاریب ) کچھہ شک اور شبہ نہیں ہے - ( فیہ ) بیچ اس کتاب کے یعنے ظاہر ہونے سے حجت کے اور واضح ہونے سے دلیلوں کے یہ کتاب ساتھ اس مانند کے ہے کہ جو کوئی کہ بیچ اس کتاب کے ادنا فکر اپنی متوجہ کرے از شک خود کہڑے رہ جاوے اور جانے کہ شبہ کیتئیں بیچ اس کتاب کے طاقت اپنی کی نہیں ہے - ( ھدیٰ ) دلالت کرنے والی اور راہ بتانے والی ( للمتقین ) خاص پرھیزگاروں کے تئیں کیونکہ یہ پرھیزگاراں ساتھ اوس کتاب کے فائدہ پاے ہوے ہیں ( الذین ) وہ لوگ کہ سانچے پے اعتقاد اپنے سے ( یومنون ) خواہش کرتے ہیں ( بالغیب ) ساتھ نہیں دیکھی ہوئی چیز کے - وہ کون ہے یعنے حق تعالیٰ اور وہ کون یعنے فرشتے اور وہ کون ہے یعنے قیامت کا دن ساتھ علاقہ والے اُس قیامت کے یا چھپا ہوا وحی ہے - اور کہے ہیں مراد غیب سے قضا و قدر ہے کہ مسلمانوں نے ساتھ اُن چیزوں غیب کے ایمان لاتے ہیں ( و یقیمون ) اور قائم رکھتے ہیں اور ادا کرتے ہیں ( الصلوٰۃ ) نماز پانچ وقت کے تئیں ساتھ شرطیں اور ادبیں اُس نماز کے یعنے واجبات اور مستحبات نماز کے ادا بخوبی کرتے ہیں - ( و مما رزقناھم ) اور اُس چیز سے ساتھ ان متقیوں کے بخشش کیے ہم ( ینفقون ) نفقہ کرتے ہیں یعنے دیتے ہیں اوپر اہل

اور عیال اور قرابتی اور ہمسایہ والے صاحب حق داروں کے —

یہ تفسیر بھی بعد کے زمانے کی ہے اس میں قدیم الفاظ کہیں نہیں آتے لیکن زبان دکنی ہے - مثلاً چھپنا چھونے کی جگہ استعمال کیا ہے - اور اسما کی جمع 'ان' سے بنائی گئی ہے مثلاً لوگاں' مایاں وغیرہ - عبارت اکثر ناقص اور بے ربط ہے —

یہ ترجمے اور تفسیریں جن کا ذکر اس مقالے میں کیا گیا ہے تیرھویں صدی کے آخر تک کی ہیں - موجودہ صدی کے ترجموں اور تفسیروں سے بحث نہیں کی گئی - ہر ایک کے ساتھ ترجمے یا تفسیر کا نمونہ بھی دے دیا گیا ہے تاکہ زبان کے اتار چڑھاؤ کی کیفیت معلوم ہوتی رہے - پانچ کے سوا باقی سب قلمی ہیں —

# هنگامۂ دل آشوب

("قاطع برہان" کے جواب اور جواب در جواب میں متعدد نظمیں اور نثریں لکھی گئی تھیں جو بعد میں دو رسالوں (یعنی "ہنگامۂ دل آشوب" حصۂ اول اور حصۂ دوم) کی صورت میں شایع ہوئیں اور اب بالکل نایاب ہیں - مولوی سید عطا حسین صاحب ایم - اے نے بڑی تلاش اور کوشش سے دونوں رسالے بہم پہنچائے جو انھوں نے ہمیں اشاعت کے لیے عنایت فرمائے ہیں جس کے لیے ہم صاحب موصوف کے بہت شکر گزار ہیں - یہ دونوں رسالے سید صاحب کے مختصر دیباچے کے ساتھ شایع کیے جاتے ہیں) -

غدر کے زمانے میں حضرت غالب کو اپنے مکان میں بند ہو جانا پڑا اور آمد و رفت اور دوستوں کی ملاقات ان کے لیے محال ہوگئی - اس زمانے میں ان کے پاس دو کتابیں دساتیر اور برہان قاطع تھیں جن کو دیکھ کر وہ دل بہلایا کرتے تھے - برہان قاطع کے مطالعے میں انھیں جہاں جہاں غلطیاں نظر آئیں ان کو بطور یادداشت کے قلمبند کرتے گئے اور ایک کتاب کی صورت میں ترتیب دے کر اور "قاطع برہان" نام رکھ کر سنہ ۱۲۷۶ ھ میں شایع کیا - ہر چند کہ اس کتاب کے دیباچے میں اس کی اشاعت کی غایت کا اظہار صاف صاف کردیا تھا —

"چوں آں سفینہ (برہان قاطع) گفتار ہائے نادرست داشت و مردم را از راہ می برد و من آئین آموز گاری داشتم بر پیروان خودم دل سوخت جادہ نمایاں ساختم تا بیراہہ نروند" -

اس پر بھی اس کتاب کا شایع ہونا تھا کہ ہر چار طرف سے مخالفت

کا طوفان برپا ہوگیا اور برسوں یہ ہنگامہ جاری رہا۔ قاطع برہان کے رد میں کتابیں لکھی گئیں اور شایع کی گئیں - قاطع قاطع ' محرق قاطع ' ' ساطع قاطع ' وغیرہ - حضرت غالب نے بعض کا جواب لکھا اور بعض کی جانب بالکل توجہہ نہیں کی - آخر میں کلکتے کے مولوی احمد علی صاحب احمد تخلص نے قاطع برہان کے رد میں ایک کتاب موسوم بہ ' مویدالبرہان ' شایع کی - مولوی احمد علی صاحب مرحوم اصفہانی الاصل تھے ان کے اجداد میں ایک بزرگ نے ڈھاکے میں سکونت اختیار کی تھی - مولوی صاحب کا مولد ڈھاکہ تھا لیکن اپنے مشاغل کے باعث کلکتے میں سکونت پذیر ہوئے - نہایت ذی وجاہت شخص تھے اور کلکتے کے نہایت ممتاز لوگوں میں ان کا شمار تھا - مرزا قتیل کے پیرو تھے اور فارسی لغات اور اصطلاحات شعرا میں ' برہان قاطع ' کو اور لالہ ٹیک چند بہار کی ' بہار عجم ' کو نہایت مستند خیال کرتے تھے - مویدالبرہان لکھہ کر کلکتہ اور نواح کے بہت سے فارسی خواں دوستوں سے تقریظیں اور قطعات تاریخ لکھوائے اور اس کے ساتھہ ان سب کو بھی شایع کیا - حضرت غالب کی نظر سے جب یہ کتاب گزری انہوں نے جواب میں ' تیغ تیز ' لکھی اور اس کے ساتھہ ایک فارسی قصیدہ بھی لکھا جس کے ابتدا کے چند اشعار یہ ہیں :-

مولوی احمد علی ' احمد تخلص ' نسخۂ		در خصوص گفتگوے پارس انشا کردہ است
کیچ و مکراں راکہ درسند است و از ایراں جدا		شامل اقلیم ایراں بے محابا کردہ است
قوم بلوچ را بہ ایرانی نژاد اں دادہ خلط		ترک ترکان سمر قند و بخارا کردہ است
ہند یاں را در زباں دانی مسلم داشتہ		تا چہ اندر خاطر والاے او جا کردہ است
ہر کہ بینی با زبان مولد خود آشنا است		ساز نطق مولد اجداد بے جا کردہ است
خواجہ را از اصفہانی بودن آبا چہ سود		خالقش در کشور بنگالہ پیدا کردہ است

باتکیل و جامع برهان ولا لہ تیک چند لا بہ و سوگیری و لطف و مدا را کردہ است

'تیغ تیز' کا تو کوئی جواب شاید نہیں دیا گیا اور اس قصیدے کا جواب بھی مولوی احمد علی صاحب نے خود نہیں دیا بلکہ ان کی ایما سے ڈھاکے کے رہنے والے ان کے ایک شاگرد مولوی عبدالصمد متخلص بہ فدا نے ایک قطعہ لکھا اور شایع کیا جس کے ابتدا کے تین اشعار یہ ہیں :-

فرق حق و باطل اے صاحب نظار بشنو زمن گرترا جو یائے حق ایزد تعالیٰ کردہ است

دید چوں 'غالب' موید آں کتاب لا جواب کش بصد تحقیق املا هادیٔ ماکردہ است

قطعۂ در پوز ھی کردار خود ترتیب داد کاہ در وے فخر و گہہ لطف و مدارا کردہ است

مولوی عبدالصمد 'فدا' کے اس قطعے کے جواب میں ایک قطعہ حضرت باقر نے اور ایک قطعہ مولوی خواجہ سید فخرالدین حسین 'سخن' دہلوی نے لکھا اور ان دونوں قطعوں کو حضرت غالب اور مولوی عبدالصمد فدا کے قطعات کے ساتھہ ایک رسالے کی شکل میں هنگامۂ دل آشوب کے نام سے آرہ میں منشی سنت پرشاد کے مطبع میں ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۳ ھ (۱۸۹۷ ع) میں طبع کرایا - اس کے شایع ہوتے ہی منشی جواهر سنگھہ جوہر لکھنوی نے (جو مرزا ناطق مکرانی کے شاگرد تھے) ایک قطعہ حضرت غالب کے خلاف اور مولوی احمد علی کی تائید میں لکھا اور مولوی عبدالصمد فدا نے حضرت باقر کے قطعے کے جواب میں ایک قطعہ شایع کیا اور اسی قطعے میں حضرت سخن کے قطعے کا بھی جواب دیا - ان دونوں قطعات کے جواب میں ایک ایک قطعہ حضرت باقر نے اور ایک ایک قطعہ حضرت سخن نے لکھا - ان کے علاوہ لکھنؤ کے ایک شاعر منشی امیر احمد المتخلص بہ امیر لکھنوی نے اردو میں ایک قطعہ حضرت غالب کی تائید میں لکھ کر اودھ اخبار میں شایع کیا - ان سب کے علاوہ لکھنؤ کے ایک شاعر

میر آغا علی متخلص بہ شمس (شاگرد قاضی محمد صادق خان بہادر 'اختر' ولد قاضی محمد لعل باشندہ ہوگلی شاگرد مرزا قتیل) نے اردو نثر میں لکھ کر اودھ اخبار نمبر ۲۶ مورخہ ۲۵ جون سنہ ۱۸۶۷ ع میں شائع کیا جس میں قاطع برہان پر اعتراض کے سلسلے میں حضرت غالب اور اُن کی اردو شاعری پر نہایت رکیک اعتراضات کیے - یہ مضمون چونکہ نثر میں تھا اس لیے اس کا جواب حضرت سخن نے اردو نثر میں اور حضرت باقر نے فارسی نثر میں لکھا اور ان جملہ قطعات اور ان دونوں نثر مضامین کو ترتیب وار جمع کرکے خواجہ سید فخرالدین حسین صاحب نے آرہ کے اسی مطبع میں بنام 'ہنگامۂ دل آشوب حصہ دوم' جمادی الاول سنہ ۱۲۸۴ ھ (۱۸۶۷) میں شایع کیا - حضرت غالب کی رحلت ۲ ذی قعدہ سنہ ۱۲۸۵ ھ کو واقع ہوئی - یہ رسالہ ان کی رحلت سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل طبع ہوا اور غالباً قاطع برہان کے جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ اسی پر ختم ہوا —

سید عطا حسین

ماشاء اللہ

دوتا قطعہ بجواب قطعہ مولوی عبدالصمد صاحب
'فدا' تخلص، شاگرد مولوی احمد علی صاحب -

موسوم بہ

# هنگامۂ دل آشوب

از نتائج افکار جناب مولوی سید محمد باقر علی صاحب تخلص باقر و جناب خواجہ سید فخرالدین حسین صاحب دهلوی ' سخن تخلص' تلامذۂ حضرت جناب نجم الدولہ دبیر الملک نواب اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ ' غالب تخلص' مد ظلال جلالہ - حسب فرمائش صاحبان ممدوح الصدر -

بقصبہ آرہ

در مطبع منشی ستن پرشاد باهتمام منشی جیگوبند سہاے طبع گردید

سنہ ۱۸۶۷ ع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یارب ایں چہ ہنگامۂ دل آشوب و ایں چہ دلخراش خروش است کہ بنگالی نژاداں بہ پیکار حضرت غالب نامور کمر بستہ اند - و بہ دراز دستیء بیجا دلہاے عالمیان شکستہ - ازیں گرمی ہنگامہ نفسم در تاب است - و از آتش ایں غم جگرم کباب - مولوی احمد علی احمد تخلص کہ بہ گفتار ناروا تائید 'برہان' کرد زخمے بر جگر جہانیان زد وعبدالصمد کوچک ابدالش کہ بہنجار طبعی کار سوفیاں نمود ہم برآں زخم جگرنمک سود - اکنوں جوابیکہ بپاسخ عبدالصمد فدا بوقت طبع وقاد جناب مولوی سید باقر علی صاحب وہم بفکر ایں ہیچمدان سید فخرالدین حسین 'سخن' قلم برداشتہ نگاشتہ آمد مع ہر دو قطعہ بحضرات فرزانگان سخن سراے و سخن سرایان سخنور ستاے ارمغان است تاداد سخن دہند و سوگیری مدعی یکسو نہند —

نخستین قطعہ

ریختہ خامۂ جادو بیان حضرت فلک مرتبت کیوان منزلت وحید عصر علامۂ دہر فرمان فرماے ملک معانی شہنشاہ اقلیم سخندانی جناب مستطاب معلی القاب جدنا الامجد اوستاذنا و مولانا نجم الدولہ دبیرالملک نواب اسداللہ خان بہادر نظام جنگ المعروف بہ مرزا نوشہ - غالب

تخلص - اعلی الله تعالی درجاته و مد ظلال جلاله که بخدمت مولوی احمد علی صاحب فرستاده آمد —

---

مولوی احمد علی - احمد تخلص نسخهٔ / در خصوص گفتگوئے پارسی انشا کردہ است

کیچ مکراں را که درسند است واز ایران جدا / شامل اقلیم ایراں بے محابا کردہ است

قوم بلوچ را به ایرانی نژاد دادہ خلط / ترک ترکان سمرقند و بخارا کردہ است

در جہان توام بود روئے و پے و پشت قتیل / پیشوائے خویش هندو زادهٔ را کردہ است

هندیان را در زبان دانی مسلم داشته / تا چه اندر خاطر والاے او جا کردہ است

هر که بهلی با زبان مولد خود آشنا است / ساز نطق مولد اجداد بیجا کردہ است

خواجه را از اصفهانی بودن آیا چه سود / خالقش در کشور بنگاله پیدا کردہ است

یا قتیل و جامع برهان و لاله تیک چند / لابه و سوگندی و لطف و مدارا کردہ است

داوری گاهے بنا فرمود و در روے هر سه را / منصف وصدر امین وصدر اعلیٰ کردہ است

گر چنین با هندیان دارد تولا در سخن / من هم از هندم چرا ازمن تبرا کردہ است

کردہ است از خوبیء گفتار من قطع نظر / ظلم زین قطع نظر هر چشم بینا کردہ است

میل او با هرکسے از هند و حیفش خاص من / حیف و میلے با دو عالم شور و غوغا کردہ است

مطلب از بد گفتن من چیست گوئی نیک مرد / مزد این کار از حق آمرزش تمنا کردہ است

ورچنین نبود - چناں باشدکه درعرض کمال / تا برآرد نام این هنگامه برپا کردہ است

صاحب علم و ادب - و آنکه ز افراط غضب / چوں سفیهاں دفتر نفرین وذم وا کردہ است

در جدل دشنام کار سوقیاں باشد - بلے / ننگ دارد علم از کاریکه آغا کردہ است

انتقام جامع ' برهان قاطع ' می کشد / آنچه ماکردیم با او - خواجه با ما کردہ است

من سپاهی زادہ ام - گفتار من باید درشت / وائے بروے گر بتقلید من اینها کردہ است

زشت گفتم لیک داد بذله سنجی دادہ ام / شوخیء طبعے که دارم این تقاضا کردہ است

میکند تائید برہاں لیک برہاں ناپدید — نیست جز تسلیم قولش ہرچہ انشا کردہ است

سستیٔ طرز خرام خامۂ برہاں نگار — یا نمی دانست یا دانستہ اخفا کردہ است

پھر من توہین و پھر خویش تحسیں جا بجا — ہم مرا ہم خویش را در دہر رسوا کردہ است

آید و بیند ہمہ اندر کتاب مولوی — ہرچہ از ہنگامہ گہراں کس تماشا کردہ است

لغو و حشو و ادعائے محض و اطناب مخل — مار و موش و سوسمار و گربہ یکجا کردہ است

بگذر از معنی ہمیں الفاظ برہم بستہ بیں — بادہ نبود شیشۂ و ساغر مہیا کردہ است

یافتم از دیدن تاریخہائے آں کتاب — خود بدم گفت و باحباب خود ایما کردہ است

غازیاں ہمراہ خود آورد از بہر جہاد — تا نہ پنداری کہ ایں پیکار تنہا کردہ است

جوش زد از غایت قہر و غضب خون دلش — تا زبانش را بدیں کلپترہ گویا کردہ است

آتش خشمے کہ سوزد صاحب خود را نخست — در دلش ہمچوں شرر در سنگ ماوا کردہ است

چوں نباشد باعث تشنیع جز رشک و حسد

یاد غالب خستہ تر گر خستہ پروا کردہ است

---

## دومیں قطعہ

کہ مولوی احمد علی صاحب بجواب قطعہ حضرت غالب نگاشتہ

از نام عبدالصمد فدا شاگرد

خود شہرت داد

فرق حق و باطل اے صاحب نظر بشنو ز من — گر ترا جویائے حق ایزد تعالیٰ کردہ است

دید چوں غالب موید آں کتاب لاجواب — کش بصد تحقیق املا ہادیٔ ما کردہ است

قطعۂ در پوزش کردار خود ترتیب داد — گاہ در وے فخر و گہہ لطف و مدارا کردہ است

گفتگو بالائے طاق از اصل مضمون کتاب — ہرزہ گوئی ہر چہ دارد بے محابا کردہ است

گاہ میگوید ز فخر و کبر و عجز و انکسار — ”ہم مرا ہم خویش را در دہر رسوا کردہ است“

گاہ فرماید ہمیں از غایت رشک و حسد — "مار و موش و سوسمار و گربہ یکجا کردہ است"

تا نپندارند ساکت گشت غالب از جواب — در زمین قطعہ ساز شور و غوغا کردہ است

حیف مرزا شد چرا زیں سان سراسر بوالفضول — کبر و زعمش عیب او را آشکارا کردہ است

من کیم عبدالصمد - در شعر نام من فدا — شہر سلہٹ مولدم ایزد تعالیٰ کردہ است

یا من یکے از کمترین خدام آقا احمدم — چوں بدیدم معترض ایں شکوہ بیجا کردہ است

پاسخ اقوال بیجایش نوشتم بے درنگ — کردہ ام تبطیل ہر یک انچہ ایما کردہ است

من نخست ابلہ فریبیہائے او ظاہر کنم — نام اکثر کرد اخفا بعض را وا کردہ است

از سروری و قوسی و فرہنگ ہائے معتبر — ہرچہ ہست از دلائل جملہ اخفا کردہ است

ہادیم قول بہار آورد چوں در بعض جا — می نویسد احمد اورا صدر اعلیٰ کردہ است

اوستادے ماہر فن گر حکم شد قبح چیست — چوں نگارش را باہل پارس ہمتا کردہ است

وائے بروے شد چناں بیہوش از جام غرور — داد جور را از گروہ داد گر وا کردہ است

باز می گوید کہ احمد سستیٔ برہان نگار — یا نمی دانست یا دانستہ اخفا کردہ است

گر بدے اخفائے حق منظور اورا پس چرا — سہو برہاں چند جا نیکو ہویدا کردہ است

بسمل و ایثار بخش اوندی و دیگر لغات — کن تماشا گر خدایت چشم بینا کردہ است

ور کسے پند کتابش درج گوید بالیقیں — در و لعل و عسجد و یاقوت یکجا کردہ است

حبذا اعجاز خوش درکار بردہ اوستاد — ہم لغت ہم صرف و نحو و شعر انشا کردہ است

ہم دراں قطعہ دگر رہ گوید آقائے مرا — ننگ دارد علم از کاریکہ آغا کردہ است

لیک اے یاراں بگوش ہوش خود ہاں جادہید — ہرچہ از تحقیق املا خامۂ ما کردہ است

فاضلان و شاعران کشور ایران و تور — بر زباں دارند ایں مطلع کہ سروا کردہ است

ننگ دارد علم از کاریکہ مرزا کردہ است — رنگ دارد علم از کاریکہ آغا کردہ است

ہم باحمد می نگارد مہرزائے سالخورد — " ساز نطق موطن اجداد بیجا کردہ است "

ایں اگر بیجا بود اے ناظران با خرد — غالب ہندی چرا در فرس انشا کردہ است

نیک میدانند دانایان تحقیق آشنا
کز مجیب و معترض که کار بیجا کرده است

میرزا را از بخارا بودن آبا چه سود
خالق اورا چوں بملک هند پیدا کرده است

زشت گوئی را چو کار سفلہ دانند پس چساں
نامیان هند را دشنام بیجا کرده است

عذر بد گفتن بود اورا سپاهی زادگی
خوش جوابے از سپاهی زاده پیدا کرده است

جد آغا بد سپه سالار فوج نادری
خواجه غافل زاں سبب ایں سست دعوی کرده است

مصرع دیگر طراز و غالب زیبا بیاں
" تا برآرد نام ایں هنگامه برپا کرده است "

اوستادم بهر نام ایں کار خود نگرفته پیش
مرده را جان داد - حقا کار عیسیٰ کرده است

بشنوید اے دوستاں آخر خدا را بشنوید
حضرت غالب باحمد ایں چه ایما کرده است

"میکند تائید برهاں لیکن برهاں ناپدید"
وز برائے خویشتن توصیف جاها کرده است

داد زیں ناراستی - فریاد زیں ناراستی
هر که دیده نسخه را کے باور اینها کرده است

هر یک از اقوال احمد با سندها میشنید
اوستادم خود ستائی همچو او نا کرده است

هر کلام هرزه و اقوال پوچ و بے نشاں
وائے غالب خویشتن را خوار و رسوا کرده است

شیخ را دانم که علم و فضل او بهره نکرد
نخوت و کبریکه دارد ایں تقاضا کرده است

چوں نظر انداخت بر تقریظ هائے آں کتاب
دوستان احمدی را وه چه ایما کرده است

' غازیاں همراه خود آورد از بهر جهاد
تا نه پنداری که ایں پیکار تنها کرده است

دوستان احمدی غازی و پیکارش جهاد
حق بدست کیست ظاهر در معما کرده است

جنگ غازی را که باشد در جهاں دانند خلق
حیف خود را از زبان خویش رسوا کرده است

چیست جز ایں موجب خورسندیٔ تو اے فدا
اوستادت خواجه را تعلیم جاجا کرده است

گر بظاهر او کند انکار لیکن خفیتاً
لا محاله ورد جانش هر سخن را کرده است

قطعه

بجواب قطعه عبدالصمد فدا رشحهٔ کلک گهر بار جناب مولوی
باقر علی صاحب - باقر تخلص
تلمیذ حضرت غالب مدظله العالی

هاں تماشائے سخندانان معنی آشنا الکنے با افصحے هنگامه برپا کرده است
ماجرائے طرفه باشد - قصهٔ باشد عجیب زاغ پیش بلبلے سر شور و غوغا کرده است
صعوه با شهباز گرم رزم شد نے نے غلط روبہے با شیر جنگ فتنه آرا کرده است
هاں کجا احمد علی و حضرت غالب کجا ذرهٔ خود را باوج مهر همتا کرده است
غالب آمد غالب هر شاعران نکته سنج گلشن معنی نے کلکش مطرا کرده است
در فن معنی هر آں کس با فلک سر بر کشید سجدهٔ خاک در او زیب سیما کرده است
رستم میدان معنی حضرت غالب بود رحم بر شوخے که باوے جنگ برپا کرده است
گفت در رد کتاب حضرت غالب کتاب ایں مگس را بیں که با شهباز پروا کرده است
گرچه زاید باشد از حیثیتش نام خدا لائق تحسیں بود کارے که آغا کرده است
ار چه جهلش گشت ثابت با دلیل قاطعی دعوی ٔ تردید قاطع گر نه بیجا کرده است
هم بغور و فکر بسیارے ز تحریر جواب سرسری هر آنچه کلک غالب انشا کرده است
خود چو قاصر گشت آغا - کوچک ابدالش چرا خویش را با اوستاد خویش رسوا کرده است
آں فدائے بے خرد بے چاره بنگالی نژاد من فدائے او چه خوش تقریر زیبا کرده است
چوں نداند شیوهٔ گفتار را - نادان چرا ریشخند خلق خود را بے محابا کرده است
شوخی طبعش نیارم آں که در عرض کمال پردهٔ شرم و حیا از روے خود وا کرده است
در گمان خویش شد پشت و پناه اوستاد عیب پنهانش حقیقت آشکارا کرده است
سستی ٔ طرز کلامش گر نویسم سر بسر دفترے باشد بشرح آں که انشا کرده است
لیک ظاهر می کند زاں جمله عیب چندهٔ تا به بیند هرکه حقش چشم بینا کرده است

با فصاحتہا کہ دارد ہمچنیں* ارشاد کرد　"بر زباں دارند ایں مطلع کہ سرو کردہ است"

سر نمودن واز مطلع پرغریب است و عجیب　لیک نتواں گفت کیں بیہودہ املا کردہ است

سر بر ہنہ بودن است از عادت بنگالیاں　انچہ خود میکرد شعرش نیز گویا کردہ است

باز میسازد بدیگر جا چنیں تقریر خوش　"کز عجیب و معترض کہ کار بیجا کردہ است"

نیک میداند اہل را ز کایں اشباع کاف　از فصاحت مصرع رابیشک معرا کردہ است

گر بگفتے زیں نمط بودے فصیح و خو بتر　کز عجیب و معترض آخرکہ بیجا کردہ است

شد ترنم آشنا جائے بآہنگ دگر　"نا میان ہند را دشنام بیجا کردہ است"

کردن دشنام کے باشد روا نزد فصیح　بے خبر از کوچۂ دانش چہ آیا کردہ است

غیر ازیں از سستی ترکیب و لغو وحشو و نغز　پختہ مغزی ہاے او ہرچہ تقاضا کردہ است

ہمچو روز روشن است و نیک روشن گشتہ است　بر سخندان جہاں ہرکس تماشا کردہ است

باہمہ فقدان استعداد ایں شور و شغب　بود کے جایز مگر از راہ سودا کردہ است

بیخود شاگردیء 'احمد' کہ کردہ است آشکار　تاچہ طرفے بست زیں کاریکہ پیدا کردہ است

ہاں بیا- ناداں بیا- با اوستاد خود بیا　'غالب' استاد جہانش حق تعالیٰ کردہ است

سر بخاک آستانش نہ پئے عذر گناہ　حق پرستیہا اگر در دل ترا جا کردہ است

سر مکتوم معانی بوالہوس اینجا بجوے　گر دلت رمز معانی را تمنا کردہ است

باقر از شکرانۂ ایں کے تواں آمد بروں
کہ مرا تلمیذ 'غالب' حق تعالیٰ کردہ است

## قطعۂ دوم

بجواب قطعۂ عبدالصمد فدا از نتائج افکار سید فخرالدین حسین دہلوی سخن تخلص - تلمیذ و نبیرۂ حضرت جناب نواب اسداللہ خاں غالب ممدوح الصدر تعالی اللہ شانہ و مد ظلال جلالہ ـــ

---

* ن ایں چنیں -　　† ن شعر -

مولوی 'احمد علی' آں واقف ہر علم و فن — در سخن با جد من پیکار بیجا کردہ است
دیگرے ' عبدالصمد ' شاگرد آں زیبا بیاں — ہمدریں جنگ و جدل تائید 'آغا' کردہ است
آں یکے ہرزہ درا مغرور برگفتار خویش — ویں دگر خودبوں کہ ایں ہنگامہ برپا کردہ است
آں یکے عاقل کہ میخواہد نمائے خویشتن — ویں دگر الکن کہ با افصح سخنہا کردہ است
آں یکے حاسد کہ می دارد سر پیکارہا — ویں دگر ناداں کہ خود رانیز رسوا کردہ است
می تراود خوں ز چشم من چومی بینم جواب — آنکہ از رشک و حسد در نظم انشا کردہ است
دسترس باشد اگر بر مدعی من آں کنم — آنچہ در پیکار اسکندر بہ دارا کردہ است
ہاں بیا اے ساکن بنگالہ بامن درستیز — خالق کونین دہلی مولد ما کردہ است
در سخن سنجی سخن دارم تخلص آشکار — با تامل بیں کہ کلک من چہ انشا کردہ است
حضرت 'غالب' کہ یک عالم بود تلمیذ او — وائے بر 'آغا' کہ باوے جنگ برپا کردہ است
آں سخن سنجے کہ در روز ازل پیش از ظہور — از رضائے حق تعالیٰ مشق املا کردہ است
آں معانی آفریں کز حکم رب ذوالمنن — ہرچہ پنہاں در عدم بود آشکارا کردہ است
عرفیؔ و قتیل بگویم گر بمطلب وا رسد — خامۂ جادو طرازش آنچہ انشا کردہ است
با چنیں کس در سخن پیکار ' آغا ' ناسزا — خویشتن را بیگماں در دہر رسوا کردہ است
وہ چہ خوش گفتار دارد در زبان پارسی — از تفاخر ایں چنیں تقریر زیبا کردہ است
" من کیم 'عبدالصمد' در شعر نام من 'فدا' — شہر 'سلہٹ' مولدم ایزد تعالیٰ کردہ است"
من فدائے شوخیٔ تحریر آں جادو بیاں — نام خود را با فصاحت آشکارا کردہ است
جائے دیگر بے ادب از غایت رشک و حسد — بہر 'غالب' ایں چنیں تحریر بیجا کردہ است
" دوستان 'احمدی' غازی و پیکارش جہاد — حق بدست کیست ظاہر درمعما کردہ است
اے ' فدا ' چوں از مذاق شاعراں آگہ نۂ — توچہ دانی حضرت غالب چہ انشا کردہ است
گر ہماں مفہوم تو شد از جہاد و غازیاں — و رہمیں مضمون کفر اندر دلت جا کردہ است
بشنو از من بے خبر ایں پاسخ دنداں شکن — ہمت مردانۂ من ایں تقاضا کردہ است

ازیاں دارند با 'غالب' تولا در سخن　　کافرآں باشد که از 'غالب تبرا کرده است

اینکه 'غالب' هست در دین سخن پیغمبرے　　انچه کرد 'آغا' باو - شخصے بموسیٰ کرده امّت

متفق هستند بر ایں جمله ارباب خرد　　لائق نفریں بود کاریکه 'آغا' کرده است

حاشا لله من نخست اورا نگفتم نا سزا　　پاسخ اقوال او دادم که انشا کرده است

اے سخندانان با انصاف آخر بشنوید　　در جواب 'قاطع برهاں' که بیجا کرده است

تاچه اندیشید 'آغا' کاندریں عرض جواب　　از ره تهذیب گمره خویشتن را کرده است

بوالعجب‌ها مانده ام کایں صاحب علم و ادب　　با چنیں فهم و فراست ایں چه آیا کرده است

من عزیز 'غالب' ام - هم در سخن تلمیذ او　　عرض میدارم باو کایں جنگ برپا کرده است

گفتگو داری چو در موجز کتاب لاجواب　　آنکه در تردید 'برهاں' 'غالب' انشا کرده است

گفتگو با من بفرما - پاسخش بشنو زمن　　در حضور حضرت 'غالب' چه انشا کرده است

شرط آں باشد و لیکن در جواب و اعتراض　　آنچناں نبود که در اخبار املا کرده است

محترز شید از تحریر الفاظ درشت　　تا نگوید غیر کایں بیهوده املا کرده است

لیکن آں دانم که از آغا نباشد احتیاط　　حق زبانش را چو بادشنام گویا کرده است

اے سخن بریک سخن اکنوں سخن کوته کنم　　خواجه از رشک وحسد ایں شر و غوغا کرده است

اوستاد من شده از بهر آں مقصود خلق

بر همه غالب چو او را حق تعالیٰ کرده است

تمت

الحمد لله والمنة که نسخه هنگامه دل آشوب در مطبع منشی سنت پرشاد باهتمام فرخنده رائے منشی جے گوبند سهائے بمقام آره ضلع شاه آباد بتاریخ ۵ شهر ذی الحجه سنه ۱۲۸۳ ه بقالب طبع آمد —

برائے سند ایں معنی که کتاب هذا مطبوعه منشی سنت پرشاد است مهر و دستخط مهتمم افزوده شد العبد ( جیگوبند سهائے ) مهتمم —

ما شاء اللہ

نخستین دوتا قطعہ بجواب قطعہ منشی جواهر سنگہ صاحب جوهر تخلص شاگرد مرزا
ناطق مکرانی و دومین دوتا قطعہ بجواب عبدالصمد
فدا تخلص شاگرد مولوی احمد علی صاحب موسوم بہ

حصہ دوم

# هنگامۂ دل آشوب

از نتائج افکار جناب مولوی سید محمد باقر علی صاحب باقر تخلص و جناب خواجہ سید فخرالدین حسین صاحب دهلوی سخن تلامذہ حضرت جناب نجم الدولہ دبیرالملک نواب اسداللہ خان بہادر نظام جنگ غالب تخلص اعلی اللہ تعالیٰ درجاتہ و مد ظلال جلالہ و در آخر نثر اردو بجواب نثر میر آغا علی صاحب لکھنوی شمس تخلص از نتائج افکار جناب خواجہ سید فخرالدین حسین صاحب موصوف -

قصبہ آرہ

در مطبع منشی سنت پرشاد باهتمام منشی جیگو بند سہائے طبع شد

قیمت فی جلد ۲ آنے بار اول ۱۰۰ جلد

سنہ ۱۸۶۷ ع

حسب فرمائش مصنفین ممدوحین طبع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برناظرین باتمکین مخفی نماناد کہ زیں پیش قطعاتے چند در جواب قطعۂ عبدالصمد فدا سلہٹی بنگالوی شاگرد مولوی آغا احمد علی جہانگیر نگری کہ در جواب قطعۂ حضرت غالب مدظلہ العالی در حیز نگارش در آوردہ بود ترتیب یافتہ و بہ ہنگامۂ دل آشوب مسمی گردیدہ در مطبع آرہ زیورانطباع پوشیدہ بود حالیا بعد چند ماہ آں 'فدائے' عالی مقام باز سر بشورش برداشت و آں آتش فتنہ کہ بہ آب افشانی جوابات شافیہ آشنا بجمود گردیدہ بود باز چوں اخگر زیر خاکستر نرم نرم سر ببالا کشیدہ زبانہا برآورد یعنی 'فدا' کہ دل و جانم فدائے او باد ردجواب نگاشت ورائے جواہر سنگہ 'جوہر' تخلص کہ کاسہ لیس سفرۂ مکرانیان است بہ کمک آں سرمایۂ دانش بحکم الجنس یمیل الی الجنس کمر ہمت برمیان جاں بست و از بہر اشتعال آں نائرۂ نزاع دامن بجنبش در آوردہ بگفتار نادرست کہ خموشی ہزار بار ازاں بہتر تواند بود پردۂ خفا از عارض مخدرۂ استعداد خود برکشید و شاھد جہل خود را از حجلۂ کتمان بمنصۂ ظہور موکشاں در آورد- ناگزیر از بہر انطفائی ایں جدوۂ سر بفلک کشیدۂ نساد سحاب کلک گوہر سلک را مرۃً بعد اولی آشفائے ترشح کردہ آمد تا اخگرے بل اثرے ازاں باقی نماند- بوکہ ایں جوابہائے دنداں شکن و تقریر ہائے سرمہ درگلوریز باعث نزہت خاطر تماشائیان وقرۃ عین نظارگیان گردد و باللہ التوفیق —

نخستین قطعہ منشی جواہر سنگھ جوہر تخلص شاگرد مرزا ناطق مکرانی

جوہر امروزے باخبار ایں تماشا کردہ است شاعرے با شاعرے ہنگامہ بر پا کردہ است
اکبر آبادی خدائے نظم با خود غالب است احمد بنگالہ ہم پیغمبریہا کردہ است
اندریں شک نیست غالب اوستاد پارسیست لیک بیکار از سپاہی زادگیہا کردہ است
زانکہ زیبد تازہ گوئی شاعران کہنہ را میتواں خاموش ماند از فعل بیجا کردہ است
قاطع برہاں بطور خود اگر ترتیب داد ہاں چرا قطع مروت در سخنہا کردہ است
بحث من در معنی باریک و لفظ نازک است نے بدشنامیکہ 'غالب' کرد و 'آغا' کردہ است
بگذرید از گفتن بد یکدگر را بگذرید نیست از تہذیب ہرکس کیں سخنہا کردہ است
نیست بحث شیعہ و سنی میان شاعری جہل از دشنام گویا اجر پیدا کردہ است
نیز در ہر فن کہ از علم و تعلم ممکن است طعن و فخر زاد و بوم از خوشدلیہا کردہ است
علم و فضل اے دوستاں بر نطفۂ شیراز نیست کس بہ صلب و رحم کے آخر سخنہا کردہ است
نیک یابد تربیت ہم صحبت صاحب کمال میشود شاعر کسے کینہا مہیا کردہ است
آفریں بر مولوی "احمد علی" بنگالوی آنکہ از بزم خموشاں گفتگوہا کردہ است
در چنیں ملک بعید از دہلی و پایان ہند زندہ دارد شاعری کار مسیحا کردہ است
دور از دہلی بعید از لکھنو خوش باد کو پارسی با لہجۂ اردو مہیا کردہ است
آنکہ 'غالب' طعنہ بر مکرانیاں ہم میزند آگرہ شاید بجاے خود بخارا کردہ است
میکنم تسلیم ہاں پیر بخارا 'غالب' است احمد درانی آں احمد کہ بیجا کردہ است
ترکیم خود را تمام اے دوستاں زینجا کنید ہند را فخر جہاں آں رب اعلیٰ کردہ است
میتوانم گفت تا مد ہر کہ از ایراں بہند لفظ رنگیں شوخ مضمون کے بہ یکجا کردہ است
خسرو و فیضی بہ بیں نازش بہندوستاں کنند چوں علی و چوں غنی معنی کہ پیدا کردہ است
نیز ایں بیجاست از تحقیر در حق قتیل مقتدائے خویش ہندو زادۂ را کردہ است
بر ہمیں وارستہ و مخلص فیوری و بہار صد چو اینجا معجز اندر پارسیہا کردہ است

چوں سخن از علم و تعلیم است می نازم بہلد		خامۂ مارا بہ بیں اعجاز ایں جا کردہ است
اصل ما از دھلی است و مولد ما لکھنؤ است		نازشے دارم کہ ھند و خالق ما کردہ است
نیستی یارا تو از ایران و توران و دمشق		دور گرد ونت مسلماں بلکہ از ما کردہ است
کس چرا خود را کند منسوب ایران حیرت است		مرد ھندی جد خود چوں 'ز بخارا' کردہ است
ھم قتیل و صاحب برھاں اگر ھیچ است و ھیچ		عاملے تسلیم آخر بہتر از ما کردہ است
مدعی بر دیگراں از خوردہ گیری بگذری		تازہ تصنیفے بخواں گر طبع پیدا کردہ است
خندہ می آید مرا بر پیروان ھر دو کس		می توانم گفت یک یک کار بیجا کردہ است
ھر یکے شد معترض بر دیگر و خود ھم غلط		خود غلط بر خود غلط اصلاح گویا کردہ است
لیک در ایں نظم با استاد کس را راہ نیست		جانب مطبع رواں خود بے محابا کردہ است
می کند کج مج زباں را کاف بنگالی بلے		'کز مجیب و معترض کہ کار بیجا کردہ است'
طعنہ زد شاگرد غالب باز خود موزوں نمود		'کہ مرا تلمیذ غالب حق تعالیٰ کردہ است'
او اگر سروا غلط گفت ایں ز مصرع عین خود		'از فصاحت مصرع را بے شک معرا کردہ است'
از برائے آنکہ گردد جنگ یاراں بر طرف		خامۂ ما صورت انصاف پیدا کردہ است
بنگرم در غالب و احمد بود گر دار و گیر		ایں فدا و مولوی باقر چہ بیجا کردہ است
نیز اندر کاملاں آں دار و گیر بحث علم		نے بدشنامی کہ ریش و فیش یکجا کردہ است
در جہاں یک کرد روے احمد و پشت قتیل		اجتناب اھل خرد زیں گفتگو ھا کردہ است
راست گویم بعد ازیں گر ھر دو گیرندم حکم		کیں غلط کردہ است یا آں شور بیجا کردہ است
ختم کن اے جوھر ھندی سخن از وعظ و پند		چق چقی ما را چہ گر ملا بہ ملا کردہ است

نیست اے جوھر سروکارے مرا با ھر دو کس
بگذرید از شوخیٔ گر خامۂ ما کردہ است

قطعہ بجواب قطعۂ منشی جواہر سنگھ جوہر تخلص از نتایج افکار
جناب مولوی سید محمد باقر علی صاحب باقر تخلص شاگرد
رشید ملک الشعراے ایران و ہند حضرت جناب معلی القاب
نجم الدولہ دبیر الملک نواب اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ
غالب تخلص اعلی اللہ تعالی درجاتہ و شانہ

جوہر دانش پڑھے نکتہ ساتجے نغمہ گو آنکہ در ملک معانی داوریہا کردہ است
برد گوے سبقت از استاد خود صد مرحبا سحر کاریہا عجب در نظم پیدا کردہ است
حبذا انداز و خوش طرز خرام خامہ اش زندہ جاں استاد خود را زیں اداها کردہ است
می برد دل درسخن ھے چہ انداز هست ایں من سرش گردم چہ طرز نطق پیدا کردہ است
هوشم از سر برد و صبر از دل ز معشوقانہ وضع طرفہ سحرے بیں کہ هند و زادۂ ما کردہ است
رشک امثال است در شیوا زبانیہا بلے نطق او انداز ناطق را هویدا کردہ است
هاں مگر کیچ مج زبانیها زو جہہ کم سنی است آفریں بادش کہ حق زیں گونہ گویا کردہ است
خامۂ شیریں نوا در پردہ تا کے نغمہ ها آشکارا گو چہ کلک گوهر انشا کردہ است
هاں کشیدن می تواں شمشیر بران زباں انقلاع کفر واجب حق تعالی کردہ است
آں جواهر بیں کہ جوهر کرد نام خویشتن طرفہ تخفیفے بنام خویش پیدا کردہ است
حرف علت چوں گراں آمد و را اندر میاں از دروں ساقط چنیں آسا الف را کردہ است
دعوے شاگردیء مکرانیش آنکہ چنیں در زبان سوقیاں ایں شور و غوغا کردہ است
هیچ در نگرفت فیض اُستادش وا عجب قول سعدی صادق آمد انچہ ایما کردہ است
عمر خود برباد داد آخر چرا در مشق شعر چوں همیں سرمایۂ دانش مہیا کردہ است
ریختہ ایں هند و بہ بیند آبروے پارسی طرفہ کج وا کج پریشاں گفتگوها کردہ است
نیست از مسند خبر باشد اگر مسند الیہ هست ترکیب از غلط هرگز نہ پروا کردہ است
لفظ اگر باشد غلط باشد همانا عضو اوست لغو و حشو و مهمل و موضوع یکجا کردہ است

زعفراں زارش بخوانم نے زمین شعراو    خندہ آمد کسے را کایں تماشا کردہ است
کرد بسم اللہ غلط ناداں چوگفتا ایں چنیں    "جوہر امروزے باخبار ایں تماشا کردہ است
یاے "امروزے" چہ باشد گر نباشد لغو و حشو    الحذر زیں سہو کایں بیچارہ ایجا کردہ است
"اکبرآبادی خداے نظم باخود غالب است"    مصرعے زیں ساں بدیگر شعر انشا کردہ است
کاشکے دانستمے باخود چہ معنی داشتہ است    شاعر شیریں زبان ما چہ املا کردہ است
"میکنم تسلیم ہاں پیر بخارا غالب است"    ایں کلامش بیں کہ شوخیش تقاضا کردہ است
خود بود ناداں مگر مغلوب طفل لکھنؤ    غالبم را کلکش از پیر بخارا کردہ است
می سراید مصرعۂ در شان آں احمد علی    "احمد درانی آں احمد کہ ہیجا کردہ است
سستئ ترکیب ایں مصرع ہمی باشد عیاں    ما سبق را ہیچ ربطے ہم نہ پیدا کردہ است
"می توانم گفت نامد ہرکہ از ایراں بہند"    مصرع اش باشد نہ املا نکم ایجا کردہ است
خندہ می آید مرا بر دانش و بر عقل او    کایں خرد دشمن چہ ایں بیہودہ دعویٰ کردہ است
صد ہزار از شاعراں نغز گو باشد بلے    آنکہ سوئے ہند نے روئے تماشا کردہ است
من بقربان فصاحت ہاے ایں مصرع کہ خواند    "لفظ رنگیں شوخ مضموں کے بہ کنجا کردہ است"
"علم وفضل اے دوستاں بر نطفۂ شیراز نیست"    مصرعۂ باصد فصاحت کلکش املا کردہ است
معنیء او منحصر بر نطفۂ شیراز نیست    لیکن از بطن خود ایں محذوف پیدا کردہ است
بیخرد شوق حکم گشتن ہمی دارد بسر    از گلیم اندازہ بیروں بوالہوس پا کردہ است
خود حکم کے می تواں شد بوالحکم باشد بلے    باہمہ جہلے کہ دارد طرفہ دعویٰ کردہ است
آہ زیں نادانیش فریاد زیں نادانیش    کز جہالت اعتراض پوچ برپا کردہ است
"کاف، ماو کاف" بنگالی تہہ یک حکم راند    صدر و اوسط را بزعم خویش یکجا کردہ است
فرق میداند کسے کو را بود ذوق صحیح    چوں نداند او چرا ہنگامہ برپا کردہ است
اعتراض ثانیش ناشی ز سہو کاتب است    لفظ مصرع او بجاے شعر املا کردہ است
خامۂ معجز نگار سحر پرواز صفیر    کو باقلیم معانی خسرویہا کردہ است

خرب تقریر لطیف و نیک تحقیق انیق در جواب اعتراض جوہر انشا کردہ است
میتوان نگریستن آنجملہ را باغور و فکر گر دلت تفصیل و شرحش را تمنا کردہ است
آں فدا زیں پیشتر با تر دل ما بردہ بود جوہر ما حالیا ایں فتنہ برپا کردہ است
آں فدا خوش منظر آمد- جوہر آمد خوش مزاج وہ چہ شوخیہا بصد ناز و ادا ہا کردہ است
آں اگر نور نظر بود ایں سرور سینہ شد زندہ باشد خرش دل غمدیدۂ ما کردہ است

باشدش ہر لحظہ از ما صد نیاز و اشتیاق
کو چو جاں اندر حریم دل مرا جا کردہ است

قطعۂ دوم بجواب قطعۂ جوہر از خواجہ سید فخرالدین حسین صاحب دہلوی سخن تخلص - تلمیذ و نبیرۂ حضرت غالب ممدوح الصدر مد ظلال جلالہ -

اے سخن فی الحال چوں در لکھنؤ وارد شدم دیدم اخبارے کہ شخصے باز غوغا کردہ است
شاعرے ہندی زباں منشی جواہر سنگھ نام در قصیدہ یا سخ قطعات انشا کردہ است
میرزا ناطق کہ شاعر بود مکرانی نژاد خویش را تلمیذ او در نظم انشا کردہ است
در جہاں جوہر چو او باشد ملم جوہر شناس اوچرا با شاعراں ایں جنگ بر پا کردہ است
شد حکم در زعم خود جوہر دریں جنگ و جدل ایں حکم را بیں کہ با غالب چہ ایما کردہ است
از رہ انصاف برگردید و سوگھری نمود جا بجا توہین غالب مدح آغا کردہ است
گفتگوئے زشت رابد گفت و خود ہم گفت زشت میشود ناصح ولے خود کار بیجا کردہ است
مدعیِ غالب زیبا بیاں شد در سخن از پےمکرانیاں ایں جنگ بر پا کردہ است
صد قتیل و جامع برہاں اگر یکجا شوند پاسخش ناید ہر آنچہ غالب انشا کردہ است
طعنہ زد بر غالب از رشک وحسد آں بیخرد نسبت اوستاد با پیر بخارا کردہ است
از تفاخر بعد ازیں اظہار اصل خود نمود گفتگو در اصل خود بے سود و بیجا کردہ است
لکھنؤ شد مولدش بالفرض لیکن فخر چیست خالقش چوں مسکنش پیر بخارا* کردہ است

* پیر بخارا محلہ ایست در لکھنؤ

آنکہ گوید پارسی موقوف بر شیراز نیست من بگویم مدعی ایں سست دعوی کردہ است
از عجم در ھند تخم پارسی آمد بلے خالقش در ھند از شیراز پیدا کردہ است
خندہ می آید مرا ھم بر ذکا و فہم او در جواب مولوی باقر چہ انشا کردہ است
اول مصراع با ایں کاف ناجائز کہ گفت شاید از استاد خودگوش ایں سخنہا کردہ است
ناطق مرحوم رشک بلبل شیراز بود عالمے او ستادیش تسلیم ھر جا کردہ است
می توانم گفتنش اکنوں بقول اوستاد یا نمی دانست یا دانستہ اخفا کردہ است

اے سخن با جوھر ھندی نمیدا ریم جنگ
ایں جواب نظم او گفتم کہ انشا کردہ است

دو میں قطعہ مولوی عبد الصمد - فدا تخلص - بنگالوی بجواب قطعۂ

مولوی سید باقر علی صاحب و خواجہ فخر الدین حسین صاحب سخن دھلوی -
مولوی باقر علی باقر تخلص قطعۂ در جواب قطعۂ ایں بندہ انشا کردہ است
همچنیں نظم دگر بنوشت فخرالدین حسین کو تخلص در سخن سنجی سخن را کردہ است
من جواب ھردو قطعہ می نویسم یک بیک کلک من درحق و باطل فرق پیدا کردہ است
باقرا اندر لغت دشنام کردن 'آمدہ است زاھل فن خواجہ حسن درشعر املا کردہ است
اے کہ میگوئی کہ سروا کردن آمد پر فریب پرغریب است انچہ اندرخاطرت جا کردہ است
لفظ وا 'کردن' بود با 'باز کردن متحد درلغت بیں گر ترا در دل شکے جا کردہ است
نیز وصف جبہہ و پیشانی و مانند آں صایب استاد سخن وا کردہ املا کردہ است
میکنم تحسین کنوں بر قطعۂ باقر کہ او دفتر از جرش فصاحتہاے خود وا کردہ است
زاں فصاحتہاے او رانم سخن در چند شعر میتواں فہمید ازیں دیگرچہ انشاکردہ است
ھاں سخندانان خروش اضراب وترقی بنگرید اندریں شعریکہ کلک باقر املا کردہ است
" صعوہ با شہباز گرم رزم شد نے نے غلط روبہے با شیر جنگ فتنہ برپا کردہ است

نغزتر باشد ازیں هم آں دو شعر دیگرش — کز بلندی جائے برا وج ثریا کرده است

"گرچه زاید باشد از حیثیتش نام خدا — لائق تحسین بود کاریکه آغا کرده است"

"هم بغور و فکر بسیارے ز تحریر جواب — سرسری هرانچه کلک غالب انشا کرده است"

لفظ 'حیثیت' بجائے 'علم' میخواهد ساد — زاهل پارس آنرا بدیں معنی که املا کرده است

خوش مضاف آورده در شعر دوم لفظ 'جواب' — دوستاں بهلند کایں هاد ی تماشا کرده است

'ریشخندهٔ خلق' خوش بسته است در شعر دگر — ضحکهٔ خلق از زبان خلق خود را کرده است

جاے دیگر باز میگوید که ایں اشباع کاف — " ازفصاحت مصرع رابیشک معرا کرده است

خنده می آید مرا بر خرده گیری هاے او — خود بد و آنکه بطعن غیر لب وا کرده است

'عین' مصرع را فگند و خون شعر خود بریخت — خون ایں برگردن ظالم آشکارا کرده است

'عین' را افگندن ارکوری نباشد چیست ایں — آرے آرے فرط جهلش کور اورا کرده است

پاسخ اشباع 'کاف' از قول او روشن بود — کاندریں دو شعر نغز خود چه املا کرده است

"غیر ازیں از سستی ترکیب ولغو و حشو و نغز — پخته مغز یهاے او هرچه تقاضا کرده است"

" باقر از شکرانۂ ایں کے تواں آمد بروں — که مرا تلمیذ غالب حق تعالی کرده است"

'چه' و 'که' چوں هر دو با اشباع آورده خودش — هر جوابے کو کند آں پاسخ ما کرده است

هم نشست لفظ 'شکرانه' تماشا کردنی است — شکر و شکرانه مرادف آشکارا کرده است

سرسری نتواں ازیں شعر تو اے باقر گذشت — بسکه لطف و خوبیش محو تماشا کرده است

"همچو روز روشن است و نیک روشن گشته است — بر سخندانان جهاں هرکس تماشا کرده است"

ماوراے خبط ایں لفظ 'سخندان جهاں' — طرفه حسن و خوبیء شعر آشکارا کرده است

لفظ واحد را بجاے جمع آوردن چرا — ایں چنیں جاها چه لفظے را تقاضا کرده است

آفریں خاتم کنوں بر حسن گفتار سخن — کوز شاگردی غالب فخر و دعوی کرده است

قطعهٔ خود را مزین کرد باعنوان نثر — تا نپنداری که مشق نظم تنها کرده است

چیست معنی عزه الی الله شانهء اے نحویاں — ایں عجب ترکیب دروے قابل املا کرده است

همچنیں باہاے مفہوم آں دگر فقرہ بہ بیں　　رفع جاے کسرہ اے نحوی چہ بیجا کردہ است

بگوید اے شاعراں یکرہ کہ شاگرد رشید　　شعر خوش درمدح او ستاد خود انشا کردہ است

"عرفیء وقتش بگویم گر بمطلب وا رسد　　خامۂ جادو طرازش آنچہ انشا کردہ است

فاعل فعل 'رسد' یا ظاہر آمد یا کدام　　فعل را حد یا بحذف فاعل املا کردہ است

باز ربط ہر دو مصرع از رہ ترکیب چیست　　حیرتے دارم کہ آیا ایں ز سودا کردہ است

بوالعجب ہا ماندہ ام بالفظ 'ہا' باشد عجیب　　جمع و واحد اندریں یک فقرہ یکجا کردہ است

در عجب ما ندہ ام یا بوالعجب ماندم ہمیں　　جاے آں فقرہ چرا قایل نہ تنہا کردہ است

لفظ 'حاشا' با الف بنوشت وخواندہ بے الف　　گر نمیخواند الف را ازچہ املا کردہ است

بشنو و فرما خطاب وفعل غایب کردہ است　　جمع ایں ہر دو بیک شعر از چہ آیا کردہ است

باز در تقریر معنیء کلام اوستاد　　ہاں تماشائی سخن طرفہ تماشا کردہ است

دید چوں غالب تقاریظ کتاب لاجواب　　خوشترین شعرے بمدح حمد انشا کردہ است

'غازیاں ہمراہ خود آورد از بہر جہاد　　تانہ پنداری کہ ایں پیکار تنہا کردہ است

یاد خواہد بود یاران پیش ازیں در پاسخش　　کلک حق گوئیء من ایں درشعر املا کردہ است

دوستان دو احمدی غازی و پیکارش جہاد　　حق بدست کیست ظاہر در معما کردہ است

' جنگ غازی با کہ باشد در جہاں دانند خلق　　حیف خود را از زبان خویش رسوا کردہ است

لیک شرح ایں سخن شاگرد او گوید چنیں　　غازی آں باشد کہ از غالب تولا کردہ است

نیک سنجید اے سخن سنجان معنی آشنا　　گفتۂ غالب چہ معنی را تقاضا کردہ است

ہرزہ گوئی ایں چنیں کردہ است و آنکہ نام آں　　پاسخ دندان شکن یا رب چہ زیبا کردہ است

درحقیقت پاسخش دندان او را خود شکست　　پاسخ دندان شکن نامش ازینجا کردہ است

بر سخن ایراد تاکے اے فدا آخر ترا

ایں نہ بس باشد کہ موزوں شعر انشا کردہ است

قطعہ بجواب قطعۂ 'فدا' از فکر والائے جناب سید محمد باقر علی صاحب تلمیذ حضرت غالب مدظلہ -

مولوی عبدالصمد یعنی فدائے نکتہ سنج در جواب قطعۂ ما قطعہ انشا کردہ است
وہ چہ خوش قطعہ کہ قطعات جواہر ھا نثار آسماں بر نظمش از عقد ثریا کردہ است
مرحبا صد مرحبا خیزد ز قبر انوری آفریں صد آفریں روح شفیعا کردہ است
بسکہ از حرف حرفش میچکد آب حیات ناظریں را غیرت خضر و مسیحا کردہ است
کشور بنگالہ زونا زد بخود نام فدا باب علم و فضل بر روے جہاں وا کردہ است
بلبل شیراز باشد شاعر بنگالوی کاں سفال الہند را خاک مصلا کردہ است
جوہر علم و ادب را بہر شہرت دادہ عرض از گروہ شاعراں باشد تنہا کردہ است
آفریں بر دقت طبع رسایش آفریں وہ چہا ایراد بر اشعار املا کردہ است
داد از ہر اعتراضے داد خوش فہمی چہ خوش گنج مخفیء معانی آشکارا کردہ است
می سراید نغمۂ دل کش بآہنگ عجیب می رباید دل زکف کار کہا کردہ است
میکند تردید قول ما با یراد سخیف اتباع رسم استاد خود آغا کردہ است
او ز نافہمی جواب حضرت غالب نوشت یعنی از هذیاں ترادید انچہ انشا کردہ است
کرد رد قاطع برہاں بزعمش گوئیا کعبہ را بشکستہ تعمیر کلیسا کردہ است
ویں بعزم جنگ ما اینک میان جاں بہ بست سرزہر سو خنجر و تیغ و سنا نہا کردہ است
لنگ لنگاں جلوہ گر شد بر سر میدان رزم غیرت طبع کہ دارد ایں تقاضا کردہ است
شرح پردازم جواب اعتراضش حالیا کز رہ فکر رسا در خاطرش جا کردہ است
ایں نوائے خارج آہنگش بگوش دل شنو کہ بتقریر عجیب ایراد بیجا کردہ است
"ہاں سخنداناں خوش اضراب و ترقی بنگرید اندریں شعریکہ کلک 'باقر' املا کردہ است"
نسبت روبہ بشیر از نسبت اول قوی درضعیفی نسبت ظاہرشک چہ اینجا کردہ است
لفظ 'حیثیت' چرا باشد مرادف 'علم' را معترض بیں طرفہ استلزام پیدا کردہ است

بشنود مفهوم 'حیثیت' بود اسلوب و وضع    زاید از اسلوب خود یعنی که آفا کرده است
میتواں دانست باشد زاں نمط لفظ جواب    که اضافت را لزوما نه تقاضا کرده است
گاه مذکور است وگه محذوف جزو ثانیش    نیک داند هرکه رسم قوم احصا کرده است
مولوی جامی * که بادا رحمت حقش نثار    اندریں مصراع حذف جزو اُخری کرده است
چیست دانی مطلبش یعنی جواب صد سلام    اقتضا شان محل تقدیر آنرا کرده است
همچناں مفهوم شعر ماست از لفظ 'جواب'    حذف لفظ قطعه را اینجا تقاضا کرده است
مصرع ثانی بود تفسیر آں تقدیر و بس    وائے نا فهمی عجب ایراد بیجا کرده است
خند خنداں آنکه می‌آید بسوئے 'ریشخند'    تا چه شکّے در دل والائے او جا کرده است
چوں بتقریر جوابش خامه بکشاید زباں    معترض منشائے شک خود چو اخفا کرده است
هاں تردد باشدش در هائے زاید غالباً    آنکه کلک کاتبش از سهو املا کرده است
در جواب قطعۂ 'جوهر' جواب من را    خامۂ معنی نگارم آشکارا کرده است
وانکه کافم را نظیر کاف باشباع خود    از ره جهل و کمال سادگیها کرده است
'کاف' صدر و 'کاف' اوسط مختلف باشد بحکم    بیں دواریں گر خدایت چشم بینا کرده است
دیدۂ عبرت کشاؤ بنگر ایں اشعار † را    کز پئے جمع دل تو کلکم املا کرده است
گر کنم قطع نظر زیں 'کاف' لفظ 'کار' تو    آنکه بعد 'کاف' در شعر تو ماوا کرده است
هاں بفرمائی خدا را کز برائے کار چیست    گر تنافر را نه در شعر تو پیدا کرده است
دعوئ نحوئیش وانکه به بیں 'تبطیل' را    در نخستیں قطعۂ خود آنکه املا کرده است

---

* "جامی علیه الرحمه" بهر سلام مکن رنجه در جواب آں لب    که صد سلام ز ما بس یکے جواب از تو
† "حزیں" :- دارم از غالیه سایان صبا چشم حزیں    که غبارے بمن از خاک مصلا بخشند
"حزیں" :- کاسۂ آز بود چشم لیئمان جهاں    که ز خاکش نتواں باهمه تنگی پر کرد
ظهوری :- نکته داں شاه عادل ابراهیم    که بفرمائش لب از خطا مصئوں
حافظ :- خوش خبر باش اے نسیم شمال    که بما میرسد زمان وصال
عرفی :- خواب راشب همه شب دیده بپا می بردم    که بره‌یم در ایں واقعه را ساخته باز

ہاں بگو تبطیل کے اندر لغت باشد صحیح　　جاے ابطالش رقم کلکش چه بیجا کرده است

وآنکه بر 'شکرانه' * دارد از سر جهل اعتراض　　فکر در قول سخن سنجاں مگر ناکرده است

گر بلفظ ' شکر ' داخل گشت حرف نسبتی　　فہم در معانی بگو ناداں چه پیدا کرده است

ہیں کلام حضرت حافظ که چوں فرموده است　　اندریں شعریکه اندر حاشیه جا کرده است

ہست اے ناداں بداں لفظ 'سخنداں' اسم جنس　　کا قتضاے واحد و جمع و مثنی کرده است

چوں سوے لفظ جہان و خواه عالم شد مضاف　　معنی در حکم استغراق پیدا کرده است

'وانمودن' راچه خوش گفتا جواب با صواب　　یعنی غیراز ترجمه دیگر چه انشا کرده است

فاعل فعل 'رسد' گم کرده در قول ' سخن '　　جستجو هر چند هرجانب چواعمی کرده است

فاعل فعل ' رسد ' باشد ضمیر حرف سیں　　آنکه وہما قبل کلک شاعر املا کرده است

وآنکه 'ها' خوانده است بعد 'بوالعجب' درجاے 'ما'　　بیخرد اورا مگر ہیجان سودا کرده است

اعتراضے میکند ناداں بضم و کسرهٔ　　آخر از دست خودش قایل نه املا کرده ست

با حشیشے می درآویزد غریق جاں بلب　　آرے آرے فرط جہلش خوار و رسوا کرده است

می سراید طرفه شعرے دلفریبے کاں چہا　　دقّت طبع روانش آشکارا کرده است

"بشنو و فرما خطاب فعل غایب کرده است　　جمع ایں هردوبیک شعراز چه آیا کرده است"

لفظ ' غایب ' یا خبر باشد ز لفظ فعل تو　　پس چه فعل است آں که غائب قایل آنرا کرده است

یا صفت باشد برایش پس چه باشد معنیش　　گفتگوے طرفه با رمز معما کرده است

حالیا بشنو جواب اعتراض خویشتن　　کز جہالت خطره اندر خاطرت جا کرده است

فاعل اندر مصرع ثانی بود آغائے تو　　هم ضمیر یا سخش راجع بآغا کرده است

در خطاب 'بشنو وفرما' مخاطب شد ' فدا '　　خامهٔ ما کرد تسکین تو یا نا کرده است

هست ایرادت بفعلش هاں عجب فعل شنیع　　حق بدست تست با توخواجهٔ ما کرده است

می سراید مصرعے با صد فصاحت معترض　　"دوستاں بیننده کایں هندی تماشا کرده است

---

* مثال شکرانه - حافظ :- شکر ایزد که میان من واوصلح فتاد　　حوریاں رقص کناں ساغر شکرانه زدند

هند یم از همن فرمود و بجا فرمودہ است هاں مگر خود راحریفم اصفہاں زا کردہ است
کردہ زیں قطع نظر لفظ ' تماشا ' بنگرید کاندریں مصراع او معنی چہپهد اکردہ است
دیدن و رفتن با ستعمال فرس و تازی است تا ازیں هر دو چہ معنی درویش جاکردہ است
لیک در مصرع نمی باشد یکے هم منطبق از برائے قافیہ شاید کہ املا کردہ است
شاعر شیریں زبان ما بفرساید چنیں "ایں نہ بس باشد کہ موزوں شعر انشاکردہ است"
من بلا گردان موزونی طبع ناز کش شعر را موزوں صفت کردو چہ آیا کردہ است
ایں نمی داند کہ موزوں داخل جدوی است از حقیقت وصف آں کردو چہ بیجا کردہ است
سرمۂ بینش کشم در دیدۂ عبدالصمد ایں دل شیدائے ما با قر تمنا کردہ است
لیک روشن کے تواں شد دیدۂ اعمائے وے چوں خدایش کور مادر زاد پیدا کردہ است
نرم کردن مثبوان آهن بہ آهن فی المثل خامۂ ماهم باندازوے املا کردہ است

سخت گوئی را نباشد پیشد ستی زیں طرف
او چو بد گفت است آخر خود هم اصفا کردہ است

---

قطعہ دوم بجواب قطعۂ عبدالصمد فدا از نتائج افکار جناب سید
فخرالدین حسین دهلوی سخن تخلص تلمیذ و نبیرۂ حضرت جناب
نجم الدولہ دبیرالملک نواب اسداللہ خان بہادر نظام جنگ غالب
تخلص اعلی اللہ تعالی درجاتہم ما دامت السموات والا رضین-

مولوی عبدالصمد شاگرد آغا قطعۂ در جواب قطعۂ ما باز انشا کردہ است
از جہالت بر کلا مم معترض شد جا بجا جا و بیجا لفظ نا دانستہ املا کردہ است
مصرعہ اول زفہر و ثانیش باشد شہوق نا مشخص چوں سفیہاں شور و غوغا کردہ است
من جواب اعتراضش مینویسم سربسر بیخرد از راہ نادانی چہ ایما کردہ است
معترض گردید و علم نحو خود هم صرف کرد خوردہ گیری ایں چنیں از راہ سودا کردہ است

کاتبش گرجائے اعلی اللہ تعالی اللہ نوشت معترض بیصرفہ ایں ایراد بوما کردہ است

مدعی آنرا بعنوان نصیحت بنگرد تاچساں ایں جملہ را کلک من انشا کردہ است

پیش ازیں در قطعۂ اول بمدح اوستاد کلک حق اندیش من ایں شعرا املاکردہ است

عرفی وقتش بگویم گر بمطلب وارسد خامۂ جادو طرازش انچہ انشا کردہ است

حبذا طبع رسائے شاعر معجز بیاں اعتراضش جہل اورا آشکارا کردہ است

مطلب شعرم بفہم اونہ آمد مطلقاً میکند تحریر کایں از راہ سودا کردہ است

چوں ندارد قوت فہم سخن از فرط جہل با سخندانان چرا ایں جنگ برپا کردہ است

میکنم تفہیم آں اکنوں شنیدن بایدش لطف آں را خامۂ من آشکارا کردہ است

بر مطالب وارسیدن فعل باشد بالیقین فاعل آں فعل اینجا مرکسے را کردہ است

'بوالعجب ما ماندہ ام' اول نگارش کردہ ام شاید آنرا کاتبش از سہو انشا کردہ است

'بشنو وفرما' زتو وز کردہ شد آغا مراد فعل غایب بہر آں کلک من انشا کرد است

مدعی در قطعۂ اول چوا ز رشک و حسد بہر اوستاد من ایں تحریر بیجا کردہ است

"دوستان احمدی غازی وپیکارش جہاد حق بدست کیست ظاہر در معما کردہ ست"

یاد باد آں رمز اے یاران معنی آشنا خامۂ من پاسخش اینگونہ املا کردہ است

'اے فدا چوں از مذاق شاعراں آگہ نۂ توچہ دانی حضرت غالب چہ انشا کردہ است

گر ہماں مفہوم تو شد از جہاد و غازیاں درھمیں مضمون کفراندر دلت جاکردہ است

بشنو از من بیخبر ایں پاسخ دنداں شکن ہمت مردانۂ من ایں تقاضا کردہ ست

'غازیاں دارند با غالب تولا در سخن کافر آں باشد کہ از غالب تبرا کردہ است

پاسخ دنداں شکن دندان اورا چوں شکست در جواب پاسخم ایں شعر املا کردہ است

"ہرزہ گوئی ایں چنیں کردہ است وآنکہ نام آں پاسخ دنداں شکن یارب چہ زیبا کردہ است"

خوش جواب پاسخ من داد از فرط غضب جہل نادانیء خود نیکو ہویدا کردہ است

مولوی باقر علی علامۂ عہد خود است وائے بروے کو باولب در سخن وا کردہ است

معترض شد بر کلام آں معانی آفریں    کو بسے شاگرد مثل او و آغا کردہ است

با چہ خوش ترکیب نظم دلکشا و شعر نغز    کلک آں والا حشم زیں پیش انشا کردہ است

"صعوہ با شہباز گرم رزم شد نے نے غلط    روبہے با شیر جنگ فتنہ آرا کردہ است"

صعوہ اول گفت و روبہ باز آغا را نوشت    ایں ترقی بہر استاد تو زیبا کردہ است

لفظ 'حیثیت' برائے وضع و اسلوب آمدہ    نے بجائے علم مخدوم من املا کردہ است

چوں سروکارے تعلیم آغا ندارد زیں سبب    لفظ حیثیت' بجائے 'علم' املا کردہ است

پاسخ اشباع کاف صدر میدارد سند    ہیں دواویں کرترا در دل شکے جا کردہ است

لیک ایں اشباع از تو نیز میخواہد سند    "کز عجیب و معترض کہ کاربیجا کردہ است"

ماورائے 'کاف' ایں پیکار 'لفظ کار' تو    دقت طبع رسائے تو ہویدا کردہ است

چوں مضاف آمد 'سخنداں' 'باجہاں' پس قیم چیست    کو دراں معنی استغراق پیدا کردہ است

اے فدا چشم ظاہر بیں اگر باشد چہ سود    کور باطن چوں ترا ایزد تعالیٰ کردہ است

با وفور شوق میخوانم کنوں مدحش کہ او    پارسی با لہجۂ بنگالہ انشا کردہ است

شعر اول در کلام او تماشا کردنی ہست    من فدائے او چساں تقریر زیبا کردہ است

"مولوی باقر علی باقر تخلص قطعۂ    در جواب قطعۂ ایں بندہ انشا کردہ است

لفظ "ایں بندہ" چہ خوش بستہ است در شعر خودش    لہجۂ بنگالہ را نیکو ہویدا کردہ است

لفظ 'بن بندہ' بضم 'با' چو دارد بر زبان    ہمچناں در نظم زیبائے خود املا کردہ است

بیخرد اندر لغت دشنام کردن نامدہ    کیست آں خواجہ حسن کو جایز آنرا کردہ است

معنیٔ سروا نمودن 'بہر مطلع گفت خوش    پاسخ آں باز کردن وہ چہ انشا کردہ است

در جواب خود مع التکرار لفظ با نوشت    در خطاب مولوی باقر چہ ایما کردہ است

"زاں' فصاحتہائے او را نم سخن در چند شعر"    ایں چنیں جائے دگر در قطعہ املا کردہ است

لفظ 'زاں' در مصرعش بیکار و مہمل اوفتاد    از فصاحتہا چرا اینجا نہ انشا کردہ است

باز گوید من کنم تحسین بر باقر کہ او    "فقرہ از جوش فصاحتہائے خود وا کردہ است"

دفتر از جوش فصاحت وانمودن پر غریب اندریں فک اضافت از چہ آیا کردہ است
گر نگفتے ایں چنیں پس شعر او بودے فصیح دفتر جوش فصاحت ہاے خود را کردہ است
معترض در نظم زیبائے خرد ایں یک شعر نغز با فصاحت از رہ ایراد املا کردہ است
لفظ واحد را بجاے جمع آوردن چرا ایں چنیں جا ہا چہ نقطے را تقاضا کردہ است
در کلام مدعی ایں جا تباین بنگرید بہر جا ہا لفظ واحد را چہ املا کردہ است
یک بیک تبطیل و موزوں شعر و لفظ کو کند آں دگر فقرہ کہ ایں ہادی تماشا کردہ است
غیر ازیں ہم اے سخن سنجان تماشا کردنی ست مدعی ہر آنچہ در نظم خود انشا کردہ است
خامۂ جادو طراز شاعر یکتا 'امیر' آنکہ در اقلیم معنی داوریہا کردہ است
از رہ انصاف یا الفاظ نیکو قطعۂ در ثنائے ساکن بنگالہ انشا کردہ است

پاسخ ایراد من اکنوں نباشد از فدا
اے سخن ہر آنچہ بروے خامۂ ما کردہ است

---

قطعۂ من نتائج طبع دبیر بے نظیر منشی محمد امیر صاحب
متخلص بہ 'امیر' رئیس لکھنؤ سلمہ اللہ تعالی
و ارتقاہ علی مدارج الاعلی کہ از اودہ اخبار نقل نمودہ شد

بلا تعلی مضموں لکھے ہیں چند اشعار یہاں مبالغۂ شاعری نہیں درکار
عجب وقائع حیرت فزاے عالم ہے سنیں پسند کریں مالک اودہ اخبار
ہوا ہے مستعد جنگ نظم بنگالی ہوتی ہے غالب و مغلوب میں عجب پیکار
جواب ان کا لکھا پارسی قیامت کی کہاں یہ سنگ رخام و کہاں در شہوار
یہ کھانے والے ہیں دن رات سکتی مچھلی کے عفونت ان کی زباں سے نہیں گئی زنہار
خرابی ان سے ہوئی اردوے معلی کی چلم کو کہتے ہیں یہ کولکی خدا کی مار
سیاہ قلب کا مضموں سحر ہے سلہٹ کی پناہ دے نہ اسے تیغ حیدر کرار

سپاہی زادہ کا اوس نے جواب خوب لکھا    کہ میرا دادا تھا نادر کی فوج کا سالار

کسی کے جد کو بتاوے جو کوئی اپنا جد    کبھی دروغ کو ہوتا نہیں فروغ اے یار

وہ اپنے جد کا بتائیں خطاب سرداری    میاں گلنجفہ تھے کون نادری اسوار

بغیر نام و نشاں کس طرح یقین آوے    خلاف محض یہ جد جدید کا اظہار

یہ اون کے اب جد فاسد کی بگڑی ہے ابجد    بتائیں وہ کوئی نام اس مقام پر زردار

اسی طرح سے کلام ان کا سب ہے مصنوعی    دروغ نظم سے کیوں کر نہ ہو جہاں بیزار

رقم کیا ہے جو ہر جا کی جا یہ اب جا جا    یہ جا جا کون مرض کی دوا ہے اے بیمار

صحیح فارسی میں ہم نے مارا ہے جا جا    فصاحت اوس کی تکلم میں ہے بہت دشوار

زباں بریدہ بگنجے نشستہ صم و بکم    خموش رہنا ہے اون کے لیے بہ از گفتار

خدا گواہ کہ اب عافیت اسی میں ہے    وگر نہ اون کے لیے ہوگا مضحکہ بسیار

امیر نے رہ گم کردہ کو ہدایت کی    اونہیں یہ چاہیے اس بات کے ہوں شکر گزار

سنو بیان اسد اللہ خان غالب کا    زمانہ اون کے حسب اور نسب سے واقف کار

خطاب یافتہ ہیں وہ رئیس دہلی کے    زمیں سے تا بہ فلک حسن خاندان اظہار

وہ اپنے عصر کے خاقانی و ظہوری ہیں    نظیر اون کا جہاں میں کہیں نہیں زنہار

سخن کی داد ملے زندہ ہو جو فردوسی    کلام اون کا وہ نام خدا ہے باغ و بہار

وہ نظم حضرت غالب جہاں میں غالب ہے    انہیں کے قول پر آفاق کا ہے دار و مدار

اساتذہ میں یہاں ناسخ جہاں منسوخ    انہیں سے طالب اصلاح شاعران دیار

زمانہ ہم کو بھی کہتا ہے منصف الدولہ    فہیم شعر ہیں البتہ شاعری دشوار

لکھا ہے ہم نے بھی ایک مختصر جہاں آشوب    کہے ہیں اوس میں قلمبند ہفت صد اشعار

جو سرگذشت کہیں کی نئی سنی لکھی

لکھا امیر نے یہ واقعہ بھی آخر کار

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب تحریر میر آغا علی صاحب شمس لکھنوی مطبوعہ اودھ اخبار مورخہ ۲۵ ماہ جون سنہ ۱۸۶۷ عیسوی معہ جواب اعتراض از نتائج طبع بلند آسمان پیوند شاعر بے نظیر دبیر جاد و تحریر جناب سید فخرالدین دہلوی سخن تخلص تلمیذ و نبیرۂ حضرت شہنشاہ اقلیم معانی مہر سپہر سخندانی جناب نجم الدولہ دبیرالملک نواب اسداللہ خاں بہادر نظام جنگ غالب تخلص اعلی اللہ تعالیٰ درجاتہ -

الحمد للّٰہ الذی نور قلوبنا بنورالایمان - والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل رسل محمد نزل علیہ القرآن و علیٰ آلہ المطہرۃ و اصحابہ الہررۃ الاتقیاء معدن الجود والاحسان -

اما بعد ارباب فضل پر مخفی نہ رہے کہ انسان کو براہ تعلی بے ضرورت اظہار اپنے حسب و نسب کا اپنی زبان سے زیبا نہیں تحریر میں اپنی علمیت کا اعلان اور براہ تعصب کسی کے مذہب پر طعن ہرگز روا نہیں - بقول شخصے "مشک آنست کہ خود بوید نہ کہ عطار گوید" - مگر چونکہ پہلے میاں شمس کی جانب سے ہدایت ہوئی اس لیے اس کے جواب کی مجھ کو بھی توفیق اور ہدایت ہوئی - ان کو اگر اہل دہلی پر اعتراض اور اپنی ہمہ دانی کا غرور ہے تو ادھر بھی جواب شافی دے کر آگاہ کرنا ضرور ہے —

سنیے جناب آغا علی صاحب کہ نام میرا سید فخرالدین حسین تخلص

میرا سخن - دہلی میرا مولد - لکھنؤ میرا مسکن - حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہوں اہل سنت و جماعت ' چشتیہ ' طریقہ 'سلسلہ' قادریہ میں بیعت مذہب حنفی حضرت غالب مدظلہ العالی کا نواسا اور شاگرد ہوں - شمس اور قمر میرے بھی دو تلمیذ رشید ہیں ان کا اوستاد ہوں اگر آپ نے علم صرف و نحو اور فارسی کا قاضی محمد صادق خاں اختر سے پڑھا تو میں نے بھی علم عربی کا حافظ عبدالرحمن مغفور اور مولوی محمد علی صاحب دہلوی سے حاصل کیا - اگر آپ شاعر اور منشی ہیں تو میں بھی اس فن میں کامل اور خوش بیان ہوں - آپ نے چند غزلیں کہی ہوں گی میں صاحب دیوان ہوں اگر آپ کو ریاضی اور تاریخ گوئی میں دخل ہے تو میں بھی جانتا ہوں آپ کو کب مانتا ہوں آپ کو انہیں چند علوم میں وقوف حاصل ہے مجھ کو آپ سے زیادہ علم فقہ اور تفسیر اور حدیث میں استعداد کامل ہے آپ اگر بے نظیر ہیں تو میں بےعدیل ہوں - آپ اگر لکھنؤ میں خوش باش ہیں تو میں وکیل ہوں آپ کو اگر اپنی زبان دانی کا دعوی ہے تو ایسی زبان دہلی کے عوام‌الناس بولتے ہیں لکھنؤ کے فصیحوں کا دم بند کرتے ہیں وہاں کے شعرا پر ازراہ اعتراض زبان کھولتے ہیں 'لکھنؤ' کے افصح الفصحا مرزا رجب علی بیگ صاحب سرور تخلص نے کتاب فسانۂ عجائب تالیف کی میں نے سروش سخن ان کے جواب میں تصنیف کی وہ بمطبع ممدوح جہان شفیق و مکرم مخدوم و معظم جناب منشی نولکشور صاحب کے چھپ گئی بغور تامل ملاحظہ کیجیے انصاف کو ہاتھ سے نہ دیجیے - 'آپ' نے اپنے بزرگوں سے سنا ہوگا کہ میرے اجداد امجاد حضرت سید شاہ خواجہ حسین اور خواجہ حسن اور شاہ قطب اعظم قدس اسرار ہم نے حسب

خواهش و اصرار نواب آصف الدولہ مرحوم لکھنؤ میں سکونت اختیار فرمائی باوجودیکہ اختلاف مذہب تھا اور روز مرہ کی ملاقات تھی مگر مذہب کی گفتگو کبھی کسی کے زبان پر نہ آئی - 'دھلی میں تو آپ کے مذہب کے لوگ خال خال تھے مگر لکھنؤ میں اکثر فارغ البال تھے رستم نگر محمود نگر فرنگی محل یہ دو تین محلے لکھنؤ کے اہل سنت و جماعت سے آباد تھے زمانۂ سلطنت میں بھی کوئی ہم لوگوں سے آنکھ نہ ملا سکتا تھا سب مطیع و منقاد تھے اب کہ سرکار دولت مدار ملکہ معظمہ دام اقبالہا کی عملداری ہے قانون تعزیرات ہند جاری ہے باوجود اس کے آپ نے بڑی جرأت کو کام فرمایا کہ آپ نے اپنی تحریر میں اہل سنت و جماعت پر مذہبی طعن کیا دفعہ تعزیرات ہند کا مطلق خیال نہ آیا ابھی جو کوئی بر سر پر خاش آے تو حضرت قافیہ تنگ ہو جائے - طرفہ تر یہ کہ صاحب صحیفہ اکمل الاخبار کے جواب میں آپ نے بہت زور شور کی تحریر سے اس بیچارے پر ایک جرم قائم کیا اور یہ نہ سمجھے کہ اس تحریر سے وہ جرم آپ پر عاید ہوا - 'یعنی' پہلے تو آپ نے حضرت محل مادر برجیس قدر کی سرداری سے انکار کیا پھر علی الرغم صاحب صحیفہ اکمل الاخبار بتکرار اس کی اورنگ نشینی سے اقرار کیا اور حکومت اس باغیہ کی مثل حکومت سرکار ملکۂ معظمہ دام اقبالہا کے سمجھی - 'دوسری تقریر کا آپ کے خلاصہ یہ ہے کہ شاہ دھلی کے جو خارج ہونے کا خیال ہے اس کا سخت ملال ہے - اس سے ثابت ہوا کہ آپ کو بھی بحکم باغیہ کے خارج ہونے کا بہت الم ہے 'انتہا' کا غم ہے - کہ آپ کے نواب کسی زمانے میں جس کے نمک خوار تھے اس کو اپنے مقابلے میں حضرت مٹیا پھوس بنایا صاحب اخبار کو جہلا کے یہ فقرہ سنایا تھا 'آپ کی' طرز تحریر سے آپ

کے دل کا مطلب خوب سمجھے مگر ہم اس کے اظہار کو اس مقام میں معیوب سمجھے - 'آپ کے' اوستاد قاضی محمد صادق خاں اختر کو اوڑ تو میں کچھہ کہہ نہیں سکتا مگر اتنا کہوں گا کہ وہ اہل زبان نہیں کلام ان کا مشہور جہاں نہیں 'شیخ' مہدی علی خاں ذکی اور دوسرے لالہ جی اشکی جن کو آپ نے ملک الشعرا کے خطاب سے سرفراز فرما کے اپنا اوستاد قرار دیا ہے ان کو تو سوائے آپ کے اور کوئی بھی نہیں جانتا وہ ہیں تو کیا ہیں جنہیں کوئی نہیں پہچانتا - اور 'کیوں صاحب وہیں کے کہلاتے ہو دہلی اور ساکنان دہلی پر منہ آتے ہو پھر دہلی کے نہیں تو لکھنؤ کے ہو ٹانڈہ کے ہو یا مئو کے ہو - 'اگر لکھنؤ' کی تمہارے پاس سند ہے تو سنو لکھنؤ اور کوفہ ہمعدد ہے کوفی لایوفی مثل مشہور ہے لکھنؤ کا اپنے تئیں کہو تو یہ تمہاری دانشمندی سے دور ہے - 'خیر تم' کہیں کے ہو اس سے کچھہ مطلب نہیں مگر ہم تو دہلے والے شاہ جہاں آباد کے ہیں اور شاگرد ایسے استاد کے ہیں جن کا تم کلمہ پڑھتے ہو جن کے کہلاتے ہو شرم نہیں آتی اسداللہ خاں غالب سے لڑتے ہو ان پر منہ آتے ہو - 'خدا کی' قدرت شاہ جہاں آباد اور تمہاری تھو جنا کا نشانہ ہونے کا دعویٰ اور اس قدر تجاہل عارفانہ 'اب' اگر چھیڑا ہے تو ابتدا سے چلیے - 'دہلی' میں اردو زبان کی بنیاد ہوئی وہیں سے یہ ایجاد ہوئی 'دہلی میں صدہا اولیائے کرام اور بزرگان دین مدفون ہیں جن کے اب تک تعرف ہوجاتے ہیں - 'لکھنؤ' میں سوائے شاہ مینا صاحب کے اور بھی کوئی حضرت نظر آتے ہیں - 'دہلی' میں علما ایسے ہوئے کہ جن پر آپ کے مجتہدوں نے خار کھایا ہندوستان میں ثانی ان کا نظر نہ آیا - 'دہلی' میں ایسا زبردست شاعر ہوا جس کو آپ کے ناسخ وغیرہ سب

مانتے تھے اپنا استاد جانتے تھے اس میں اہل لکھنؤ تو کس طرح گنجائش تقریر نہیں کیونکہ خود کہہ گیا ہے ع —

آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

اور میرے استاد جنکا ہندوستان سے ایران تک نظیر نہیں ان کو تو بھلا کب مانوگے زیادہ کہوں گا تو دشمن جانوگے سچ کہتا ہوں جو تمہاری تحریر دیکھتا ہے لاحول پڑھتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ یارو ع —

مینڈکی کو بھی لو زکام ہوا

یہ جو مثل مشہور ہے وہ اس جگہ صادق آئی قدرت حق کا ظہور ہے جن کا ہند میں آج تک کوئی نہ مقابل ہوا آپ کا کلام میاں شمس کے اعتراض کے قابل ہوا اور وہ بھی کون میاں شمس کون زہرہ اور مشتری دو رنڈیوں کے اُستاد - جن کا کلام سوائے ایک غزل کے کسی نے سنا نہیں فارسی کیسی اردو کا دیوان بھی کسی نے دیکھا نہیں پس اگر شاعری کا دعوی ہے تو کوئی کلیات فارسی کوئی دیوان اردو تین ہی جزو کا چھپواؤ ذرا ہم کو دکھاؤ پھر مناظرہ کا مزہ دیکھو اور اگر یوں ہیں اندھا دھند نہتے لڑوگے تو منہ کے بل گر پڑوگے زک اٹھاؤگے جاہلوں میں شمار کیے جاؤگے - سنکنانے دہلی کی وضع پر ہنستے ہو پھبتیاں کہتے ہو آوازے کستے ہو معلوم ہوا کسی بانکے جوان والے نے تمہارے کان کا میل نکالا جو اہل دہلی کو کان میلیا بنایا سلائی ذرا گہری چبھوئی جو ایسا کلمہ زبان پر آیا - دوسروں کی پگڑی کیا تکتے ہو پہلے اپنی ٹوپی تو سنبھالو تم پہلے کہہ چکے تو اب ہم سے سنو کہ لکھنؤ کے خواص و عوام وضیع و شریف ادنی اور اعلی ہندو مسلمان شیخ سید مغل پٹھان اکثر ڈاڑھی منڈواتے ہیں یعنی جانو زنانی اُدرک معلوم ہوتے ہیں سب امرد نظر آتے ہیں کہتے

ہو کہ دلی والوں کو پکڑنے کی عادت ہے میں کہتا ہوں لکھنو والوں میں یہ علت ہے یاد رکھو جو گومتی میں نہایا اوسنے ماہوں کا لقب ضرور پایا اب تم ہی انصاف سے کہو کہ گومتی کہاں ہے ہم تو جمنا جانتے ہیں دہلی میں یہی دریا رواں ہے —

سخندان جواب است این نہ جنگ است کلوخ انداز را پاداش سنگ است

اور یوسف مرزا صاحب دہلوی نے جو چوپٹیا کے لفظ پر اعتراض کیا تمہارا جواب یہ ہے کہ چورتیا کی دلیل سے چوپٹیا کہنا درست ہے میں کہتا ہوں کہ محلہ کے نام کے لیے یہ کلیہ آپ کا محض غلط اور یہ تقریر نہایت سست ہے - دو گلوان محلہ جو لکھنو میں واقع ہے اس کو بحذف نون دو گلوا کیوں نہیں کہتے پنچ بھونکا دوسرا محلہ جو ہے اسے پنچ بھیا کیوں نہیں بولتے - علاوہ اس کے چورتیا علم نہیں ایک چیز کی صفت ہے اور الف اس کے آخر میں فاعل کی علامت ہے معنی اس کے یہ ہیں کہ بات چار رتیوں والا جیسے لکھنوی میں حرف یا علامت فاعل کی ہے یعنی لکھنو کا رہنے والا - گویا گانے والا - طبلچی طبلہ بجانے والا - بخلاف اس کے چوپٹیاں کہ نام ایک محلہ کا ہے اس میں نون کا حذف سراسر نا روا ہے آپ لکھتے ہیں کہ تفاں فلصی اور پتھرہ کو پیتر مطجن کو مطر نجن نہ جاؤ کو مت جاؤ یہ سب الفاظ مستعمل سکنائے دہلی ہیں فقط - ان مبلہ زوریوں کا میرے پاس کچھہ علاج نہیں واللہ ایسا مہمل اعتراض کیا ہے کہ مطلق جواب کا محتاج نہیں یعنی اول تو یہ بات محض غلط ہے اور اگر بالفرض تسلیم بھی کی جاے تو پہلے میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ محاورہ اور روز مرہ کی سند شاعروں کے کلام سے ہوتی ہے یا اس کی گرفت صرف بول چال سے عوام کے ہوتی ہے اگر یہی

ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ لکھنؤ کے لوگ تخت کو تخت اور سخت کو سخت اور کمبخت کو کمبخت بضم خاے معجمہ اور سبز کو سبز اور سرخ کو سرخ بفتح ثانی اور حاضر صیغہ فاعل کو حاضر بفتح ضاد اور دروازہ کو دروزہ بتشدید زاء معجمہ اور بازار اچھا ہے کو بازار اچھی ہے اور فکر کو مذکر کیوں بولتے ہیں اگر بولتے ہیں تو دوسروں پر کیوں لب کھولتے ہیں اپنے تہلت کو چھپانا اور دوسروں کی بھلی چنگی آنکھہ میں پھلی بتانا یہ از راہ حد نہیں ہے تو کیا ہے اس کو اعتراض نہیں کہتے اس کا نام سودا ہے - مومن مرحوم کا مصرع —

وہ شوخ گرم گرم ہو آکر چلا گیا

اس پر آپ نے از راہ ظرافت اعتراض کیا اور حسن معنی سے اُس کے اغماض کیا اگر چلا گیا ہے تو گھبرائے کیوں - میرے اوستاد کے کلام کو سمجھہ نہ سکے - غالب مدظلہ'

نقش فریادی ہے کس کی شوخیء تحریر کا کاغذی ہے پیرھن ہر پیکر تصویر کا

مصرعہ آخر پر دو اعتراض مہمل کیے ایک یہ کاغذی پیرھن محاورہ فارسی کا ہے اردو میں اس کا لانا ناروا ہے اس کے جواب میں دو شعر آپ کے اوستاد قاضی محمد صادق خاں اختر کے لکھے جاتے ہیں غور کیجیے معہ شرح معرض تحریر میں آتے ہیں - اختر —

وائے بیرحمی کہ تو برزدہ دامن گذرا اُس جگہ کہ جہاں عاشق کا تیرے مسکن تھا

اختر —

ہے بزم میں کس کے رخ پر نور کا جلوہ جو شمع کا انگشت تحیر بدھاں ہے

اب فرمائیے کہ برزدہ دامن اور انگشت تحیر بدھان محاورہ فارسی کا ہے یا اردو کا اگر فارسی محاورہ اردو میں ناجائز تھا تو کیوں لکھا - دوسرا

اعتراض آپ یہ فرماتے ہیں کہ ہو کا لفظ تعمیم کے ساتھ یہاں نا درست ہے۔
میں کہتا ہوں یہ تقریر بھی آپ کی سست ہے۔ تصویر کا اطلاق علی العموم
کاغذی تصاویر پر ہے نہ سنگی اور گلی بتوں پر۔ تصویر کھینچنا سب
شاعروں نے باندھا ہے تصویر بنانا کسی نے نہیں لکھا ہے۔ علاوہ اس کے
لفظ نقش اور تحریر کا صاف اس بات پر دال ہے کہ پیکر تصویر کاغذی
اسکاد کا مقصود ہی مآل ہے۔ ماشاءاللہ ابھی تک آپ سے بے اعراب الفاظ
صحیح نہیں پڑھے جاتے۔ ارقام بالفتح کو ارقام بالکسر پڑھتے ہو لفظ کے
معنی بھی سمجھ میں نہیں آتے۔ سنو صاحب ارقام بفتح اول جمع رقم
کی ہے جیسے اقسام جمع قسم کی ہے سبحان علی خان لکھنوی نے اپنی
مکتوبات میں اس لفظ کو کئی جگہ لکھا ہے اس کو چاہو بالفتح پڑھو
یا بالکسر یہ اختیار تمہارا ہے۔ مادہ کے لفظ پر کس قدر نازاں ہو سارا
دیوان دشمنی کی نظر سے چھان ڈالا بڑی جستجو سے یہ ایک لفظ نکالا
معلوم ہوا عربی میں استعداد کم ہے جو الفاظ صحیح پر اس قدر ستم ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ مادہ بروزن موکل صحیح ہے فقط۔ اعتراض کرنے پر
جان دیتے ہیں مگر کسی استاد کا اردو یا فارسی شعر نہیں لکھتے نہ کسی
لغت کا نشان دیتے ہیں دعوے بے دلیل اور بیجا بحث پر ناحق اس قدر
کد ہے آپ ناواقف ہیں تو ہم سے سنیے کہ مادہ بروزن جارہ صحیح ہے
اور اصل اس کی مد ہے بفتح اول بمعنی کشش آب و آب سیل و افزونی
آب و کشیدن و در کمراہی فرو گذاشتن و دراز شدن چیزے و مہلت دادن
واندا ختن نظر بسوے چیزے و اصل چیزے "اس" روے مادہ مدد امداد
مدید مدد و مواد ان سب کا ماخذ وہی مد ہوا آپ کا اعتراض رد ہوا
مادہ صیغہ مبالغہ کا ہے اور مصدر بھی ہوسکتا ہے اور مادہ بفتح دوم نہیں آیا

ہے اور نہ کسی شاعر نے لکھا ہے - میرے کہنے کا یقین نہ ہو تو صراح ملاحظہ کیجیے خاطر عاطر کو تسکین دیجیے - اور استاد کا مصرع ناف زمین ہے یہ نہ کہ نات غزال ہے اس میں تو صریح کاتب کی غلطی ہے کیونکہ نہ اور یہ تجنیس خطی ہے ایک کو اوس نے لکھا دوسرے کو بھول گیا پھر کہتے ہو کہ میں نے حضرت غالب کی غزل پر غزل لکھی طبع آزمائی کی واللہ غضب کرتے ہو کہ ایسے مہمل اشعار کی داد طلب کرتے ہو معلوم ہوا طبیعت دار ہو ذہن کے چالاک ہوشیار ہو چند روز میں سعدی علیہ الرحمہ کی گلستان کا جواب کہوگے اور اگر کچھہ جی میں آےگا تو تھوڑی عبارت عربی کی لکھہ کے قرآن شریف کے آخر میں لگادوگے - اللہ بخشے جناب مولوی سید محمد صاحب مجتہدالعصر لکھنوی نے انتقال فرمایا مجھہ کو نہایت عجب ہے کہ آپ کے مذہب کے علما نے آپ کو اپنا مجتہد کیوں نہ بنایا پھر اگر آپ کو غزل پر غزل کہنے کا شوق ہے تو میں اپنی دو غزلیں اس کے ذیل میں لکھتا ہوں آپ ان غزلوں کے جواب میں دو غزلیں تحریر فرما کے میرے پاس بھیج دیجیے مجھہ کو ممنون منت کیجیے ناظرین ان غزلوں کے مشتاق رہیں گے اگر جواب نہ لکھیے گا تو خدا جانے کیا کیا کہیں گے :—

غزل سخن دہلوی

یار بھی کرتا ہے تقریر سحاب و آئینہ　　اے خوشا اقبال و توقیر سحاب و آئینہ

قطرۂ افشاں کا کل مشکیں رخ پر نور پر　　صاف دکھلاتی ہے تصویر سحاب و آئینہ

اک نظر دیکھو جو دونوں کی طرف اے شاہ حسن　　معجزے دکھلاے تنویر سحاب و آئینہ

میں ہوں عاشق زلف و رخ کا میں سدو نگارات دن　　میرے آگے کیجے تقریر سحاب و آئینہ

آہ مجھہ عاشق کی اور تیری نگاہ بے پناہ　　اے پری پیکر یہ ہیں تیرے سحاب و آئینہ

میرا رونا ان کی حیرت سیر کا ہے یہ مقام　　دیکھہ لو اک جا ہے تصویر سحاب و آئینہ

ہیں اسیر زلف و گیسو اور رخسار صنم برق اور جوہر ہیں زنجیر سحاب و آئینہ

دل میں ہے ہر دم خیال اوس زلف و رخ کا اے سخن
ایک جا کھینچی ہے تصویر سحاب و آئینہ

ولہ

نکلا ہے خط یار برنگ پر طاؤس ہے مملکت حسن بچنگ پر طاؤس

داغوں سے جو یہ غیرت گلزار بنا ہے رکھتا ہے مرا دل سر چنگ پر طاؤس

وہ مرہم زنگار ہے اس زخم جگر پر اڑ جاے جسے دیکھ کے رنگ پر طاؤس

ہے عشق حسینوں کا ہر ایک بات حسیں ہو ہو داغ بھی دل پر تو برنگ پر طاؤس

وہ زخمی و مجبور ہوں کھل جاتا ہے اکثر ہے پاس بھی رہنا مجھے ننگ پر طاؤس

یاد آتا ہے جب مجھکو خط سبز پریرو
لگتا ہے سخن دل میں خدنگ پر طاؤس

ناظرین پر واضح ہو کہ ضمیمہ اودھ اخبار نمبر ۲۶ مورخہ ۲۵ ماہ سنہ ۱۸۷۶ عیسوی ۱۰ اگست سنہ مذکور کو میرے ملاحظہ میں در آیا - میر آغا علی صاحب شمس کی تحریر دیکھی دل بھر آیا جیسا لکھا تھا ویسا جواب پایا تکلموا الناس علی قدر عقولہم کی رعایت کی گئی زبان اردو میں تحریر عبارت کی گئی اب صاحبان مالک کل اخبار خصوصاً صاحب صحیفہ اکمل الاخبار کی خدمت شریف میں عرض ہے کہ براہ مہربانی اس تحریر کو درج اخبار فرماویں مجھکو ممنون منت کریں اور اپنے احسان سے زیربار فرماویں الامہ بس باقی ہوس —

راقم فقیر مذنب

| سخن دہلوی سنہ ۱۲۸۴ |
| --- |
| سید فخرالدین حسن |

قطعۂ تاریخ ولادت فرزند سعادت مند نور چشم عزیز دلہا برادرم مرزا محمد عسکری اعطاءاللہ عمرہ وزاد قدرہ ولد حضرت عمو صاحب مدظلہ چکیدہ خامۂ عجزطراز کمترین سید فخرالدین حسین دہلوی سخن تخلص کہ از ہر مصرع قطعہ مادۂ تاریخ مختلف سنین یعنی سنہ ہجری وفصلی وعیسوی برمی آید وہم بصنعت توشیح از ہر مصرع اگر اعداد حروف جمع نمایند سنہ ہجری پیدا شود - خدائے توانا مولود مسعود را پیش ابوین بعمر طبعی رساند بجاہ محمد وآلہ الامجد وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین —

## قطعۂ تاریخ

| | | | |
|---|---|---|---|
| ح | حضرت عمو بگرامی حسب | ی | یافت چو فرزند وقرب صمد |
| ۸ | سنہ ۱۸۶۷ عیسوی | ۱۰ | سنہ ۱۲۸۴ ہجری |
| ش | شکر خدا آنکہ بگوید بدل | ن | نعمت کونین بحق در رسد |
| ۳۰۰ | سنہ ۱۲۷۴ فصلی | ۵۰ | سنہ ۱۲۷۴ فصلی |
| آ | آنکہ شدہ شاد بلا تقنطوا | ب | پیش خدا برہمہ اعلا بود |
| ۱ | سنہ ۱۲۸۴ ہجری | ۲ | سنہ ۱۲۶۴ ہجری |
| م | مژدہ بفرخ چو بجاں وارسید | م | مثل ہوائے کہ زگلشن رسد |
| ۴۰ | سنہ ۱۲۸۴ ہجری | ۴۰ | سنہ ۱۲۸۴ ہجری |
| د | دست بفرقاں زدم از بہر فال | ہ | ہست نظامش زکلام احد |
| ۴ | سنہ ۱۲۷۴ فصلی | ۵ | سنہ ۱۸۱۷ عیسوی |
| ف | فال زہے بود نکو بافلی | ی | یعنی بدنیا وجہاں برخورد |
| ۸۰ | سنہ ۱۲۸۴ ہجری | ۱۰ | سنہ ۱۲۸۴ ہجری |
| ب | باعث نور بصری آں صبی | ف | فخر جہاں باد برب صمد |
| ۲ | سنہ ۱۲۸۴ ہجری | ۸۰ | سنہ ۱۲۸۴ ہجری |

ع　خامۂ معجز رقم ای سخن　　م　مصرع تاریخ عیاں میکند
۹۰۰　　　　　　　　　۴۰　سنہ ۱۸۹۷ عیسوی

ب　بلدۂ تو پیش بدر یا رؤف　　ی　یکصد و دس سال بعشرت زید
۲　سنہ ۱۲۸۴ هجری　　　۱۰　سنہ ۱۲۸۴ هجری

سنہ ۱۲۸۴ هجری

واضح هوکہ مادۂ تاریخ میں اگر ایک عدد کی کمی یا بیشی هو تو استادوں نے اس کو جائز رکھا ہے مگر اس سے زیادہ هونا نا زیبا ہے —

بسم الله الرحمن الرحیم

جواب تحریر اردو مهر آقا علی صاحب - شمس تخلص - از نتائج افکار افصح الفصحا و ابلغ البلغا جناب مولوی سید محمد باقر علی صاحب - باقر تخلص - تلمیذ حضرت ملک الشعرائے ایران و هند جناب نواب اسدالله خان بهادر نظام جنگ - غالب تخلص - مدظلال جلاله —

هر نکته سنجان معنی رس و دقیقه شناسان پاک نفس مخفی و محتجب مباد و درین جزو زمان که از علم و فضل عموماً رسمے واز فن معنی و بلاغت خصوصاً نشانے نمانده است الا ماشاالله - چنانکه اعلم علماے بلاغت و معنی سعدالدین تفتازانی طاب ثراه و جعل الجنته مثواه در عنوان مختصر ارشاد فرماید آن هذاالفن قد نضب الیوم ماءه فصاد جدالابلا اثر و ذهب رواه فعاد خلافا بلا ثمر حتی طارت بقیة آثارالسلف اوراج الریاح و سالت باعناق المایا تلک الاحادیث البطاح - پس این زمان که علی موالد هور والاعصار از آن زمان خلعت وجود در برکشیده در کساد سلعه الفضل والکمال الوق واز ید خواهد بود اکثر کم مایگان قلیل البضاعت را شعار و دثار خیان گردیده که براکابر واعیان که علم و کمال شان مسلم الثبوت زمان و زمانیان و فضل و بلاغت آنان مشهور نزدیک و دور جهانیان باشد لب اعتراض کشایند و کمال حدت فهم و حذاقت ذهن خود شان را روبروئے عوام کالانعام وانمایند و مورد التحسین و آفرین شوند صدائے احسنت

و مرحبا از زبان سوقیاں شنوند و حال آنکه دامن عظمت و جلال و پیراہن علم و کمال آں حضرت از آلودگی فہم و نقصان منزہ و مبرا است و گلشن دانش و حدیقۂ فضیلت آں عالی منزلتاں خالی از خار و خس شک و اعتراض بودہ علی وجہہ الکمال سرسبز مطرا است و منشائے آں جز ہوائے شہرت و بر آوردن نام در میانۂ جہلا و عوام دیگر نمی باشد مگر بحضور علما و خواص معاملہ بالعکس میشود کہ غیر از خجیت و کاہت و خذلاں بحصول نمی انجامد ۔

علامت بیں کہ ہر سنگے کہ جست از تیشۂ فرہاد
ہوا می گردد وہم بر سرے فرہاد می آید

فاعتبروا یا اولی الابصار —

تفصیل ایں اجمال و توضیح ایں مقال آنکہ در اودہ اخبار نمبر ۲۱ مورخہ ۲۵ ماہ جون سنہ ۱۸۹۷ ع قصۂ عبرت خیز و ماجرائے وحشت انگیز بمطالعہ در آمد یعنی بے حیثیتے فقید الاستعدادے ہمہچدانے کیچ مچ زبانے ژاژ خائے ہرزہ درائے خود نمائے بیہودہ سرائے بیراہہ خرام دیجور صفت شمس نام مصداق - بالعکس نہند نام زنگی کافور - زبان طعن و لب اعتراض بر اکمل شعراء ابلغ بلغا کشودہ است و عمایدِ دہلی و باکرام را کہ چشم فلک و گوش ملک دارالعظمی مثل آں در آفاق ندیدہ و نشنیدہ زیر خنجر جرح وقدح کشیدہ و از ہذیانات مجنونانۂ خود صفحۂ قرطاس را برنگ روے و دل خود سیاہ و تباہ نمودہ است ۔۔

ہر کہ را خواہد پردہ درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

خصوصاً درشان حضرت اسداللہ خاں غالب کہ غلغلۂ فصاحت و طنطنۂ بلاغتش از قاف تا قاف رسیدہ بل از کنگرۂ عرش بریں بالاکشیدہ و

فیلسوفہا چاپیدہ داد خروج و قساوت دادہ است —

تیر بلکہ آں سخن بسوے خود است تف بسوے فلک بروے خود است

ہر چند بدیہی است کہ خواب پریشاں را تعبیرے مہملات مختل الحواس را تاویلے نیست مگر چوں ایں ذرۂ بے مقدار کہ باقر علی نام و باقر تخلص دارد از خوشہ چینان خرمن آں آفتاب عالمتاب سپہر سخنوری یعنی حضرت غالب مدظلہ العالی است مصلحت آں ندید کہ از جوابات شافیہ اعتراضات ایں سرمست بادۂ استکبار خاموش باشد در رگ گردن ایں ہذیان سرا را کہ بدعوے معنی پروری بلند نمودہ است بہ نشتر تقریرات آبدار نخراشد ناگزیر بحکم ضرورت از جواب دیگر مطاعن و اعتراضات واہیہ ایں بے مغز خوفاً للاطناب قطع نظر نمودہ بجواب ایرادات کہ از راہ خوش فہمی بر حضرت غالب نمودہ بکمال اختصار پر داختہ آمد تا قاعد جہل او از منصۂ خفا علی رؤس الاشہاد جلوہ نماید و باللہ التوفیق وبیدہ از من التحقیق قولہ —

:— مطلع سر دیوان غالب ... ...

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا

کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

یہ شعر خلاصہ ہے خارج ہے حسن معنی کا خارج ہے اس واسطے کہ کاغذی پیرہن کا محاورہ فارسی میں جاری ہے (الی آخر مااقال) - ' ہر ' کا لفظ تعمیم کے ساتھ کلی و سنگی تصویروں کے واسطے واجب ہے - انتہی ' اقول ' دریں شعر دو اعتراض کردہ اول ایں کہ پیراھن کاغذی محاورۂ فارسیست ہر آئینہ ناجائز و دیگر ایں کہ پیرہن کاغذی برائے تصویر کاغذیست نہ برائے سنگی و کلی وغیرہ حالانکہ لفظ ' ہر ' برائے تعمیم است - اعتراض

اول از کمال سخافت و رکاکت مضحک طفلان تواند بود چہ ظاہر است کہ اہل اردو را در شاعری اتباع شعرائے فارسیست و اقتباس مضامین از فارسی می کنند و از این جہت است کہ چناں کہ معشوق شعرائے فارسی 'امارد و نو خطانند معشوق اردو گویان نیز سبزان نو خط اند لہذا باتباع فارسی تعریف خط و خال می کنند پس چوں اردو گویانرا در انداز سخن تقلید فارسیانست البتہ محاورۂ فارسی در اردو جائز خواہد بود ولا بالعکس و نظیرہ کثیر —

جواب اعتراض ثانی این کہ فہم کلام بلغا را ملاحظہ قراین و سیاق و سباق کلام ہم لازم است - ملاحظہ باد در مصرعۂ اول لفظ نقش و تحریر زیب رقم یافتہ پس بہ قرینۂ سیاق کلام در مصرع ثانی مراد نہ خواہد بود مگر تصویر کاغذی و لفظ 'ہر' در مصرع ثانی برائے کل تصویر کاغذی دال برعام مخصوص است - شیخ علی حزیں فرماید —

نصیحت گر دمےگرمی شنیدے دلبرخود را چرا وقف خرابی کرد ظالم کشور خود را

ظاہر است کہ اگر ملاحظہ معنی لفظ دلبر کے در مصرعۂ اولی واقعست نہ کردہ اید وقف خرابی کشور از کجا ثابت خواہد شد فافہم و تدبر —

قولہ غالب :- کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے

اس مصرع کا خلاصہ سخنوران ظریف کے نزدیک یہ خوب ہے کہ قایل اس کا ایک پر غالب ہے دوسرے کا مغلوب ہے —

اقول معترض کمال ظرافت وذکاوت را بکار برد و چنیں مضمون لطیف و اعتراض سخیف برآوردہ است فرحبا ثم مرحبا اگر لفظ ''آگے' و 'پیچھے' مستلزم ہمیں معنی است خیالیت شعری معنی ہذہ الکریمۃ اِن کان قمیصہ قد من قبل فصدقت وہو من الکذبین - وان کان قمیصہ قد

من دبر فکذبت وھو من الصدقین - بھلواوتو جروا —

قولہ عشق نے پکڑا نہ تھا غالب ابھی وحشت کا رنگ

اس مصرعہ کا مضمون مابون کے نزدیک خوش اسلوب ہے ساکنان دھلی کو دل سے مرغوب ہے —

اقول مضمون این مصرع مگر معترض راھم خوش آمد - اگر عسھی مضمون ازین لفظ مفہوم خدام ذوی الاحترام بحسب الف وعادت گردیدہ پس لفظ 'گر فتن' را کہ مترادف لفظ معترض علیہ جناب در فارسی است در شعر 'قتیل' کہ اوستاد الاستاد جناب اند چہ محمل خواھد بود ونقصے از کشمکش قتیل وپیر دانش رابچہ رو خواھد داد وھوھذا-قتیل -

با داغ جنوں گر رہ ویرانہ نگیرم آرام زسوز دل دیوانہ نگیرم

شاید انچہ از ترجمہ 'لفظ' گرفتن مفہوم معترض است ھماں معنیٔ مطلوب اوستاذ الاستادش ھم بودہ کہ این قدر از گرفتن ابا وانکار میکند وزار نالیھا می نماید —

قولہ غالب - ناف * زمیں ہے نہ کہ ناف غزال ہے

اعتراض اعلان نوں میکند —

اقول جواب این ظاھر است کہ لفظ 'یہ' کہ تجلیس لفظ 'نہ' است کاتبش مکرر فہمیدہ قلم انداز کرد ورنہ ھمچو غلط از مبتدی ممکن نیست چہ جا کہ رئیس المنتھین —

قولہ غالب - دے بدستور صورت ارقام

تمام ھندوستان سے کہتا ھوں کہ ارقام رقم کے معنی میں غلط ونا روا الی اخرہ —

---

* غالب مشکیں لباس کعبہ علی کے قدم سے جاں ناف زمیں ہے یہ نہ کہ ناف غزال ہے

اقول اول معنی این فقرہ ارشاد شود کہ "تمام ہندوستان سے کہتا ہوں" چہ معنی دارد بعد ازاں گوش باید کرد کہ 'لفظ ارقام' از باب افعال فی الواقع نہ آمدہ مگر این لفظ برالسنۂ خاص و عام جاریست مجتہد ثانی لکھنوی در تصانیف خود یعنی در بارقہ ضیغمیہ و مولوی سبحان علی خاں کنبوہ کہ معتقد علیہ معترض است در مکاتیب خود بنام نورالدین لفظ ارقام' راصدجا پیش آوردہ و در قدما ہم مستعمل - حکیم محمد ارزانی رحمتہ اللہ علیہ در قرابادین قادری در بحث حمیات لفظ 'ارقام' طرح نگارش دادہ فلیس الغالب فیہ متفردا و اگر بفتح اول جمع رقم خواندہ شود ہم قبحے ندارد —

قولہ	غالب - نہ کہوں ہو مادۂ سال عیسوی محفوظ

لفظ 'مادہ' حادہ وجارہ کے وزن پر لکھا یعنی میم کے بعد الف متحرک ہے اس کوسکون ساکن باندھا - الی آخر ما اتی بالتحقیقات الانیقہ —

اقول اعتقاد راقم آثم این کہ معترض بدین اعتراض بسیار بر خود چیدہ از فرط شادمانی در پیرہن نگنجیدہ باشد - نبض شناسان صحت الفاظ خدا را علاج خلل دماغ این مخبوط الحواس بفرمائید و بسر وقت این بیچارہ رسید کہ چہاھذیاں بر زبان می راند - عجب صد عجب کہ معترض در افتتاح کلام خود لوائے دعویٰ تمام علوم از صرف ونحو و منطق وحکمت وہندسہ ونجوم وریاضی و ادب و لغت وغیرہ بر افراشتہ و تمامی علمائے اعلام راکہ در علم خاص کوس لمن الملکی نواختہ اند درہماں علم استاد خود از راہ فخر و مباہات قرار دادہ باایں ہمہ بلند آہنگی از کوئے تحقیق لغات مشہورہ نابلد محض افتادہ 'مادہ' را بر وزن "میسر" و "موکل" صیغہ مفعول گفتہ - واضح باد کہ لفظ 'مادہ' بمعنی اصل

ہر چیز و سامان ترکیب و زیادت متصلہ بالف ساکن است نہ مفتوح زیرا کہ جمع آں 'مواد' مشدد بوزن مفاعل می آید پس باید دانست کہ 'مواد' مواد در اصل مواد وبر وزن مفاعل است 'مواد' 'و موائید' جمع 'مادہ' بعلیر بودن الف ساکن بعد میم صورت نمی بندد زیرا کہ قاعدۂ صرف ایں است کہ ہرگاہ الف قبل الف جمع مفاعل و مفاعیل افتد و اوشود چنانکہ ضوارب جمع ضارب وقواریرہ جمع قارورہ پس ظاہر است کہ اگر 'ماد' بفتح الف کہ آں در حقیقت ہمزہ است بودے جمع 'آں مئاد' بہمزہ قبل الف آمدے نہ 'مواد' و متوہم نشود کہ دریں صورت اجتماع ساکنین ناجائز لازم می آمد زیرا کہ قاعدہ اینست کہ ہرگاہ ساکن اول یائے تصغیر باید و ساکن ثانی مدغم و ریک کلمہ باشد اجتماع ساکنین جایز باشد چنانکہ در دابہ و خاصہ و خویصہ واقع است فافہم و تدبر و لاتکن من الجاہلین واعجباہ من ہذا القایل کہ بہ ہمیں مبلغ استعداد بر آسمان بلاغت حضرت اسداللہ خاں غالب زبان اعتراض میکشاید —

براں صاحب سخن رحم است صائب کہ دخلش منحصر در دخل بیجا است

'ثم الجواب - وہہنا اشرع فی بیئین بعض ہفواتہ تفریحا للقلوب و اظہاراً لبعض العیوب بحیث ینشط خاطرالناظرین و یہیج اشواق السامعین - فاقول -

در جواب سیاح داستان سگ خارشی نقل فرمودہ وانجہات یافتن نبی درسایہ عاطفت آں قحبۂ بازاری وعلو مرتبت آں زن بحسن عمل طعام دادن سگ خارشی مذکور نوک ریز خامہ فصاحت بار نمودہ است - ما میگویم کہ معترض ہم مصداق ہماں سگ خارشی است کہ خود را ایں طرف و آں طرف از برائے علوفہ انداخت و بہر شہر و دیار و کوچہ بازار برائے وجہہ معاش رفت وکسے پارۂ نان بل مشتے استخوان پیشش نکذاشت

آخر ملجاے ماواے خود خانۂ زهرۂ مشتری زنان بازاری را ساخته و مصارف اوقات و وظیفہ روزی خود زر محنتانہ این دولولیان شوم شهین کار نمودہ و علم اوستادی و اتالیقی این نوجهان نطعی پوهن معرکہ بهجهائی بر افراشت نعوذ باللہ من هذا الوقاحتہ آرے —

بے حیا باش هرچہ خواهی کن

و در محاورۂ ذوق ریختن انچہ ''از سہاح'' و مصنف' سند می خواهند و بقیاس اکتفا نمیکنند مخفی نماند کہ میرزا قتیل جابجا در کلام خود محاورۂ نو تراشیدہ و در جواب اعتراض تشبث بقیاس نمودہ چنانچہ درین شعر —

شب ریختہ خونهانکہ یار و سحر هم        بیرون نخرامیدہ ازان کوچہ خبر هم

چون کسے اعتراض کرد کہ ' خرامیدن خبر ' خلاف محاورۂ اهل زبانست جواب داد کہ ' لطف ' کجا گام دارد کہ حافظ گفتہ است —

هم مگر لطف شما پیش نهد گامے چند

پس طوریکہ آن جایز خواهد بود این هم جایز خواهد بود

و بر اهل خبرت ظاهر است کہ قیاس در محاورۂ پیش نمیرود و اما جواب القتیل فهو جواب السہاح و المصنف و در جواب قبح مصرعہ ثانی یعنی آنکہ لفظ 'هم' بجاے خود نیست ارشاد فرمود کہ گاهے کار از تقدیر هم می برآید چنانکہ درین شعر —

بجرم عشق توام میکشند و غوغا نیست        تو نیز برسربام آکہ خوش تماشائیست

حالانکہ درین شعر حاجت تقدیر نیست زیرا کہ لفظ غوغا دال بر هجوم وازدحام خلایق موجود فیہما بردن بعید - منقول است کہ

کسے این شعر مرزا قتیل پیش شخصے از اهل ایران خواند —

تیغ بکرفت و بمن گفت که نازم این دست سرخرو کردم و گفتم که نیازم اینست

گفت که بوے هندی می آید بہ آنکه نام مرزا قتیل بگوش خورده باشد علت آنکه می گوید تیغ به گرفت حالانکه می باید گفت تیغ سر کرده الخ چنانکه در فرهنگ ظهورائے تفرشی موجود است - حالا چند خطائے دیگر که در اثنائے کلام از مرزا قتیل سرزده برائے عبرت معترض زیب رقم می یابد —

قتیل — صد پری قربان نازش دلستان کیست این

رفت آرام ازدلم آرام جان کیست این

بر ماهران فن ظاهر است که در جائے رفت ' ' برد ' می بایست —

وله — سوخت چوں برق نگاهش آشیانم را تمام

زیر لب پر سید از من آشیاں کیست این

بدیهی است که بعد سوخته شدن وجود آشیاں باقی نمانده پس لفظ ' آشیاں کیست این ' بجائے خود نخواهد بود بلکه آشیاں که بود می توان گفت —

وله — متهم کردش بعشق خویش هر کس را که کشت

بهر نگردد زخم او تیر و کمان کیست این

ربط در مصرعین هرگز پیدا نیست والمعنی فی بطن الشاعر —

وله — ناقه کش مردے غلط کرده است ره بر خاک تو

چند خواب اے قیس بنگر ساربان کیست این

ماند کے استخواں بلندی مصرعۂ اولی و فصاحت ترکیب ' ناقه کش

هودے' را ملاحظہ باید کرد و غالب کہ صاحبان ذوق سلیم هرگز پسند نہ فرمایند اگرچہ دیں ترکیب می گفت از ثقالت ترکیب اول گونہ نجات مییافت

رہ غلط کردہ است ہر خاک تو مردے ناقہ کش

ولہ — بکجا می بروت غمزۂ صید افگن تو

اے سرما همہ قربان کتر بستن تو

بردن غمزہ صاحب خود را خالی از ظرافتی نیست و این شعر تمام لفظ است کہ از معنی بوئے نہ دارد بقول حضرت غالب مدظلہ العالی — بگزار از معنی همین الفاظ برهم بستہ بین	بادہ هبود شیشہ و ساغر مہیا کردہ است

ولہ —

گفتم بہ بزرگے کہ بہ بین شانۂ خود را	بہرچہ قرار این همہ در خانہ نگیرم

چون کہنۂ آن زلف سیہ بادل من دید	گفتا کہ دگر در کف خود شانہ نگیرم

شانہ بین را بزرگ گفتن اگر مسخرگی نیست دیگرچہ باشد —

خاتمۃ الطبع

بر مدبر منشیان عالی گہر و سخن پردازان هنر پرور مخفی و مستتر نماند کہ این کتاب بالطافت و مستطاب یعنی هنگامۂ دل آشوب دربارۂ مناظرہ کہ هر حرفش سواد سرمۂ چشم سیاہ چشمان و بیاضش زیور بیاض گردن خوبان و هر نقطہ اش مانند خال خوبرویان نقطۂ انتخاب و هر دایرہ اش مثال دایرۂ چہرۂ شاهدان نایاب است تصنیفا لطیف مطلع قصیدۂ سخنوری مقطع صحیفۂ نکتہ پروری مجموعہ سخندانی سرمایہ معانی در علم عربی طاق و در زبان فارسی علی الاطلاق مجمع محامد کونین سید فخرالدین حسین دهلوی سخن تخلص و مولوی باقر علی صاحب باقر تخلص دام ظلہم و جلالہم در مطبع منشی سنت پرشاد بحسن اهتمام

مقیدت پھرا ے جھکو بند سہاے واقع قصبہ آرہ محلہ سہادیوا ضلع شاہ آباد بتاریخ بست پنجم شہر جمادی الاول سنہ ۱۲۸۴ هجری حلیہ طبع پوشید —

وجہہ مہر بر خاتمہ

برائے سند این معنی کہ این کتاب مطبوعہ مطبع منشی سنت پرشاد است مہر مطبع و دستخط مہتمم افزودہ شد —

# ترقیء اردو کا واحد ذریعہ رومن رسم خط ہے

از

محمد اجمل خاں صاحب ایم - اے محقق
اسلامیات، شانتی نکیتن (بنگال)

انجمن ترقی اردو کی تاریخ شاید ہے کہ یہ محض ایک علمی جماعت ہے جس کا نہ سیاست سے تعلق ہے، نہ کسی فرقہ وارانہ اصول پر "ترقیء اردو" کے خیال کی پرورش کی گئی ہے - لیکن بد قسمتی سے گذشتہ ۲۰، ۲۵ سال سے فرقہ پروری کی بیماری جنون کے حد تک پہنچ گئی ہے - اور اگر یہ کہا جاتا ہے کہ اس کی ابتدا قدامت پرست ہندوؤں کی طرف سے کی گئی تو قوم پرستی کا دعویٰ کرنے والے بھی چیں بجبیں نظر آتے ہیں -

شکوہ کے نام سے بے مہر خفا ہوتا ہے —

بنارس سے ایک مصنوعی غیر فطری اور تنگ خیالی کی گھٹا نے اٹھہ کر مذہب کے نام پر ہماری سوشل فضا کو تاریک کرنے کی جو کوشش شروع کی تھی وہ اب زیادہ زور پکڑ رہی ہے - اور وہ لوگ جو سیاسی اور سماجی حیثیت سے ہندوستان میں اتحاد کامل رکھنا چاہتے تھے، انہیں ان سیاسی مدبروں کی عقل پر حیرت ہوتی ہے جو یہ با این ادعائے حریت و روشن خیالی! اس تحریک کے ساتھہ ہی نہیں، بلکہ اس کی رہبری کر رہے ہیں - شاید وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اردو کسی دوسرے دیس کی

بولی ہے - یا صرف مسلمانوں ہی کو اس سے محبت ہے - اور مسلمانوں ہی نے ہندی کو اشدھ کردیا ہے - لہذا اسے شدھ کرنے اور پھر اصلی پراچین دھرم کی اور لانے کا یہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ اس میں سے ہر ایک فارسی اور عربی لفظ کو جلا وطن کردیا جائے اور اس کی جگہ سنسکرت کا شدھ شبد رکھہ دیا جائے - جو نتیجہ ہوتا ہے وہ اتنا خوش نما اور اکثر اتنا مضحک ہوتا ہے کہ شاید بڑے سے بڑا مزاح نگار بھی وہ کیفیت نہ پیدا کر سکے -

چونکہ ہم محض علمی حیثیت سے اس مسئلے پر غور کرنا چاہتے ہیں لہذا ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ہندی تحریک' یعنی وہ تحریک جو اردو کو مٹاکر سنسکرت نما بولی رائج کرنا چاہتی ہے' اس کی ایک وجہ ہے - وہ یہ کہ سیاسی مفکرین کی ایک جماعت کا (جن میں جرمن مذہب سیاست خاص طور پر قابل ذکر ہے) یہ خیال ہے کہ متحدہ قوم (People) بنانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسانوں کی ایک جماعت اس طرح منظم ہو کہ اس کا مذہب' رسم و رواج اور زبان ایک ہی ہو - اس کے بعد ملت (Nation) بننے کے لیے صرف حصول حکومت و سلطنت کی دیر رہتی ہے - وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہندوستان کی کثیر آبادی ایسے افراد پر مشتمل ہے جو مذہباً ہندو کہی جاتی ہے اور اس حیثیت سے وہ اس رسم خط کو جو ویدوں کی تحریر کے لیے میکس ملر نے اتفاقاً رائج کردیا ہے اسے استعمال کرنا اپنا مذہبی فرض سمجھے گی - اور چونکہ ہندی زبان بھی دیوناگری ہی میں لکھی جاتی ہے اس لیے ہندی اور ہندو دھرم کا گہرا سمبندھ ہونا لازم ہے - اس طرح اگر یہ ممکن نہ بھی ہوا کہ ہندوستان سے دیگر زبانوں کو قطعاً مٹا دیا جائے تو یہ تو ضرور امکان میں ہے کہ دھرم کے نام پر کام کر کے ہندی بولی اور دیوناگری لپی (رسم خط) کو ہندوستان

کے عام باشندوں کی بولی قرار دی جائے —

اس خیال کی بنا چند غلط فہمیوں پر ہے جو اگر دور ہو سکیں تو ہندوستان کی ایک بہت بڑی گتھی سلجھ سکتی ہے اور ہندوستان کی مختلف قوموں میں جو یکجہتی ہے وہ نہ صرف قائم رہ سکتی ہے بلکہ اس کی ترقی کا امکان بھی بڑھ جاتا ہے —

پہلی غلط فہمی یہ ہے کہ مذہب کو بنائے ملیت (Nationalism) قرار دینا اور مذہب کے نام پر کسی ملک کی مختلف جماعتوں میں انتشار و افتراق پیدا کرنا، عملی سیاست سے بہت دور اور کوتہ اندیشی اور قدامت پرستی کی روشن مثال ہے - پنجاب کے ہندو مسلمان سکھ عیسائی باوجود اختلاف مذاہب کے صرف پنجابی زبان کی بدولت ایک دوسرے کو محبت کی نظر سے دیکھنے پر مجبور ہیں - اس لیے کہ زبان کا وہ رشتہ ہے جو مذہب اور وقتی سیاسی لڑائیوں کی پروا نہیں کرتا - اس محبت کا عملی نظارہ پنجاب سے باہر دیکھیے - کلکتے یا بمبئی میں ایک سکھ اور مسلمان محض لسانی یک جہتی کی وجہ سے جس خلوص سے ملتے ہیں وہ ظاہر کرتا ہے کہ مسجد شہید گنج کے سے قضیے انسان کی قلبی گہرائیوں پر اتنا اثر نہیں ڈالتے جتنا زبان و وطن کا اثر ہوتا ہے - یہی حال بنگالی، سندھی گجراتی اور تلنگی بولنے والوں کا ہے - اسی لسانی یک جہتی کا اظہار وہ نوجوان طالب علم بھی کرتے ہیں جو مختلف فرقہ وارانہ کالجوں یا یونیورسٹیوں کے ہوسٹلوں میں رہتے ہیں - لیکن باوجود اتحاد مذہب کے آپ جب دیکھیں گے تو یہ نظر آئے گا کہ پنجابی طالب علم پنجابی کے ساتھ ہے اور بنگالی بنگالی کے گروہ سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہے - اور اختلاف مذاہب کے باوجود ہر نوجوان طالب علم اور من رسیدہ پروفیسر ایسے ہم جلسوں کی فطرتاً تلاش کرتا ہے

جو اس کی وطنی زبان سے دلچسپی رکھتا ہو - خواہ وہ زبان سندھی ہو یا جرمن ، جاپانی ہو یا ملایلم - غرض کہ جو قومی نیشنلزم کو مذہب کے نام پر آگے بڑھانا چاہتی ہے وہ یا تو ایک اندھی گلی کی طرف جان بوجھہ کے جارہی ہے یا اس نے اب تک صحیح اور سچی ملوت کو سمجھا نہیں - دونوں حالتوں پر سوائے افسوس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے -

دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ کسی رسم خط کو اس لیے نہ اختیار کیا جائے کہ یہ مفید ہے ، آسان ہے اور یہ انسانوں کی کثیر تعداد کے علم میں اضافہ کرنے کا آسان ذریعہ ہے - بلکہ محض اس لیے اختیار کیا جائے کہ اس میں کسی مذہب کی ایسی مقدس کتاب و برگزیدہ سمجھی جاتی ہے کہ عوام نہ تو اُس کے مفہوم پر حاوی ہوسکتے ہیں اور نہ وہ زبان کسی ملک میں رائج ہوسکتی ہے - اس لیے کہ زبان نہ سہی رسم خط ہی سہی ، اس رسم خط سے مذہبی جماعت محبت کا دعویٰ کرتی ہے - اور اس امر کے بلا لحاظ اس امر کے کہ اس سے عامتہ الناس کی علمی مشکلات میں کمی ہوگی یا نہوگی اس رسم خط کو انجان اور سادہ لوح افراد ملک پر زبردستی عاید کیا جاتا ہے - لیکن رسم خط کا کسی زبان سے اتنا گہرا تعلق ظاہر کرنا اور اُس میں اس حد تک مبالغہ کرنا کہ زبان یا رسم خط کو مقدس اور دیوتاؤں یا فرشتوں سے متعلق بتانا لاعلمی اور قدامت پرستی کی حیرت انگیز مثال ہے - خصوصاً جبکہ کوئی ایسا شخص اس کا دعوےٰ کرے جو مذہب اور سیاست دونوں کا ماہر بننے کا ادعا کرتا ہو - ظاہر ہے کہ ایک ادنیٰ تعلیم یافتہ بھی یہ جانتا ہے کہ عربی کو اگر چینی رسم خط میں لکھیں تو وہ عربی ہی کہلائے گی چینی نہ کہی جائے گی - اسی طرح سندہ کے ہندو اگر سنسکرت یا سندھی کو فارسی حروف میں لکھتے ہیں تو

ان کو کوئی فارسی نہیں کہتا - رسم خط محض آسانی کے لیے اختیار کیا جاتا ہے نہ کہ مقدس کے خیال سے - اگر صرف مقدس ہی کا خیال ہوتا تو قدیم برہمی رسم خط کو چھوڑ کے ہرگز دیوناگری خط ویدوں کے لیے نہ استعمال کیا جاتا - رہ گیا یہ امر کہ مسلمان عربی رسم کو مقدس سمجھتے ہیں اور اسی لیے کہ قرآن ان حروف میں لکھا جاتا ہے تو اس کے متعلق سوائے اس کے کیا عرض کیا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے مذہبی مبادیات کو غیر اقوام تک نہیں پہنچایا ورنہ ہر غیر مسلم یہ سمجھ لیتا کہ عربی کافروں کی زبان تھی - اسی زبان میں قرآن موجود ہے - اور اب بھی جو الفاظ یا قرآنی خیالات سمجھ میں نہیں آتے اُن کی تفسیر بڑے بڑے کافر کے کلام سے کی جاتی ہے - ایسے کلام عرب سے جوجاہلیت میں اپنی قساوت قلب اور عدم حلم کے لیے خاص شہرت رکھتے تھے - اور اسلام نے تو ہر مملک و قوم میں نبیوں اور رسولوں کا ماننا فرض قرار دیا - اور یہ بھی بتایا کہ ہر نبی کی زبان مقدس ہے بشرطیکہ اُس زبان میں بنی نوع انسان کے فائدے اور ترقی کی باتیں ہوں - لہذا مسلمان کے لیے تو ایرانی و تورانی ژند و عبرانی ' سنسکرت اور یونانی ہر ایک زبان اور رسم خط مقدس ہے - فضیلت صرف پاکیزگی خیال کو ہے نہ رسم خط کو - لہذا مسلمان کے لیے یہ نہایت آسان ہے کہ وہ کسی رسم خط کسی ملک کو اپنا رسم خط اپنی زبان اور اپنا ملک سمجھنے لگے - یہی وجہ تھی کہ مسلمان کسی سمندر کو عبور کرنا گناہ نہیں سمجھتے نہ کسی زبان یا رسم کو اپنانے میں انہیں عذر ہے اسی طرح ہندوستان میں کثیر تعداد ہندوؤں سکھوں ' اور پارسیوں کی جو زبان اور رسم خط کو محض اتحاد کا ذریعہ سمجھتے ہیں کہ کاروبار کو مفید سمجھتے ہیں اور نکمی زبان کو اختیار کرنے اور ترقی دینے کو

برا نہیں سمجھتے - اگر وہ حضرات جو ہندوستان میں صرف دیوناگری رائج کرنا چاہتے ہیں یہ غور کریں کہ یہاں علاوہ اردو کے کم از کم سولہ قسم کی مختلف ہندوستانی رسم خط جاری ہیں اور دیوناگری کو ان تحریروں پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے تو کیا وجہ ہے کہ عام اتحاد یہ رومن خط نہ استعمال کریں اور دیوناگری کو تلگو یا برھمی رسم خط پر ترجیح نہ دیں - اس لیے کہ یہ ان خطوں سے نہ زیادہ خوبصورت ہے نہ آسان - نہ کل آوازوں پر حاوی ہے - نہ الفبائی —

تیسری غلط فہمی اور سب سے بڑی غلط فہمی یہ ہے کہ ہندوستانیوں کی ایک اچھی خاصی جماعت سخت قدامت پسند واقع ہوئی ہے - وہ اپنے زائل ہوتے ہوئے اقتدار کو ہر ممکن طریقے سے قائم رکھنا چاہتی ہے - اور اسی لیے کبھی مذہب کے نام پر' کبھی وطن کی محبت یاد دلا کر وہ یہ چاہتی ہے کہ ہم ترقی سے تنزل کی طرف' علم جہل کی جانب اور زندگی سے موت کی سمت قدم بڑھائیں - یہ جذبۂ قدامت پرستی کبھی تاریخی واقعات کو یک طرفہ بیان کرنے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے' کبھی قدیم رسم و رواج کو بہتر ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کبھی پرانی زبانوں کے زندہ کرنے اور لٹریچر میں ایسی غیر فطری چیز داخل کرنا چاہتا ہے جو وضع شیء علی غیر محلہ کی بہترین مثال ہو سکتی ہے - بدقسمت ہندوستان کی اس سے زیادہ کیا بدقسمتی ہو سکتی ہے کہ جب سے مختلف اقوام ہند کو الگ رکھنے کے لیے جداگانہ انتخابات کی بلا نازل کی گئی ہے - اس وقت سے جدائی اور نفاق کی مسموم ہوا نے ان دماغوں کو بھی پریشان کردیا ہے جو بظاہر اب بھی قوم پروری اور اتحاد کا دم بھرتے ہیں - لیکن جب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم

اپنی زبان کی نئی اصطلاحات بنانے میں کس زبان سے امداد لیں تو یہی قوم پرست دوگروہوں میں نظر آتے ہیں - ایک کہتا ہے کہ سنسکرت ہی "پوشک بھاشا" ہوسکتی ہے ' دوسرا عربی کو "امدادی زبان" بنانا چاہتا ہے - دونوں وزنی دلائل نہیں رکھتے ہیں - لیکن ان کے دلائل کا مرکز ثقل زیادہ تر قدیم مذہب و تمدن کے زندہ کرنے کے خیال کی طرف رجوع ہوتا ہے - اور یہی وہ چیز ہے جسے میں بدترین غلط فہمی سے تعبیر کرتا ہوں - اور بتانا چاہتا ہوں کہ ہندوستانیوں کو ان رجعت پسندی کی تحریکوں کو جلد از جلد ختم کردینا چاہیے - جہاں تک زبان و تمدن کا تعلق ہے دنیا کا کوئی ماہر لسانیات و تاریخ نہیں ہے جو نظریہ ارتقاے لسان و تمدن کا قائل نہ ہو - اسی لیے میں نے ہندستانی اکیڈیمی کی گذشتہ کانفرنس میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ ہم فارسی کو "امدادی زبان" قرار دیں - اور عربی کو جو ایک غیر ایرین زبان ہے اور سنسکرت کو ایک مردہ زبان ہونے کی حیثیت سے ہرگز پوشک بھاشانہ بنائیں - فارسی اور سنسکرت ایک ہی منبع سے نکل کر دنیاے علم و ادب کو سیراب کررہی تھیں - سنسکرت کا گلا برہمنوں نے گھونٹ دیا اور ہندوستان میں سیکڑوں پراکرتیں اور ڈائیں اسی وجہ سے رائج ہوئیں کہ برہمنوں کی حمایت نہ صرف دولت طاقت اور مذہب کو اپنے اقتدار میں رکھنا چاہتی تھی بلکہ وہ علم و ادب کی مسرتوں سے بھی عوام کو محروم رکھہ کر سنسکرت کو "دیوبانی" قرار دے چکی تھی - ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں فارسی اور سنسکرت میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا - اور ایک زبان ترقی کرتے کرتے دنیا کی بہترین اور شیریں ترین زبان بن گئی - اور دوسری زبان اتنی محدود کی گئی کہ رفتہ رفتہ مردہ ہوگئی - اور اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ اکثر

سنسکرت کے الفاظ ایسے ہیں جو سمجھ سے باہر ہیں —

چوتھی غلط فہمی یہ ہے کہ عربی یا سنسکرت کے نامانوس الفاظ کا کثرت سے استعمال کرنا اردو یا ہندی کو بہتر بنانے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے - حتیٰ کہ ایسے الفاظ کے استعمال کو چھوڑ کر جو بالکل ہندوستانی ہوگئے ہیں نئے الفاظ کی ایسی بے تکی بھرمار کی جارہی ہے کہ ہماری زبان خصوصیت سے "ہندی" عجب زبان ہوگئی ہے جو خود مصنفین کے گھروں میں بھی رائج نہیں ہے - مندرجہ ترجمہ ملاحظہ فرمایئے —

| | | |
|---|---|---|
| اتوار | = | روی وار |
| پیر | = | سوموار |
| چیت | = | چیترا |
| بیساکھ | = | ویشاکھ |
| جیٹھ | = | جیشٹھا |
| ساون | = | شروان |
| بھادون | = | بھادراپد |
| کنوار | = | اسوج |
| اگھن | = | مگھر |
| پھاگن | = | پھالگن |
| اگر | = | یدی |
| بہن | = | بھگنی |
| بیٹھنا | = | پدھارنا |
| نمائش | = | پرادرشنی |
| پاس | = | سمیپ |

| | | |
|---|---|---|
| دکھن | = | دکشن |
| پچھم | = | پشچم |
| پانی | = | جل |
| پیڑ | = | ورکشا |
| ہار | = | مالا |
| ہوا | = | وایو |
| جگہ | = | استھان |
| وعدہ | = | پرتگیا |
| بیاہ | = | وواہ |
| بیوہ | = | ودھوا |
| پیار | = | پریم |
| شک | = | سندیہہ |
| مہربانی | = | کرپا |
| ریت | = | بالو |
| ریچھ | = | بھالو |
| بہت | = | ادھک |

اور یہ بھی ملاحظہ فرمائے کہ کس طرح آسان الفاظ کو ناموس اور پوتر بناکر ترقی معکوس کی جارہی ہے - اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز وہ ترجمے ہیں جو خالص ہندوستانی الفاظ کو تر رانی دیونانی بنا دیتے ہیں مثلاً -

حالات کے لیے عوارض -

ترتیب ... ... اصطفات

مغالطۂ عوامہ ... مغالطۂ دلیل مرافعہ الی لشافق العوام

مغالطۂ استناد ... مغالطۂ استناد الی تعظیم المستندین العظام

فوایہ ... دھوکہ

ورمال ... سکھ ماوجن وستو کھلنڈ

خزانچی ... کوشادھکش

بذریعۂ تار ... ترت دوارا

اسٹیشن ماسٹر ... وشپ یان استھ استھان پردھان

(یعنی بھاپ سے چلنے والی گاڑی کے ٹھہرنے کی جگہ کا افسر)

ان مثالوں سے صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جو لوگ اس مغالطے میں ہیں کہ ثقیل الفاظ سے زبان خوش نما ہوجاتی ہیں وہ در حقیقت اپنی زبان کو ایک ایسے راستے پر لے جارہے ہیں جو عامۃالناس کی دسترس سے باہر ہوکر صرف ایک محدود اور تنگ خیال طبقے کی مصنوعی زبان ہوجائے گی اور اس قسم کی غیر فطری کوششوں سے کبھی ہندی کو فائدہ پہنچ سکتا ہے - نہ اردو کو - اگر ترقی ہوسکتی ہے تو واقعی اسی صورت میں ہوسکتی ہے جس نے امیر خسرو اور ملک محمد جائسی کو ہندی لکھنے پر آمادہ کیا - اور نہ صرف مسلمان بادشاہوں اور امرا کی سرپرستی سے بلکہ ہندو مسلمانوں کی مکمل ہم آہنگی سے ایک ایسی

زبان تیار ہوئی جسے خود مسلمان ہندوی ریختہ اور اردو کہتے تھے - اور فارسی چھوڑ کر ریختہ کی تعمیر میں اتنا منہمک تھے کہ ان ذہن میں بھی کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ اس زبان کا کوئی تعلق اسلام یا ہندو مذاہب سے ہے - میں یہاں اس افتراقی اور تخریبی کوشش کا ذکر نہیں کروں گا کہ کس طرح تنگ خیال اور قدامت پرست افراد نے ملک و ملت کو مسلسل پریشان رکھنے کے لیے اس مسئلے کی ابتدائی - حتیٰ کہ اب بعض نادان اور سادہ لوح ہندوستانی ہندی اردو کے مسئلے کو مذہبی نقطۂ نظر سے دیکھ کر اپنی واحد زبان کو دو حصوں میں تقسیم کر رہے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم زبان و وطن کی سچی خدمت کا فرض ادا کر رہے ہیں —

اگر ہم مندرجۂ بالا غلط فہمیوں کو رفع کرنے میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں خصوصیت سے اپنی توجہ اس مسئلے کی طرف مرکوز کرنی چاہیے - کہ ہندی اور اردو میں اختلاف ہے بھی ' یا یوں ہی چند متعصب اور تنگ خیال لوگ یہ شور مچا رہے ہیں - جہاں تک میں نے غور کیا ہے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہندی اور اردو میں کوئی فرق نہیں ہے - صرف نام کا ہیر پھیر ہے - اگر آپ کسی ہندی کے حامی سے پوچھیے کہ ہندی کسے کہتے ہیں تو وہ کوئی اقراری تعریف نہ کرسکے گا لفظ " ہندو " کی جس طرح انکاری یا منفی تعریف کی جاتی ہے اسی طرح ہندی کی بھی تعریف کرے گا - مثلاً ہندو کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ وہ ہندوستان کا باشندہ ہے جو کسی ہندوستان کے پیدا شدہ مذہب کا پیرو ہے یا ہندو وہ ہے جو مسلمان نہیں ہے - گویا کہ سکھ ' جین ' کبیر پنتھی ' ولیشنوی ' بودھ ' دادوپنتھی وغیرہ سب ہندو ہیں حتیٰ کہ

پارسی بھی ہندو ہی سمجھے جاتے ہیں اور سکندر کے ساتھ جو ہندوستان میں رہ گئے تھے وہ بھی ہندو ہیں لیکن اگر ہندو نہیں ہے تو مسلمان نہیں ہے ۔ کاش کہ اس چیز کو مذہب سے متعلق نہ بنایا جاتا اور جس طرح غیر ممالک کے لوگ ہم سب کو ہندی یا ہندو کہتے ہیں اسی طرح ہر ایک ہندوستان کا باشندہ بلا لحاظ مذہب کے ہندو کہا جاتا —

لیکن جس طرح ہندو ایک خاص جماعت سے متعلق سمجھا جاتا ہے حالانکہ اس کا مفہوم متعین نہیں ہے ' اسی طرح لفظ ہندی بھی خود ہندی کے پر چاریوں میں متعین نہیں ہے - بندیلی 'قنوجی ' برج ' بانگرو ہندوستانی' اودھی' بگھیلی' چھتیس گڈھی ( یعنی اڑیہ اور مرہٹی ) راجستھانی گجراتی ' پنجابی سب ہندی زبان کی قسمیں ہیں اور سب کو ہندی کہتے ہیں - لیکن اگر اس کی تعریف کی جاتی ہے تو کوئی کالی داس کی زبان کو ہندی کہتا ہے ' کوئی کبیر کی بولی کو ' کوئی ملک محمد جائسی کی زبان کو مستند بتاتا ہے کوئی برج نرائن چکبست کی زبان کو - اس افراتفری میں آخری تعریف یہ کی جاتی ہے کہ ہندی اُسے کہتے ہیں جو اردو نہ ہو ۔کیا خوب - اردو والے تو خود یہی کہتے ہیں کہ اردو ہندی یا ہندوی ہے - اس کو کوئی ریختہ کہتا ہے کوئی اردو' کوئی برج بھاشا سمجھتا ہے کوئی اودھی - لیکن درحقیقت جو لوگ جانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اردو ہندوستان کی زبان ہے - اور مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد بھی ایک مخصوص خطۂ ملک ہند تھا جسے ہندوستان کہتے تھے اور اب بھی کہتے ہیں - حیدرآباد جاے تو و. کہتے ہیں کہ آپ ہندوستان سے آئے ہیں بنگال جاے تو وہ زبان سے پہچان جاتا ہے کہ یہ ہندوستانی ہے - یہی صورت بمبئی اور پنجاب والوں کے سامنے پیش آتی ہے کہ ہر

شخص آپ کو هندوستانی تصور کرتا هے - گویا کہ یہ لوگ هندوستان کے باهر بستے هیں یا هندوستان ایک مخصوص خطۂ هند هے جسے یہ سب جانتے هیں اور اسی لیے هند کے باقی حصوں سے اُس کو الگ کردیتے هیں - واقعہ یهی یهی هے کہ پہلے سرهند سے لے کر بہار کے ختم تک هندوستان سمجھا جاتا اور یہاں جو زبان رائج تھی اور اب بھی رائج هے وہ زبان هندوستانی هندی، اردو یا ریختہ کہلاتی تھی - لہذا اگر آپ غور سے دیکھیں تو آپ کو معلوم هوگا کہ اردو یا هندی هندوستان کی مشترک زبان هے عام طور پر بولی اور سمجھی جاتی هے اور اسی زبان میں همارے ادبیات کا بہترین سرمایہ هے - جو لوگ اس ایک زبان کے دو مختلف اور متضاد ٹکڑے کرنا چاهتے هیں وہ یقیناً هندوستان کی اس واحد اور مشترک زبان هی کے دشمن نہیں بلکہ هندوستانی یکجہتی اور وطن پرستی کے جذبات کے بھی دشمن هیں - اس لیے همارا فرض هے - کہ هم نہ صرف کوئی تجویز منظور کرکے اس پر عملی جد و جہد شروع کریں بلکہ ان وطن دشمنوں کی پوری قلعی بھی کھول دیں - اور پنڈت جواهر لال صاحب صدر انڈین نیشنل کانگرس کی طرح صرف اس پر اکتفانہ کریں کہ ڈاکٹر سید محمود کو کراچی کانگرس کا وہ رزولیوشن یاد دلائیں جس میں هندوستانی زبان کو ملک اور کانگریس کی زبان تسلیم کیا گیا هے - (دیکھئے مکتوب پنڈت جواهر بنام ڈاکٹر سید محمود مشتهرہ یکم اکتوبر سنہ ۱۹۳۶ ع)

بلکہ همیں چاهئے کہ هر ممکن ذریعہ سے اپنی زبان کو غلط روی اور تعصب سے بچائیں - نہ اسے سنسکرت بننے دیں نہ عربی بلکہ ایسی زبان کو رائج کریں جس کو هندوستان کی ایک دیہاتی عورت بھی سمجھہ سکے —

آپ پوچھہ سکتے هیں کہ جب هندی اور اردو ایک هی زبان هے تو

پھر یہ اختلاف کی آوازیں کیوں بلند ہو رہی ہیں - بقول غالب - کہ —
جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے
تو میں جواب میں یہ عرض کرونگا یہ جھگڑا رسم خط کا ہے - اور کراچی کانگرس نے بھی یہ شدید غلطی کی ہے کہ اگرچہ ہندی اور اردو کے لیے ایک نام ہندوستانی تجویز کیا لیکن بنائے مخاصمت بھی دونوں رسوم خط کو قائم رکھا - یعنی باوجودیکہ ملک کی واحد زبان ہندوستانی تسلیم کی گئی لیکن ناگری اردو دونوں خطوں کو بھی سرکاری طور پر تسلیم کرلیا - اور اسے ہندوستانیوں کے حقوق اساسی میں داخل کردیا —
رسم خط کی ایک ہتی ہے جس پر ہندوستانی بولنے والے نادانوں کو چند افراد یا جماعتیں لڑ رہی ہیں - ظاہر ہے کہ ناگری اور اردو خطوں کے رواج سے اختلافات کی خلیج وسیع تر ہو جائیگی اور زبان کی ترقی پر بہت برا اثر پڑے گا - اگر کسی طرح یہ ممکن ہوتا کہ ہم سب جو ایک ہی زبان بولتے ہیں ایک ہی رسم خط اختیار کر سکتے تو گویا ہم اپنی مشکلات پر پوری فتح حاصل کرلیتے - لہذا اس امر کو تسلیم کرتے ہوئے کہ ہندی اردو کا اختلاف صرف لفظی اختلاف ہے - اور ہندوستانی زبانوں کا صحیح ذوق رکھنے والے حضرات اس سے پورے طور پر واقف ہیں کہ کوئی مصنوعی ہندی یا اردو ہمارے ملک میں رائج کرنا رجعت قہقری کرنا ہے میں چند ایسی تجویزیں پیش کرتا ہوں جو میری رائے میں نہ صرف اردو کی حفاظت کا باعث ہونگی بلکہ ان پر آسانی سے عمل بھی ہوسکتا ہے اور ان کے ذریعہ سے اردو کو دن دونی رات چوگنی ترقی بھی ہوگی —

## ذرائع ترقیء اردو

ترقی اردو کے ذرائع پر غور کرنے سے پہلے ہمیں اردو کی ایک مختصر ور جامع تعریف کرنی چاہیے - میرے خیال میں اردو اس زبان کا نام ہے جو برج بھاشا میں فارسی اور عربی محاوروں کو اس طرح ملانے سے پیدا ہوئی ہے کہ اجنبی الفاظ بالکل ہندوستانی ہوگئے - اس زبان کی گرامر کی تشکیل برج بھاشا کی گرامر کی زمین پر ہوئی - اور اس میں فارسی گرامر کے مرکبات ' اصول معانی و بیان اور عرض کو داخل کرلیا گیا - عربی عروض کی وہ بحریں جو فارسی میں رائج نہیں ہیں وہ بھی ترک کردی گئیں اور برج بھاشا کی بھی اکثر بحریں کم استعمال کی گئیں - اور شاعری میں بخلاف برج بھاشا کے مرد عاشق قرار پایا - لیکن تشبیہ و استعارات اور نفسیاتی و فطری کیفیات کے اظہار کے لیے ہندوستان اور ایران دونوں ممالک کے اسالیب بیان کی پیروی کی گئی - اس طرح صدیوں کے عمل ورد عمل سے اس زبان کی ایک مستقل اور منجھی ہوئی صورت قائم ہوگئی جسے ہم اردو کہتے ہیں - یہ زبان نہیں ہے بلکہ قدیم ایرین اور جدید ایرانی تمدن کے اتحاد و امتزاج کا دوسرا نام ہے - یہ ہندوستان کی پیداوار ہے - اور ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ برج بھاشا کی ایک ایسی ترقی یافتہ اور مقبول صورت کا نام ہے جسے عام ہندوستانیوں کے متحدہ فیصلے نے ہندوستان کی عام زبان بنا دیا ہے —

اس زبان کے استعمال کرنے والوں کے دو بڑے گروہ ہیں - ایک گروہ ایسا ہے جو اردو بولتا ہے اور یہ اس کی مادری زبان کا درجہ رکھتی ہے - اس گروہ کے بعض افراد اسے دیوناگری رسم خط میں لکھتے ہیں اور بعض اردو رسم خط میں - دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جس کی مادری

زبان اردو نہیں ہے لیکن وہ اسے سمجھتا ہے یا تھوڑی سی کوشش کے بعد وہ سمجھہ سکتا ہے - ان دونوں گروہوں میں ترقیء اردو کے ذرائع بالکل مختلف اور طریقۂ کار قطعاً جدا گانہ ہوگا جو میں بالتفصیل عرض کرتا ہوں —

۱ - جس گروہ کی مادری زبان اردو ہے اس میں عام اور جبریہ تعلیم کو جاری کرنا سلطنت کا فرض ہے - ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ اردو زبان میں ابتدائی تعلیم عام طور پر رائج ہو اور اس کا نصاب ایک ایسی جماعت سے متعلق ہو جو عوام کی ضروریات اور تعلیمی تجربے کے ساتھہ ساتھہ آسان اردو زبان کی کامل مہارت رکھتی ہو - یعنی انجمن ترقی اردو کا منظور کردہ نصاب عام طور جاری کیا جائے اور جو صورت نصاب تعلیم کے مقرر کرنے کی آج کل جاری ہے وہ قطعاً بند کردی جائے - یعنی کئی کئی کورس نہ منظور کیے جائیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مختلف صوبوں کے سرمایہ دار تجارتی قوائد کے اصولوں کو زیادہ پیش نظر رکھتے ہیں - اور مختلف مدارس کے ہیڈ ماسٹروں پر اس کا دارومدار ہوتا ہے کہ وہ کون سا کورس اپنے مدرسے کے پسند کریں - ظاہر ہے کہ ہر ایک ہیڈ ماسٹر یا ڈپٹی انسپکٹر لسانیات کا ماہر نہیں ہوتا اور مدارس میں محض پبلشر کی مروت یا ہیڈ ماسٹر کی عدم توجہی کی وجہ سے ناقص کتابیں رائج ہو جاتی ہے —

۲ - اس گروہ کے اکثر افراد متوسط الحال طبقے کی اس جماعت پر مشتمل ہوتے ہیں جو ادنیٰ طبقے سے قریب تر ہیں یعنی ان میں تعلیم بہت کم ہوتی - اور وہ صرف ایسی کتابوں کو پسند کرتے ہیں جنہیں اعلیٰ طبقے کے لوگ سوقیانہ اور عامیانہ کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں - ان کے لیے ہم ان کی

پسند کا ' لیکن بہتر لٹریچر مہیا کر سکتے ہیں - اور اگر ہم تولستائی ' ھامسن ' ٹیگور ' گور کی ' شرر اور پریم چند کے افسانوں اور عام پسند لٹریچر کو دیکھیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس قسم کا لٹریچر ابھی اردو میں بہت کم ہے - اور ضرورت ہے کہ ہم اردو کو عام پسند بنانے کے لیے ایسے لٹریچر کو بکثرت سے شائع کریں جو صرف خشک اور علمی مسائل ہی پر مشتمل نہ ہو -

- اسی سلسلے میں نامناسب نہوگا اگر میں فلمی کہانی لکھنے والوں کی اردو کشی کی طرف آپ کو متوجہ کروں - ہمیں ایک ایسے ماہرین زبان کے بورڈ کی سخت ضرورت ہے جو مختلف فلمی کہانیوں پر لسانی اور فنی نقطۂ نظر سے ایسی تنقید کریں جو عوام کی سمجھ سے باہر نہ ہو - اور افسانہ نویسوں کو مجبور کریں کہ وہ رائے عامہ کا لحاظ کرکے بہتر زبان میں اپنے افسانے تیار کریں - اور اگر ممکن ہو تو ہماری انجمن کے منظور شدہ افسانوں کی تصویریں دکھائیں - غالباً یہ کہنا تحصیل حاصل ہے کہ لاکھوں اردو بولنے یا سمجھنے والوں کی زبانیں موجودہ صنعت افسانہ سازی کی بدولت تباہ ہورہی ہیں —

۳ عام طور پر اردو کا رواج دینے اور اس کی ترقی کے لیے اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ایک مرکز قائم جائے جہاں طباعت و اشاعت کی عملی تعلیم کے ساتھ ساتھ انشا پردازی ' صحافت و ترجمے کی اعلیٰ تعلیم دی جائے - اور اسی مرکز سے ایسے اساتذہ بھی تیار کیے جائیں جو اردو کو مختلف صوبوں کی ضروریات کا لحاظ کرتے ہوئے وہاں اردو کی تعلیم ان کی زبان میں دے سکیں - یعنی اردو کے معلمین کی ایک مخصوص جماعت کی تربیت اس طرح ہو کہ وہ غیر زبانوں کے جاننے والوں کو علمی اور سائنٹفک طریقے سے تعلیم دے سکے - ایسا مرکز یا کالج

نہ صرف ترویج اردو کے لیے مفید ہوگا بلکہ ہماری صحافت و انشاپردازی کا معیار بھی بلند ہوجائے گا - اور مستقل کالج کے قیام سے ہماری تحریک کو بھی استواری حاصل ہوگی —

۴ - بدقسمتی سے ہمارے ملک کے سیاسی اور علمی ادارے ایک ایسی جماعت سے قطعی بے خبر معلوم ہوتے ہیں جو نہایت بے تعصبی اور کامل رواداری کے ساتھہ ہندوستان کی سوشل حالت کو بہتر بنانے کی خاموش مساعی میں عرصہ سے سرگرم عمل ہے - اس جماعت کی نظر میں ہندو مسلم سب یکساں ہیں - اور ان کی مجالس میں ہندی اردو فارسی سب کی قدر ہے - جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہماری مشترک زبان یعنی اردو کو اس جماعت کی وجہ سے کافی ترقی ہوتی ہے یہ جماعت صوفیہ مشائخ یا یوگیوں کی ہے - جو کام شیخ ملک دیوان نے سنہ ۷۵۰ ع میں ملابار میں شروع کیا تھا وہ سیدنا تھر ولی (۱۰۲۰ ع) نے ترچنا پلی میں پہنچایا - اسی کا اثر گلبرگہ پہنچا - اور خواجۂ اجمیری کے اثر سے حسینی کا نسخہ پیدا ہوگئے جو روزے بھی رکھتے ہیں اور مردوں کو دفن بھی کرتے ہیں باوجودیکہ اتھرون وید کا مطالعہ بھی جاری ہے - اسی طرح مولوی سید حسین کے شاگرد اور حضرت فرید کے مرید حاجی گرونانک نے ایک نیا مذہب مواخات قائم کردیا - کبیر پنتھی سنہ ۱۴۳۰ ع میں اور دادو پنتھی (جو در اصل داؤد نامی ایک صلح کل مسلمان تھے) سنہ ۱۵۷۴ ع میں راجپوتانہ میں ترقی کرنے لگے - اسی طرح ستنامیوں اور غریب داس پنتھیوں نے دہلی کے قرب و جوار میں بت پرستی، رسوم پرستی، تسبیح شماری، تیرتھہ جاترا اور ذات پات کے خلاف جہاد شروع کردیا - ان صوفیوں کے گروہ سے آجکل کے کام کرنے والوں کو سبق لینا چاہیے - اور

اس واقعہ سے عبرت حاصل کرنی چاہئے کہ مولوی کرامت علی جونپوری کی سوانح عمری تک بنگال میں ڈھونڈے نہیں ملتی باوجودیکہ یہ وہ ہستی تھی جس نے کمپنی کے زمانے میں آدھے بنگال کو اچھوتوں کی جماعت سے نکال کر انسان بنادیا ۔ اور اُن کی کثیر جماعت میں اردو رسم خط اور اردو سمجھنے کی استعداد کو اپنے رسائل مفتاح الجنہ و راہ نجات کے ذریعہ سے بڑھایا —

بہرکیف مدعا یہ ہے کہ ان بزرگوں کی رواداری نے ہندوستان کی مختلف قوموں کو ایک مذہب مواخات میں جکڑ دیا تھا ان کے دوہوں، چوپائیوں، رباعیوں اور ملفوظات نے مختلف ہندوستانی زبانوں کو ایک ایسے معیار کی طرف بڑھنے کی دعوت دی تھی جس سے ہمارے کلچر و تہذیب میں یکرنگی پیدا ہوگئی تھی اور اگر کچھہ نیرنگی بھی تھی تو وہ کیفیت جمال کو ترقی دینے کا باعث ہوتی تھی —

اس جماعت کو اب بھی منظم کیا جاسکتا ہے اور اس کے ذریعہ سے اردو کو کافی ترقی دی جاسکتی ہے - اکثر عرسوں اور سالانہ اجتماعات کے موقعوں پر بزرگوں کے حالات یا عام سوشل مسائل کے متعلق اردو میں ایسا لٹریچر تقسیم کیا جاسکتا ہے جو ان بزرگوں سے سند جواز و استحسان حاصل کرلے - معتقدین کی جماعت ایسی چیزوں کو اب بھی مقدس سمجھہ کر ترقی کا باعث ہوسکتی ہے —

۵ - آخری تجویز یہ ہے - جو سب سے اہم ہونے کی حیثیت سے آپ کی توجہ اور ہمدردی کی محتاج ہے - اگر آپ غور فرمائیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہندوستان میں لاکھوں بلکہ کروڑوں ایسے لوگ آباد ہیں جو لکھنا پڑھنا جانتے ہیں - اور ان میں کافی تعداد ایسے

اصحاب کی ہے جو آسان اردو سمجھہ لیتے ہیں - لیکن اپنے صوبوں کی ضروریات کے لحاظ سے مختلف قسم کے رسوم خط کا استعمال کرتے ہیں- مثلاً گجرات میں گجراتی اور بنگال میں بنگالی رسم خط رائج ہے - سی پی میں دیونا گری کا استعمال زیادہ ہے - لیکن ان سب میں کثیر تعداد ایسے افراد کی ہے جو انگریزی جانتی ہے اور رومن خط سے واقف ہے - ان لوگوں کو نہ اتنی فرصت ہے نہ ضرورت کہ وہ اردو رسم خط کو سیکھیں اور اس سے لطف اتھانے کی کوشش کریں - لیکن اگر آپ اردو زبان کی کتابیں رومن خط میں شایع کریں تو اکثر غیر زبان بولنے والے آپ کی کتابیں خریدنے اور پڑھنے کے حامی نظر آئیں گے --

اس جماعت کے علاوہ لاکھوں عیسائی اور فوجوں کے ملازم اب بھی رومن خط میں اردو پڑھتے ہیں - اگر آپ اردو کا معیار بلند کرنا اور زیادہ عیسائیوں اور فوجیوں کو اردو کا حامی بنانا چاہیں تو آپ کو لامحالہ وہی رسم خط اختیار کرنا پڑے گا جو وہ جانتے ہیں - اور اگر اُنہیں ضروری مفید اور دلچسپ لٹریچر مہیا کیا گیا تو وہ یقیناً اردو کے بہت بڑے معاون ثابت ہوں گے اس لیے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ رومن رسم خط کو اردو زبان کے رواج کے لیے لازمی قرار دیں اور اس رسم خط میں اگر آسانی نظر آئے تو اردو رسم خط کی جگہہ اس کو رائج کریں —

میں صرف ایک مثال پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ مندرجہ ذیل قطعہ مصور ویکلی ۱۹ جولائی سنہ ۱۹۳۶ ع سے لیا گیا ہے - لیکن باوجودیکہ میں مرھٹی اور گجراتی زبان جانتا ہوں نہ رسم خط لیکن رومن خط کی وجہ سے نہ صرف ان دونوں زبانوں کو پڑھ لیتا ہوں بلکہ

یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ زبانیں اردو سے اتنی قریب ہیں کہ تھوڑی سی کوشش میں ان کی قلب ماہیت ہوسکتی ہے اور یہ خالص اردو بن سکتی ہیں :—

## URDU

1. Ap apne gahakon ko naqd sauda ke waste kitni dasturi dete hain? Agar ap dasturi barhaen to ap ko gahak ziyada milenge.
2. Yih arhatiya saudagar hain na ki thora saman bechnewale dukandar.
3. Wuh sarkar ke fauji mahakme ko sab qism ka zaruri saman muhaiya karte hain.
4. Un ki qimat inaqul hai is liya un ko is sal theka mila.
5. Is qism ka saman unhon ne Inglistan se barah e rast mangwaya hai
6. Is waqt bazar men yih saman chuk gaya hai.
7. Aj kall wuh log apna saman bahut mahnga bechte hain.
8. Yih ap ki galati hai. Kya ap ne kabhi un ki qimat ka dusron ki qimat se muqabla kiya hai?
9. Ap chunki un ke purane gahak hain ap ko dusri jagah chizen mol nahin lena chahiyen.
10. Baz dafa shakr un ko asli dam par bechna parti hai.
11. Bagair munafe ke apna kar a bar kaise chala sakte hain?

## MARATHI

1. Rokhila tumhi girhaikana kai sut detan? Tumhee jar sutiche praman wadhwal tar tumhala Jyast girhaik milel.
2. Te ghauk wyapari ahet. kirkolnahint.
3. Te Sarkari lashkari khatyala Je lagel te saman purwitat.
4. Tyanchya kimti nehami wajwi astat mahnun yanda tyana he kantrat milale.
5. Tyani hya tarhecha mal thet Englandhun magwila ahe.

6. Sadhyan bajarant ha mal milat nahin.
7. Aj-kal te far Jyast bhaawane mal wiktat.
8. He tumchi chu ahe; tumhee tyanche bhaw kadheen dusryanchya bhawanshi tadun pahile ahet kai?
9. Tumhee tyanche June girhaik astlyamulen dusrikade mal wikat ghetan kaman nahin.
10. Kadhin-kadhin tyanan sakhar mool kimtine wikawi lagte.
11. Nafa milawilyashiwai tyancha dhanda kasa chalel ?

## GUJRATHI

1. Rokad kharedi upar tamaran gharakone shoon watao apochho ? Jo watawno dar tamo wadhu karo to tamo wadhu gharako melavsho.
2. Teo Jatthabandh wepari chhe, chhutakna nathi.
3. Teo sarkari lashkari khatane Je Joitoon hoi te pooroo pade chhe.
4. Teona bhho mafaksar howathi aa warshe teone contract malyu chhe.
5. Aa prakarno mal teoe velathi mangavyo chhe.
6. Halman bajarman aa malno jattho nathi.
7. Aj-kal teo potano mal hud-bahar mogha bhawe wechechhe.
8. Aa toe tamari bhool chhe; tame koi diwas bija wepariona bhow sathe teoni sarkhami kidhi chee ?
9. Tame teona joona gharak hondthi bije thikanethi kharedi karwinahain joie.
10. Koi-koi wakhat khand muddal bhawe teo wechechhe.
11. Nafa wagar teo potano dhando kewi rite kari shakeh ?

اس تحریر کو پڑھنے کے بعد غالباً آپ مجھہ سے متفق ہوں گے کہ رومن خط نہ صرف ہندوستان کے لیے ضروری ہے بلکہ بیرون ہند، مثلاً چین، عراق حجاز، جنوبی افریقہ اور امریکہ میں جو ہندوستانی عارضی طور پر کام کرتے ہیں یا مستقل سکونت پذیر ہیں وہ بھی اردو زبان سے مستفیض

ہو سکتے ہیں اس لیے کہ وہ ہندوستان سے باہر رومن تحریر کے جاننے پر مجبور ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ اُردو یا ہندوستان کا کوئی اور رسم خط جانتے ہوں - ان وجوہ سے یہ اور بھی ضروری ہوجاتا ہے کہ ہم رومن خط کو اختیار کرلیں —

گو تمہارے موجودہ اجتماع میں رجعت پسند عنصر نظر نہیں آتا اور اس کے کہنے کی ضرورت نہ تھی ' لیکن اگر میں آپ کی توجہ ایران ' ترکیہ اور جزائر شرق الہند کی طرف دلاؤں اور یہ عرض کروں کہ انہوں نے مجبوری سے نہیں بلکہ خوشی سے رومن رسم خط کو اختیار کرلیا ہے تو شاید نامناسب نہ ہوگا —

# آکسفورڈ

از

فضل احمد کریم فضلی

۱ - سناتے ہیں اک آپ کو نظم ہم
بہلاتے ہیں اس طرح کچھہ دل کا غم

۲ - یہاں کی جو ہیں خاص دلچسپیاں
وہ اس نظم میں کی گئی ہیں بیاں

۳ - مگر ابتدا میں ہیں اشعار کچھہ
جو ممکن ہے خاطر پہ ہوں بار کچھہ

۴ - کہ ہے اُن میں کچھہ ایسی باتوں کا ذکر
جو اک گونہ ہیں قابل غور و فکر

۵ - یہ ہے سب سے پہلے گذارش مری
کہ سچ پر ہے بنیاد اس نظم کی

۶ - حقیقت نظر آے گی بے نقاب
خلاف دیانت ہے بیجا حجاب

۷ - بجاتے ہیں جو پارسائی کا ڈھول
عموماً ہوا کرتی ہے اُس میں پول

۸ - جو کرتے ہیں ظاہر خیالات یوں
جو بے پوچھے خود کرتے ہیں بات یوں

۹ - "انہیں کچھہ سنا تم نے وہ واقعا
جو کل بن رہا تھا بڑا پارسا

۱۰ - وہ ساتھہ ایک لڑکی کے آیا نظر
بہت سٹ پٹایا مجھے دیکھہ کر

۱۱ - خدا ہی کو معلوم ہے اصل حال
بظاہر پریشان تھے اس کے بال

۱۲ - ہنسی تو مجھے آئی بے انتہا
مگر ضبط سے کام میں نے لیا"

۱۳ - وہ حضرات یا تو گنہگار ہیں
نہیں تو گناہوں پہ تیار ہیں

۱۴ - سرے سے نہیں یا تو وہ پارسا
اگر ہیں تو تقدیر ہے نارسا

۱۵ - جو مل جائے موقع مناسب انہیں — تو وہ بھی یقیناً سبھی کچھ کریں

۱۶ - تعجب نہیں گر ہے سب کا یہ حال — نہ ہوتا گر ایسا تو تھا اک کمال

۱۷ - کہ جو کیفیت حسن اور عشق کی — بروز ازل تھی وہ ہے آج بھی

۱۸ - نہ وہ حسن کی دل فریبی گئی — نہ وہ عشق کی ناشکیبی گئی

۱۹ - جوانی کے خون میں وہی ہے تپش — دل نوجوان میں وہی ہے خلش

۲۰ - اس سے ہے اصناف میں یہ کشش — بھلا اس پہ کیا موقع سرزنش

۲۱ - دیا ہے بہت ہم نے اس پر جو زور — نتیجہ یہ ہے جس کو دیکھو وہ چور

۲۲ - دلوں میں تمنا نظر میں ہراس — زبان سے نکلتی ہے دل کی بھڑاس

۲۳ - یہ ہے اس کے کہنے سے مطلب مرا — کہ اس نظم پر ہو نہ کوئی خفا

۲۴ - خفا ہونے والے سوچیں ذرا — حقیقت چھپانے سے کیا فائدا

۲۵ - ہے اک اور بھی بات اس کے سوا — ضروری ہے جس کا یہاں تذکرا

۲۶ - ہماری زبان میں وہ ہیجان ہے — بپا آج کل ایک طوفان ہے

۲۷ - ہر اک اس میں خود ساختہ رہنما — کوئی ناخدا ہے تو کوئی خدا

۲۸ - خدا وہ بھی جو مثل نمرود ہے — نہ مانے اسے جو وہ مردود ہے

۲۹ - قواعد کے پھندوں میں جکڑا کوئی — زبان کی لطافت پہ اکڑا کوئی

۳۰ - زبان کی لطافت بڑی چیز ہے — مگر قابل غور یہ نیز ہے

۳۱ - کہ بس یہ ہے مقصود لطف زبان — خیالات کا پر اثر ہو بیان

۳۲ - نہ یہ، ہم خیالات کو چھوڑ کر — ذہین بس زبان کی لطافت پہ سر

۳۳ - زبان کا گلا گھونٹنے پر ادھر — کوئی اپنی باندھے ہوئے ہے کمر

۳۴ - زبان کے جو ہیں ابتدائی اصول — سمجھتا ہے ان کو بھی بالکل فضول

۳۵ - کمال اس کے نزدیک ہے بس یہی — کہ مسجد بنا ڈالے ڈیڑہ اینٹ کی

۳۶ - کسی پر چڑھا قابلیت کا بھوت — جو ناقابلیت کا خود ہے ثبوت

۳۷ - تراکیب میں وہ تراش و خراش — فصاحت کا دل جس سے ہو پاش پاش

۳۸ - وہ بھرتی الفاظ کی ٹھونس ٹھاس — کہ جس سے زبان ہی کی رک جائے سانس

۳۹ - وہ ہے زعم میں اپنے مغرور اس قدر — کہ اس نکتہ کی بھی نہیں ہے خبر

۴۰ - یہ صنعت کا ہے انتہائی کمال — کہ صنعت کا گذرے نہ اس پر خیال

۴۱ - اسی پر سخن فہم حیران ہے — جسے لوگ سمجھیں کہ آسان ہے

۴۲ - نکالا کرے بال کی کوئی کھال — کہیں ہے یہی شاعری کا کمال

۴۳ - تصوف کہیں شعر کا مدعا — خرافات ہے اور اس کے سوا

۴۴ - یہ فتوی بزرگان دین متیں — متانت سے دیتے ہیں بیٹھے کہیں

۴۵ - کہ وہ شاعری کا اک ابلیس ہے — جو بے مقصد درس و تدریس ہے

۴۶ - سمجھتا نہیں کوئی طرز کلام — بھڑکتا ہے وہ سن کے بلبل کا نام

۴۷ - ملامت کے ہر سمت تیر و سناں — غرض ہے مصیبت میں شاعر کی جان

۴۸ - سلامت روی کا ہے جو راستا — چھپا ہے نگاہوں سے مثل خدا

۴۹ - کہ موجود ہے اور ملتا نہیں — نہ جب تک میسر ہو عین الیقین

۵۰ - دل شاعرانہ کہ ذوق سلیم — ضروری ہیں پھر رہ مستقیم

۵۱ - بہت چاہیے اس پہ مشق سخن — کہ اس راہ پر ہو کوئی گام زن

۵۲ - یہاں مشق کرنے کی فرصت کسے — کبھی * شعر دو اک یوں ہی ہوگئے

۵۳ - نہیں الغرض مجکو مشق سخن — نہ کچھہ اپنی جانب مجھے حسن ظن

۵۴ - اگرچہ ہیں جذبات اُبلتے ہوئے — قلم لڑکھڑاتا ہے چلتے ہوئے

۵۵ - لہذا اگر لغزشیں ہوں کہیں — تو وہ مستحق ملامت نہیں

۵۶ - کہ فرمایا ہے شیخ سعدی نے بھی — اک اعجاز سی جن کی ہے شاعری

۵۷ - "قبا گر حریر ست وگر پر نیاں — بہ نا چار حشوش بود درمیاں

* یہ مبالغہ یا بالفاظ دیگر انکسار شاعرانہ ہے ' میں نے چالیس پینتالیس غزلیں ضرور کہی ہیں -

۵۸ - چونکہ پسند آیدیت از ہزار بمردی کی دست از تعلمت بدار"

۵۹ - یہ ہے جب کہ قادر کلاموں کا حال تو کیوں ہو مجھے لغزشوں کا خیال

۶۰ - مرے ہچکچانے کے یہ تھے سبب بہر حال کچھہ عرض کرتا ہوں اب

۶۱ - یہاں آئے جب ہم وطن چھوڑ کر کہیں کیا کہ دل پر ہوا کیا اثر

۶۲ - یہاں کی خیالی جو تصویر تھی پہنچتے ہی وہ خاک میں مل گئی

۶۳ - جدھر دیکھیے کالے کالے مکان وہ عہد کہن کی کہن داستان

۶۴ - کوئی انمیں خوبی نہ آئی نظر کہ ویسے وطن میں بہت تھے کھنڈر

۶۵ - نہ کرتے تھے ہم جن کی جانب نظر جنہیں ہم سمجھتے تھے الو کا گھر

۶۶ - وہی نکلے یاں درسگاہ علوم کہیں جن کو اہل نظر جائے بوم

۶۷ - بہت دل کو تکلیف پہلے ہوئی کسی بات میں بھی نہ لگتا تھا جی

۶۸ - مگر جب یوں ہی کچھہ زمانہ کٹا انہیں چیزوں سے انس پیدا ہو

۶۹ - تو وحشت بھی تیزی سے گھٹنے لگی بڑے لطف کے ساتھہ کٹنے لگی

۷۰ - پرانے وہ بوسیدہ دیوار و در وہی جن سے ہوتی تھی زخمی نظر

۷۱ - وہی اب تو کرنے لگے دل میں گھر انہیں سے محبت ہوئی اس قدر

۷۲ - کہ اب ہم کو لگتا ہے یہ بھی برا کہ کہوں ان کو کہتا ہے کوئی برا

۷۳ - عمارت سے الفت کا ہے جب یہ حال مناظر سے الفت کا پھر کیا سوال

۷۴ - کہ جتنی عمارت بظاہر کثیف مناظر ہیں اتنے ہی یاں کے لطیف

۷۵ - زمیں کے وہ دلکش نشیب و فراز عروس حقیقت کے سر بستہ راز

۷۶ - نمودار اس آن سے ہیں یہاں کوئی شوخ لے جیسے انگڑائیاں

۷۷ - جدھر دیکھیے کوچۂ * عاشقاں عیاں عشق کی کار فرمائیاں

۷۸ - ولو واک † اور پھر وہ گاڈ سٹو جنہیں دیکھہ کر گدگدی دل میں ہو

---

* Lovre horek کا ترجمہ ' اس لیے ایسا قابل معانی ہے —

† Godstow Willow Walk راستوں کے نام -

۸۱ - ولوواک لچکی ہوئی اس قدر　　کہ معشوق مشرق کی جیسے کمر
۸۲ - وہ پانی کی نہریں دو طرفہ رواں　　عیاں جن کی آغوش میں مچھلیاں
۸۳ - ولو کی گھنی وہ دورویہ قطار　　بنائے ہوئے راستہ سایہ دار
۸۴ - وہ منظر کہ مشکل ہے جس کا بیان　　وہ ہوتا ہے اتوار کے دن یہاں
۸۵ - وہ ہوتی ہے کثرت پری چہروں کی　　کہ جیسے پرستان کی ہو گلی
۸۶ - چلی جا رہی ہیں وہ خوش ساتھ ساتھ　　لیے ہاتھ میں اپنے عاشق کا ہاتھ
۸۷ - کبھی کوئی سر گنگناتی ہوئی　　کبھی جوش میں آکے گاتی ہوئی
۸۸ - کوئی یار دیرینہ دیکھا اگر　　تو وہ مسکرا دیتا منہ پھیر کر
۸۹ - کسی بات پر ہیں خفا اس سے گر　　تو دیکھا غضب کی نظر سے ادھر
۹۰ - اگر اس کے برعکس ہے ماجرا　　کہ ہے ساتھ اپنے کوئی دوسرا
۹۱ - تو بچنے کی کوشش اگر دور ہیں　　بہت پاس ہیں گر تو مجبور ہوں
۹۲ - چلے پھر تو چپ سر جھکائے ہوئے　　گنہگار سا منہ بنائے ہوئے
۹۳ - نہ اس وقت کچھ ہم سے کہتے ہے　　نہ اس حال میں ہم سے رہتے بنے
۹۴ - ہے بعد میں تو منانا انہیں　　ہزاروں بہانے بتانا انہیں
۹۵ - نہ مانیں تو ہم رخ بدلنے لگے　　اٹھے اور خفا ہوکے چلنے لگے
۹۶ - وہ پھر ان کا ہم کو منانا غضب　　وہ دامن پکڑ کر بٹھانا غضب
۹۷ - محبت کے آنسو رواں ہوگئے　　دکھے دل غرض شادماں ہوگئے
۹۸ - کہاں تھا ولوواک کا تذکرا　　کہاں ذکر دلچسپ یہ چھڑ گیا
۹۹ - چھڑے سلسلہ پھر اسی بات کا　　ہوا دن کا ذکر اب ہو کچھ رات کا
۱۰۰ - درختوں کے ہیں جھول کیا خوش نصیب　　چھپے جن میں ہیں عاشقان غریب
۱۰۱ - عیاں حسن و الفت کا یا راز ہے　　کہ ہر سمت کھس پھس کی آواز ہے
۱۰۲ - بہت گوشہ تار پر رمز ہے　　شب ماہ لیکن ہے کچھ اور شے

۱۰۳ - وہ عشاق سے کھیلنا چاند کا
عجب ایک ہے طرفہ تر ماجرا

۱۰۴ - وہ پتوں میں چھپ تاکنا جھانکنا
کہیں * کھولنا اور کہیں ڈھانکنا

۱۰۵ - کہیں روشنی اور سایہ کہیں
وہ منظر بیاں کرتے بنتا نہیں

۱۰۶ - خصوصاً ہوا شوخ انداز سے
جب اس کھیل میں چاند کا ساتھہ ہے

۱۰۷ - جب اس نور و سائے میں پڑجائے جان
ہر اک لحظہ جب حسن کی بدلے آن

۱۰۸ - جب اس طرح یکجا ہوں لیل و نہار
کریں وہ بہم رقص جب ہمکنار

۱۰۹ - تو اس کیفیت کے بیان کے لیے
سخن آفریں کی زباں چاہئے

۱۱۰ - لہذا یہہ ذکر اب یہیں چھوڑ کر
بیاں اور باتوں کا ہو مختصر

۱۱۱ - جہاں ختم ہوتا ہے یہ راستا
وہاں پل ہے اک اونٹ کی پیٹھہ سا

۱۱۲ - یہاں پرہیں دو تین بجرے پڑے
بہت جن کے ممنون ہیں دل جلے

۱۱۳ - کہ جائے پناہ غریباں ہے یاں
بہار † وصال حبیباں ہے یاں

۱۱۴ - بہت کم کو معلوم ہے یاں کی راہ
پہنچتی نہیں یاں عدو کی نگاہ

۱۱۵ - ہوا اور پانی سے بھی ہے مضر
غرض عشق والے ہیں یاں بے خطر

۱۱۶ - اگر ایک طرف تھمس ہے شاخ شاخ
دل پورٹ میڈوز ‡ بھی ہے فراخ

۱۱۷ - جو ہوتا ہے یاں چاندنی کا اثر
نہ بھولے گا ہم کو کبھی عمر بھر

۱۱۸ - یہاں وقت ہم نے گذارا بہت
کہ لگتا تھا جی یہاں ہمارا بہت

۱۱۹ - جگہ یہ ہے کچھہ اس بلا کی حسیں
کہ بس جی میں آتا ہے رہئے یہاں

۱۲۰ - لئے اپنے دل میں بڑے ولولے
یہاں سے وہ گاڈسٹو پر چلے

۱۲۱ - لب تھمس جاتی ہے وہ اس طرح
تکی بیل ساری پہ ہو جس طرح

۱۲۲ - اُدھر اک طرف پورٹ میڈوز ہے
کئی میل تک جلوہ افروز ہے

---

* کھلتے جانے میں تھانتے جانا خواجہ میر اثر —

† بہار وصال رفیقاں ہے آج ' میر حسن - ‡ Povt meadows ایک نہایت وسیع سبزہ زار کا نام -

۱۲۳ - وہ کرتی ہے یوں دل میں پیدا اُمنگ — کہ محسوس ہوتا ہے سینہ ہے تنگ

۱۲۴ - ادھر چرتے پھرتے ہیں گھوڑے بہت — ادھر ہنس کے بھی ہیں جوڑے بہت

۱۲۵ - جہاں جاکے رکتا ہے یہ راستا — نہایت حسیں واں پہ ہے اک سرا

۱۲۶ - جو رسم تراوت سے موسوم ہے — بجا طور پر جس کی یاں دھوم ہے

۱۲۷ - بہت خوشنما مختصر اک چمن — سرا سے ہے ملحق بطرز کہن

۱۲۸ - پرانے زمانے کے انداز سب — جو ہیں اس زمانے میں وجہ طرب

۱۲۹ - کہیں کچھ کبوتر ہیں کچھ مور ہیں — کہیں آبشاروں کے بھی شور ہیں

۱۳۰ - بہت آے ہیں گھومنے ہم ادھر — کیے ہیں یہاں ہم نے گھنٹوں بسر

۱۳۱ - یہ سب یاد آئیں گے اکثر ہمیں — سفر یا حضر ہم جہاں بھی رہیں

۱۳۲ - اس طرح دلکش ہے تو پاتھ بھی — جگہ وہ بھی ہے ایک تفریح کی

۱۳۳ - چراگاہ چے-چے * کے اونچے درخت — جو مثل اپنے کالج کے ہیں سبز بخت

۱۳۴ - وہ لگتے ہیں اتنے بھلے دور سے — کہ ہم بھی ثنا پر ہیں مجبور سے

۱۳۵ - یہیں پر سناتے ہیں سب ایٹس ویک — ہر اک جس میں چھوٹا بڑا ہے شریک

۱۳۶ - وہ کالج کے بجروں کی لمبی قطار — نمودار وہ پر چموں کی بہار

---

* Christ Church آکسفورڈ کا مشہور کالج ہے' وہاں میرے ایک عزیز دوست رہتے تھے' کرائسٹ چرچ میرے کالج ( New ) کا مد مقابل سمجھا جاتا ہے اور دونوں میں پر لطف چشمک چلی آتی ہے' ہم نے بھی اس روایت قدیم کو قائم رکھا' کرائسٹ چرچ کا انگریزی میں مختلف : Ch : Ch ہے اپنے دوست کو چھڑانے کے لیے ہم نے اسے "چے' چے" کردیا تھا کرائسٹ چرچ کی میڈوز مشہور ہیں جس پر اہل کالج کو بجا طور پر ناز ہے' ہم نے اسی چشمک کی بنا پر اس کا بھی ترجمہ 'چراگاہ' کردیا اور کرائسٹ چرچ میڈوز کا 'چراگاہ چے چے' حریف کی تعریف کرنا اصول چشمک کے خلاف ہے شعر نمبر ۱۳۴ کی اہمیت اسی بنا پر ہے اور شعر سنہ ۱۳۳ کے دوسرے مصرع میں 'سبز بخت' کا ٹکڑا جذبہ رقابت کے اظہار کے لیے ہے —

† اس ہفتہ میں آکسفورڈ کے مختلف کالجوں میں کشتی کی دوڑ کا مقابلہ ہوتا ہے اس زمانے میں یہاں بڑی ہما ہمی ہوتی ہے اور یہاں کی زندگی میں اسے خاص اہمیت حاصل ہے — Eights Week

۱۰۸ - وہ جھرمٹ گل اندا موں کا الاماں — جو سچ مچ مجسم ہیں اک گلستان
۱۳۹ - وہ گرمی کی پوشاک زیب بدن — بنے ہیں وہ جس سے چمن در چمن
۱۴۰ - ہر اک سمت ہیں دو رویہ لگی — نمایاں ہے انداز سے بے کلی
۱۴۱ - طرف دار جو ہیں برا ان کا حال — حلق پھاڑ پھاڑ اور آنکھیں نکال
۱۴۲ - بک اپ جھنڈے غل مچاتے ہوئے — دواں ہیں وہ گرتے گراتے ہوئے
۱۴۳ - بہت خوب ہیں گو یہ دلچسپیاں — مگر چارول کے مقابل کہاں
۱۴۴ - نہیں اس پہ دریا کا ہوتا گماں — اسے ہم سمجھتے ہیں نہر جناں
۱۴۵ - نہ پتلی بہت اور نہ چوڑی بہت — نہ چھچھلی بہت اور نہ گہری بہت
۱۴۶ - پھلا پڑتا ہے حسن ہر چیز پر — کدھر کوئی دیکھے نہ دیکھے کدھر
۱۴۷ - کھلے ہیں یہاں عشق کے پارے توس — مسلم ہے قدرت بہ نفس نفیس
۱۴۸ - اسی کا یہ ہے غیر محسوس اثر — کہ جس سمت بھی ڈالیے اک نظر
۱۴۹ - یہی دیکھئے گا کہ ہر با مراد — حیات دو روزہ کی دیتا ہے داد
۱۵۰ - وہ نپٹوں * میں باجوں کے بجنے کا شور — مسرت کے دریا میں سب شور بور
۱۵۱ - کہیں قہقہے ہیں کہیں چہچہے — کہیں چہچہے ہیں کہیں قہقہے
۱۵۲ - پر پچھروں کا ہر طرف وہ ہجوم — جنہیں دیکھہ کر بھول جائیں علوم
۱۵۳ - وہ بال ان کے سر پر اچھلتے ہوئے — تبسم لبوں پر مچلتے ہوئے
۱۵۴ - وہ ہنستے ہوئے اور ہنساتے ہوئے — بگڑتے ہوئے منہ بناتے ہوئے
۱۵۵ - وہ پیتے ہوئے اور پلاتے ہوئے — چلے آتے ہیں دل لبھاتے ہوئے
۱۵۶ - وہ پانی میں عکس ان کے بہتے ہوئے — کہ بنتا نہیں کچھہ بھی کہتے ہوئے
۱۵۷ - جہاں دیکھا اس طرح آتے ہوئے — چلے ہم بھی کشتی بڑھاتے ہوئے
۱۵۸ - کبھی ہم کو سوجھی شرارت اگر — تو کشتی لڑا دی ذرا پھیر کر

* punt پنٹ ایک قسم کی چھوٹی کشتی ہوتی ہے جسے pole ( بانس ) سے کھیلتے ہیں -

۱۵۹ - انازی پنے کا کیا اعتراف　　خطا اس طرح سے کرائی معاف

۱۶۰ - جو تیور کو دیکھا بدلتے ہوئے　　تو Sorry کہا اور چلتے ہوئے

۱۶۱ - سمجھ دار قسمت سے نکلیں وہ گر　　تو سمجھیں ہمیں جوتہامد نظر

۱۶۲ - ہنسیں ہوگئیں خوب باتیں شروع　　محبت کی دلچسپ گھاتیں شروع

۱۶۳ - طبیعت ملی آگے پیچھے چلے　　کبھی پلٹ سے پلٹ باندھے چلے

۱۶۴ - چلے تو مگر دل دھڑکتا ہوا　　چراغ سحر سا بھڑکتا ہوا

۱۶۵ - سبب اس مصیبت کا ہے اپنا رنگ　　بہت جس سے رہتے ہیں ہم لوگ تنگ

۱۶۶ - وہ کالج کے لڑکوں پہ قیدیں ہیں یہاں　　کہے جس یہ تہذیب نوالا ماں

۱۶۷ - نہیں سہل کچھ ان سے بچنا ہمیں　　ہمارے لیے ہیں بڑی دقتیں

۱۶۸ - جو گورے ہیں تھوڑی ہے ان کو اماں　　کہ رنگ اس طرح ہے سبھی کا یہاں

۱۶۹ - مگر جو نظر آئے کالے کہیں　　ہوا اہل کالج کا ان پر یقیں

۱۷۰ - کسی طرح ان کو نہیں ہے مفر　　پڑا کرتی ہے سب کی ان پر نظر

۱۷۱ - غرض ایسی ہیں ہم کو دشواریاں　　بہت جن سے رہتی ہے مشکل میں جاں

۱۷۲ - کبھی * محتسب کی نگاہوں کا ڈر　　" رقیب سیہ رو " کی آہوں کا ڈر

۱۷۳ - کبھی ہم نشینوں کے عزوں کا ڈر　　بہت یوں ہی اور چیزوں کا ڈر

۱۷۴ - انہیں سب ڈروں نے ستایا بہت　　مگر لطف بھی ہم نے پایا بہت

۱۷۵ - کسی نے کہی ہے بہت سچ یہ بات　　خطر ہی کے اندر ہے لطف حیات

۱۷۶ - سید سر جو دیکھا کسی جا فراز　　تو جھٹ ہوگئے پلٹ میں ہم دراز

۱۷۷ - لگے پڑھنے اس شان سے پھر کتاب　　کہ جیسے نہیں ہے وہ رخ کی نقاب

۱۷۸ - بلا ٹل گئی کھل کھلا کر ہنسے　　کبھی ہنستے ہنستے بڑے ہم پھنسے

---

* محتسب ( proctor ) جو یونیورسٹی کی طرف سے لڑکوں کی اخلاقی نگرانی کے لیے تعنیات کیا جاتا ہے اور جسے سزا کے بڑے اختیارات ہوتے ہیں —

۱۷۹ - اسی طرح ہم ڈرتے ڈرتے چلے کبھی ڈوبتے کبھی ابھرتے چلے
۱۸۰ - اگرچہ تماشا تھے ہم آپ ہی تماشے مگر دیکھے اوروں کے بھی
۱۸۱ - چلانا اناڑی کا ڈر ڈر کے پنٹ وہ پلٹوں کا چلنا ادھر آنت سنٹ
۱۸۲ - کسی کونے میں کوئی اٹکا ہوا کسی ڈال میں کوئی لٹکا ہوا
۱۸۳ - کسی کا کہیں پول ہی رہ گیا کوئی لیکے پنٹ اک طرف بہ گیا
۱۸۴ - کبھی کوئی پانی میں دھڑ سے گرا پڑا دوستوں میں ادھر قہقہا
۱۸۵ - کہیں پر نہاتے ہیں یوں ماہ رو کہ زاہد کا ہر لحظہ ٹوٹے وضو
۱۸۶ - بدن ان کا قدرت کی جادوگری کہ اک * شاخ گل بھیگی ہے پری
۱۸۷ - کہیں دھوپ کا خشک اشنان ہے نرالی اس اشنان کی شان ہے
۱۸۸ - نہ اس پر نگاہیں جماتے بنے نہ اس سے نگاہیں ہٹاتے بنے
۱۸۹ - کنارے پہ جاری کہیں ناچ رنگ کہیں پر چھڑی ہے محبت کی جنگ
۱۹۰ - اکٹھا کہیں عشق والے بہم کسی بات کا کوئی کھٹکا نہ غم
۱۹۱ - سکون و مسرت کی دولت لیے شراب محبت بہ کثرت پیے
۱۹۲ - ادھر ان کی محفلت تھکانے لگی طبیعت ادھر سنسنانے لگی
۱۹۳ - ہوئی اپنی قسمت بھی گر ساز گار تو پھر ہم ہیں اور داد فصل بہار
۱۹۴ - کسی گوشۂ عافیت میں کہیں ہوئے جا کے چھپکے سے خلوت گزیں
۱۹۵ - گھنا سر پہ سایہ، بچھا فرش آب وہ * دو یار زیرک، وہ دنیائے خواب
۱۹۶ - رگوں میں لہو یا شراب طہور دلوں میں عجب طرح کا اک سرور
۱۹۷ - نشہ † وہ کہ زاہد کو بھی جو حلال بدن پر کھڑے جس سے ہو جائیں بال

---

* دو یار زیرک واز بادۂ کہن دو منے، (حافظ) —

† صحیح تلفظ نشہ آسانی سے آسکتا تھا، 'وہ' پہلے کردینے سے، مگر چونکہ ہم اردو میں نشہ نہیں کہتے بلکہ نشہ کہتے ہیں اس لیے میں نے قصداً نشہ ہی رکھا، یہ دانستہ تقصیر اگر قابل معافی ہو تو معاف کی جائے —

۱۹۸ - رکھے دور جو سارے مہمل خیال　　زہے انفعال و خیال مآل !

۱۹۹ - کہاں کا عذاب اور کیسا ثواب　　شباب و شہاب و شباب و شراب !

۲۰۰ - غضب اس پہ لطف مناظر غضب　　وہ قدرت کی ہر سمت بزم طرب

۲۰۱ - وہ شاخیں درختوں کی ساغر بدست　　کہ جیسے مجسم کف مے پرست

۲۰۲ - قیامت وہ چڑیوں کی مدہوشیاں　　وہ مدہوشیاں وہ طرب کوشیاں

۲۰۳ - پھدک کر کبھی آئیں اس ڈال پر　　کبھی اُڑرھی ھیں ادھر سے اُدھر

۲۰۴ - چہکتی ہوئی چہچہاتی ہوئی　　دلوں کی امنگیں بڑھاتی ہوئی

۲۰۵ - فسون محبت پڑھاتی ہوئی　　تمنائیں دل میں جگاتی ہوئی

۲۰۶ - خیالوں کی تکذیب کرتی ہوئی　　عقیدوں کی تخریب کرتی ہوئی

۲۰۷ - کبھی چونچ پھولوں سے ملنے لگیں　　دل مضطرب کو مسلنے لگیں

۲۰۸ - کبھی خود بخود ھی جھگڑنے لگیں　　پروں اور چونچوں سے لڑنے لگیں

۲۰۹ - کبھی تھک کے آ بیٹھنا پاس پاس　　کسی بات کا غم نہ کوئی ہراس

۲۱۰ - وہ پھر ان کی آپس میں سرگوشیاں　　کہ جیسے حقیقت کی ھیں رازداں

۲۱۱ - وہ قدرت کا ھر سمت سے یہ پیام　　پئے عشق ھی ھے یہ سب اھتمام

۲۱۲ - درختوں کی شاخیں بھی ھیں پردہ پوش　　غفور رست * ایزد تو ساغر بنوش

۲۱۳ - غرض یوں ھی پیتے پلاتے چلے　　نیا لطف ھر جا اٹھاتے چلے

۲۱۴ - برا کیوں کہیں پینے والوں کو ھم　　کہیں گر تو انصاف پر ھے ستم

۲۱۵ - کسے پھر نہ پینے کی ھو آرزو　　جو خود دے کوئی ساغر مشکبو

۲۱۶ - خصوصاً مناظر ھوں جب دلفریب　　تو پھر صبر کیسا کہاں کا شکیب

۲۱۷ - جہاں ختم ھوتی ھے کشتی کی راہ　　† تقدس مآبوں کی ھے عیش گاہ

---

* میر حسن —

† Parson's Pleasure کا ترجمہ یہ جگہ مردوں کے لیے مخصوص ھے وہ یہاں برھنہ رہتے ھیں ، کبھی چشمۂ آفتاب میں غسل کرتے ھیں کبھی دریائے چارول میں —

۲۱۸ - اسے کہتے ہیں ہم * عراق عرب یہاں پر اترتے ہیں کشتی سے سب

۲۱۹ - کہ جن کو نہیں فخر صلف ذکور خراماں خراماں چلیں تھوڑی دور

۲۲۰ - بھلا بی بی حوا کا واں کون کام جہاں پر ہوں آدم علیہ السلام

۲۲۱ - اُدھر وہ گئیں اُن کے ساتھی اِدھر چڑھاتے ہیں کشتی کو† رولرس پر

۲۲۲ - وہ پھر دو ملنٹ بعد باہم ملے ملے اور بدستور آگے چلے

۲۲۳ - بڑی دور تک ہے یہی ماجرا اسی لطف پیہم کا اک سلسلہ

۲۲۴ - مبارک ہوں یہ آپ کو لطف سب وطن کو چلے ہم تو افسوس اب

۲۲۵ - وھاں چار ولکی سی باتیں کہاں وھاں یاں کے دن یاں کی راتیں کہاں

۲۲۶ - یہ دریا کہاں یہ کنارے کہاں یہاں کے سے واں 'چاند تارے' کہاں

۲۲۷ - نہیں یہ کہ واں 'چاند تارے' نہیں بہت ہیں پہ ‡ 'ندیا کنارے' نہیں

۲۲۸ - یہ مانا کہ فضلی ہو تم خوش کلام
مگر سن چکے ہم بہت والسلام

---

* Mesopotamia کا ترجمہ ؛ یہی اس جگہ کا نام ہے —

† Rollers یہ ایک طرح کے گھومتے ہوے ڈنڈوں کا زینہ ہے جس کے ذریعہ سے کشتی دریا کے مصنوعی بند کو کے پار کر Parson's Pleasure میں داخل ہوتی ہے —

‡ ' چندا ماموں آرے آؤ پارے آؤ ندیا کنارے آؤ ' —

# خراب آباد

(ٹی - ایس - ایلیوٹ کی نظم The Waste Land کا اُردو نثر میں ترجمہ)

از

عزیز احمد صاحب بی - اے (عثمانیہ) یونیورسٹی کالج لندن -

(مسٹر ٹی - ایس - ایلیٹ ہی کے نام جن کی اجازت سے ان کی اس عظیم‌الشان نظم کا ترجمہ
میں اردو میں پیش کر رہا ہوں ' میں اس ترجمے کو معنون کرتا ہوں - عزیز احمد)

تمہید

جنگ عظیم کے بعد سے یورپ جس سیاسی اور معاشی کشمکش میں مبتلا ہے اس کا اثر یورپ کے ادب پر براہ راست پڑ رہا ہے - شاعری محض بے کاری کا مشغلہ نہیں رہی ' بلکہ ایک مجروح تمدن کی درد ناک داستان ہے - گذشتہ جنگ سے کہیں زیادہ ہولناک خطرہ آنے والی جنگ کا ہے ' فضا میں ہر طرف بے اطمینانی سی ہے اور یہی بے اطمینانی یورپ کی جدید شاعری میں بھی نظر آتی ہے -

انگلستان ' یورپ کے دوسرے ممالک کے مقابلے میں کس قدر قدامت پسند ہے - جدید تحریکیں یہاں دیر میں پہنچتی ہیں ' لیکن اس میں کوئی شک

نہیں کہ جب یہ تحریکیں یہاں پہنچ جاتی ہیں تو انگریزی شاعری کے رنگ، میں رنگ کر عجیب و دلکش شاہکاروں کی شکل میں ظاہر ہوتی ہیں -

جنگ عظیم کے بعد سے مختلف شاعروں کے کلام میں بے چینی کے اثرات موجود تھے ' لیکن یہ زیادہ تر ذاتی تھے ' کوئی انقلاب انگیز تحریک ان کی تہ میں کام نہیں کر رہی تھی - جنگ عظیم کے بعد کے مشہور شعرا '' مسٹر جان مسفیلڈ ' ' رابرٹ برجس ' انگریزی شاعری کی کہنہ روایات کو برقرار رکھنے پر تلے ہوئے تھے - جزائر برطانیہ کا سب سے بڑا شاعر ' ڈبلیو - بی - یٹیس ' ایک بالکل مختلف پیغام لے کر آیا تھا ' لیکن اس کا پیغام اپنی مادر وطن آئرستان کے لیے تھا - اس کے الفاظ اور خیالات سلجھے ہوئے تھے ' اس کی شاعری میں درد تھا ' جوش نہیں تھا —

نظم سے پہلے بے چینی کی لہر نثر میں دوڑ گئی - اور تین مشہور نثر نگاروں کے ناولوں میں یورپ کی درد انگیز داستان ' سرمایہ داری اور خونریزی کے خلاف ایک نیم مجنونانہ صدائے احتجاج بلند ہوئی - ' جس میں جائس ' ' آلڈوس ہکسلے ' اور ' ڈی - ایچ - لارنس ' کی کہانیوں اور ناولوں سے انگریزی ادب میں اس جدید تحریک کی نشو و نما ہوئی جو روس میں ' بخارن ' اور ' شلو خوف ' جرمنی میں ' طامس مان ' فرانس میں ' آندرے بریتوں ' ' لوئی ایراگون وغیرہ کی کوششوں سے ایک خاص شکل اختیار کر رہا تھا - اور سرمایہ داری اور سرمایہ پرستی کے ہولناک انجام کے تصور کو پیش کر رہا تھا ' حال کے زخموں سے مستقبل کی موت کا اندازہ کر رہا تھا - اور کم و بیش کہیں کھلم کھلا اور کہیں در پردہ اشتراکیت کی تلقین کرنے لگا تھا —

انگریزی شاعری میں اس تحریک کو باقاعدہ پیش کرنے کا سہرا دو شاعروں کے سر ہے - ایک تو مسٹر ٹی - اس - ایلیٹ ( T. S. Eliot ) جن کے شاہکار

کا ترجمہ ہم ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں ' دوسرے ان کے دوست اور رفیق مسٹر ایذرا پونڈ ( EzraPound ) ان دونوں کی نظموں کے ساتھ جدید انگریزی شاعری کے جسم و روح میں تبدیلی ہونے لگی —

مسٹر ایلیٹ نے انگریزی شاعری میں اس تحریک کی ابتدا تو کی مگر وہ اس کے علم بردار نہیں رہے - بہت جلد وہ اس کشمکش سے تنگ آگئے - اور انہوں نے مذہب کے دامن میں پناہ لے لی - انگلستان کی نئی پود ان کی حال کی شاعری کو ردعمل اور پستی کی شاعری سمجھتی ہے مگر ان کی ابتدائی شاعری کی عظمت ان کی شہرت اور انگریزی ادب میں ان کی حیثیت قائم رکھنے کو کافی ہے - ان کی یہ نظم جس کا ترجمہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے ' ہر اعتبار سے انگریزی شاعری میں بیسویں صدی کی بہترین پیدا وار کہی جاسکتی ہے - یہ اس غیر معمولی ذہنی کشمکش کا نتیجہ ہے ' جب وہ موجودہ دنیا کے ہنگامے کو اور تباہی کے منظر کو دیکھنے ' سمجھنے ' اور سلجھانے کی کوشش کررہے تھے ' اُن کے ذہن میں ایک کشمکش سی تھی کہ کس کا ساتھ دیں ' پرانی دنیا کے پرانے اُصولوں کو اختیار کریں یا اشتراکیت اور جدید تحریکوں کے ساتھ ہوجائیں - جس طرح انقلاب فرانس کے بعد ایک اسی قسم کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد ملک الشعراے انگلستان " ولیم ورڈ سورتھ " نے ایک " فطری مذہب " میں پناہ لی ' اُسی طرح اس ہنگامے سے تھک کر ' اور جوش و اُمید کے فقدان کے باعث مسٹر ایلیٹ نے " عیسائی مذہب " میں پناہ لی ' " خراب آباد " The Waste Land اس اعتراف شکست ' سے پہلے کی نظم ہے - اور اُن کی غیر معمولی ذہنی کشمکش کا آئینہ ہے ' جس میں بیسویں صدی کی ذہنی کشمکش منعکس نظر آتی ہے —

ذیل میں ہم " مسٹر جان اسٹریچی " مشہور انگریز عالم معاشیات کا

تجزیہ پیش کرتے ہیں —

" اس میں کوئی شک نہیں کہ آخری چند سال کے عرصہ میں شاعروں کا ایک نیا گروہ اُٹھہ کھڑا ہوا ہے - یہ لوگ باوجود انگریزی ادبیات کی مکمل تحصیل و تاثر کے ایک بالکل نئی نوع سے ہیں، اور اب تک اِنگلستان میں جن جن انواع کی شاعری نے نشو و نما پائی ہیں اُن سب سے بے حد مختلف ہیں - وہ شاعری کے پرانے اصول کی پابندی ناممکن سمجھتے ہیں - شاعروں کے اس مکتب کی سب سے زیادہ اہم پیداوار مسٹر ٹی - اِس - ایلیٹ کی نظم The Waste Land جو ایک حساس طبیعت پر اپنے پورے نظم معاشرت کے انحطاط کے رد عمل کا ایک غیر معمولی نمونہ ہے نظر انداز نہیں کی جاسکتی - یہ سنہ ۱۹۲۲ ع میں شایع ہوی اور اُس زمانے میں لکھی گئی تھی، جب جنگ عظیم کے بعد یورپ کی سرمایہ داری ابتلا کے سخت ترین مراحل طے کر رہی تھی - " خراب آباد " The Waste Land دور جدید کی اہم ترین انگریزی نظم ہے - اس نظم میں ایک قدیم طرز معاشرت ( جو کبھی بہت مضبوط تھا ) کے مکمل و درد انگیز انتشار کی کیفیت انتہائی وضاحت سے ظاہر ہوتی ہے " —

اس قدر ابتدائی تمہید کے " اور نظم کا پس منظر سمجھنے " کے بعد یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس نظم کی ہئیت کے متعلق کچھہ لکھا جاے - اُردو کے ناظرین کے لیے یہ نظم بالکل اچنبھے کی چیز ہوگی - خود انگلستان کے لیے یہ اسلوب، اور یہ نفس مضمون بالکل نیا ہے - بکثرت تشریحیں اس نظم کی لکھی جاچکی ہیں اور لکھی جارہی ہیں —

اس نظم کا اسلوب جدید یورپی شاعری کا اسلوب ہے - اس اسلوب کا سب سے بڑا گریہ ہے کہ ادب اور زندگی، خیال اور حقیقت کے درمیان سے پردہ اُٹھا دیا جاے - زیادہ صاف الفاظ میں یہ کہ شاعر یا ادیب زندگی کی نقاشی بھی

کرتا جائے ' اور ساتھہ ہی ساتھہ بے تکلفی سے اُن خیالات کو بھی بیان کرتا جائے جو اُس کے دل میں پیدا ہوتے جاتے ہیں - کیونکہ زندگی کے مطالعے میں شاعر کی نظر کو بہت کچھہ اہمیت حاصل ہے - شاعر کی نظر زندگی کو ایک خاص رنگ میں دیکھتی ہے- شاعر محض دیکھتا ہی نہیں ہے محسوس بھی کرتا ہے- اب تک شاعری کا اصول یہ رہا تھا کہ نظر اور احساس کو دو مختلف شعبوں میں الگ الگ رکھا جائے - جدید شاعری اس اصول کے خلاف ہے - نظر اور احساس ایک دوسرے پر منحصر ہیں ' وہ زندگی کو مل کر دیکھتے ہیں اور مل کر محسوس کرتے ہیں - پس ضرورت اس امر کی ہے کہ نظر اور احساس کے درمیان جو پردہ تھا وہ گرا دیا جائے - شاعر جو دیکھے اور جو محسوس کرے ' بلا لحاظ ترتیب و تشریح بیان کرتا جائے -

یہ تو جدید یورپی شاعری کا عام اسلوب تھا جو بعض حلقوں میں مثلاً فرانس کے " بالائے حقیقت " ( Surrealist ) طبقے میں انتہا کو پہنچ گیا ہے ' مسٹر ایلیٹ کے ہاتھوں میں یہ اسلوب ایک خاص صورت اختیار کر لیتا ہے - ان کا تخئیل اکثر مثالیت ( Symbolism ) کے مراحل سے گذرتا ہے اور زندگی کو " مثالوں " میں دیکھتا ' سمجھتا ' اور پیش کرتا ہے - اس رجحان کا باعث بڑی حد تک اُن کا وسیع مطالعہ ہے - وہ کئی زبانوں کے ادب پر عبور کامل رکھتے ہیں ' اور مختلف مذاہب کا انہوں نے کافی مطالعہ کیا ہے - اُن کی نظم ایک مکمل " مثال " ہے ' جو کئی چھوٹی چھوٹی مثالوں سے تعمیر ہوی ہے —

قبل اس کے کہ ناظرین نظم کو پڑھیں ' نظم کے ڈھانچے کو ' اور اُن مثالوں کو جو وہ پیش کر رہی ہے ' سمجھہ لینا ضروری ہے —

سب سے پہلے تو یہ کہ نظم کی " مثالیت " کا دارومدار مس ویسٹن ( Miss Weston ) کی کتاب ( From Ritual to Romance ) بڑی حد تک ہے -

دوسری کتاب جس کا اثر اس نظم کی تعمیر پر پڑا ہے ' سر جیمز فریزر ' (Sir James Frazer) کی کتاب Golden Bough ہے ان دونوں کتابوں میں اس موضوع پر بحث کی گئی ہے کہ قدیم ترین زمانے میں قدیم لوگوں کے تخیل میں جاڑے میں آفتاب کی حرارت کے کم ہو جانے اور پھر گرمی میں حرارت اور آفتاب کی قوت کے فروغ کو بہت اہمیت حاصل رہی ہے - قدیم علم الاصنام میں کئی تصور کا دارومدار اسی تخیل پر ہے کہ سرما میں آفتاب کمزور ہو جاتا ہے اور زمین مردہ سی ہو جاتی ہے گرمی کے موسم میں پھر آفتاب میں گرمی آجاتی ہے اور دنیا میں نئے سرے سے زندگی شروع ہوتی ہے مس ویسٹن کا نظریہ یہ ہے کہ موت اور قیامت کا تخیل اسی قدیم تخیل پر مبنی ہے قدیم مصری لوگ آفتاب دیوتا کی موت ' اور نئی زندگی کا تہوار مناتے تھے - اس تہوار میں بہت سی جنسی نشانیاں بھی ہوتی تھیں - یہی تخیل عیسائی مذہب میں موت اور قیامت کے تصور کی شکل میں ظاہر ہوا - ہمارے ناظرین میں سے اکثر قیامت میں آفتاب کی حرارت کے تصور ' نئی زندگی ' اور برہنہ ( جنسی خیالات کا اثر ) اُٹھ کھڑے ہونے کے تخیل سے واقف ہیں - یہ تخیل ' قدیم صنم پرستوں میں پیدا ہوا اور یہودیت اور عیسائیت کے منازل سے ہوتا ہوا پہنچا ہے —

مسٹر ایلیٹ کی نظم اپریل میں ( گرمی کے موسم کی ابتدا کے زمانے میں) شروع ہوتی ہے - جاڑے کا موسم ( جنگ عظیم ) ختم ہو چکا ہے ' اور دنیا قیامت کی منزل سے گزر رہی ہے - اپریل کا مہینہ تو ہے لیکن قیامت کی زندگی ' مردوں کی زندگی ہے - ہر طرف انحطاط اور زوال کا منظر پیش نظر ہے —

اس کے بعد نظم کے مختلف حصے جدید طرز معاشرت ' اور جدید تمدن کے مختلف بے کیف اور درد انگیز مناظر پیش کرتے ہیں - آخری حصے میں شاعر کا دل سکون تلاش کرلیتا ہے - جاڑے ختم ہو چکے ہیں ' اگرچہ کہ زندگی ہر طرف

مفلوج ہے لیکن اُمید کو " شانتی " کا سہارا مل جاتا ہے - یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ " شانتی " سے مسٹر ایلیٹ کا کیا مطلب ہے - بہت سے شارحین کہتے ہیں کہ شاعر زندگی کی اس ہولناک کیفیت سے پریشان ہوکر مذہب میں پناہ لے رہا ہے - اور آخر کار ہتھیار ڈال رہا ہے - بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ " شانتی " سے ان کا مطلب محض ایک طرح کی موہوم سی اُمید ہے —

اب ہم نظم کے مختلف حصوں پر ایک مختصر سی سرسری نظر ڈالیں گے تاکہ پوری نظم کا سلسلہ سمجھ میں آجائے - ناظرین نظم کو پڑھنے سے پہلے اس تشریح کو ضرور ملاحظہ فرمائیں :—

۱ - نظم گرما کی آمد ' اور جاڑوں کے احساس سے شروع ہوتی ہے - اس کے بعد ایک اعلیٰ خاندان کی عورت جواب غالباً جنگ عظیم کے باعث تباہ ہوگئی اپنی زندگی کی بے لطف داستان سناتی ہے —

اُس کے بعد یورپ کی موجودہ تباہ حالت کی طرف اشارہ ہے - نقشہ قیامت کا ہے ' جس میں اگر آفتاب کی حرارت سے سایہ مل سکتا ہے تو صرف ایک سرخ چٹان کے نیچے - شاعر کی لے میں جوش و جنون کا سا اثر پیدا ہوتا جاتا ہے وہ راہبری کرنا چاہتا ہے اور نہیں کرسکتا یہاں تک کہ وہ ' واگنیر ' کا ایک گیت الاپنے لگتا ہے --

اُس کے بعد ' ھایا سنتھ ' والی لڑکی کا قصہ چھیڑتا ہے ' اور ایک مفلوج احساس پر ختم ہوتا ہے پھر ایک فیشن ایبل عورت ' مادام سو سو سترس ' نظم کے پردے پر نمودار ہوتی ہے جو لوگوں کی قسمتوں کا حال بیان کرتی ہے - ان میں سے ایک شخص " فونیقی ملاح " نظم میں بار بار نظر آتا ہے - وہ فونیقی ملاح ( زمانۂ حاضر کے تاجر ) کی غرقابی کی پیشین گوئی کرتی ہے - یہی تاجر نظم کے حصۂ سوم میں مسٹر ' یوجے نی ڈس ' تاجر سمرنا کی شکل میں پھر نمودار

ہوتا ہے اور شاعر کو کھانے کی دعوت دیتا ہے - چوتھے حصے میں اسی تاجر "فلیباس فونیقی" کے غرقاب ہوجانے پر عبرت کی ہے —

مادام سوسو سترس کی پیشن گوئیوں کے بعد شاعر لندن کے گھر میں ایک مجمع کا حال بیان کرتا ہے جہاں وہ اپنے ایک دوست سے ملتا ہے جس نے اپنے باغ میں ایک لاش بوئی تھی - شاعر اس سے پوچھتا ہے کہ لاش سے کوئی پودا پھوٹ نکلا یا ابھی نہیں - اس معمے کا حل بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ سرمایہ دار نے مزدور کی لاش زمین میں بوئی ہے اور اس کا متوقع ہے کہ اس لاش سے درخت پھوٹ نکلے اور وہ اس درخت کا پھل کھائے - یہاں نظم کا پہلا حصہ ختم ہوتا ہے —

۲ - نظم کے دوسرے حصے کا عنوان "شطرنج کی بازی" ہے - یہ حصہ جدید معاشرت کے دو مختلف و متضاد مناظر پیش کرتا ہے پہلے حصے میں ایک امیر عورت اور اُس کے ساتھیوں کی داستان اُس شان و شوکت کو پیش نظر رکھ کے بیان کی گئی ہے جو شکسپیر نے کلیوپیٹرا کی کشتی کے بیان میں استعمال کی تھی - لیکن باوجود اِس تمول اور چمک دمک کے یہ زندگی بالکل مردوں کی زندگی ہے' کوئی لطف نہیں' کوئی جوش نہیں' کوئی خواہش نہیں-

دوسرا منظر ایک شراب خانہ ہے' جہاں معمولی مزدور پیشہ لوگ جمع ہیں- شراب خانے کے بند ہونے کا وقت آگیا ہے اور شراب خانے کا مالک بار بار چلا رہا ہے "جلدی کرو بھئی وقت ہوگیا ہے" - یہ جملہ بجائے خود بہت معنی خیز ہے - یہ دور جدید کی مصروفیت اور دور جدید کی تباہی کا بیک وقت آئینہ دار ہے - شراب خانے میں ایک عورت اپنی ہمسائی کا قصہ بیان کر رہی ہے کہ وہ اپنے شوہر کو خوش نہیں رکھ سکتی - اس میں انتہائی صفائی سے اور چبھتے ہوئے الفاظ میں غریب عورتوں کے قبل از وقت

بوڑھاپے کی تصویر کھینچی گئی ہے —

نظم کے اس دوسرے حصے میں شاعر براہ راست معاشرت کے ان دو طبقوں کا فرق دکھاتا ہے - غریب اور مزدور طبقے کی تباہی اور خستہ سامانی اور امیر طبقے کی بے لطف و بے کیف زندگی —

۳ - نظم کے تیسرے حصے کا نام شاعر نے "آتشیں وعظ" رکھا ہے - یہ عنوان گوتم بدھ کے مشہور "آتشیں وعظ" کو دیکھ کر سوچا ہے - اس حصے کا منظر دریائے ٹیمز کا کنارہ ہے - نظم کی ابتدا خزاں کے موسم سے ہوتی ہے - بہار کے تفریح کرنے والے رخصت ہوچکے ہیں اور دریا کے کناروں کی ویرانی گویا انسانی تمدن کی ویرانی کا مرقع ہے - ایک خیال شاعر کو دوسرے خیال تک پہنچاتا ہے اور وہ جو کچھ سونچ رہا ہے ان لا تعداد کتابوں کی روشنی میں سونچ رہا ہے جو اس نے پڑھی ہیں - اس کے بعد شاعر کی ملاقات سمرنا کے تاجر ' مسٹر یوجے نی ڈس ' سے ہوتی ہے - یہ وہی کردار ہے جس کا پہلے حصے میں ' مادام سو سو سٹرس ' کی پیشین گوئی میں " غرقاب فونیقی ملاح " اور " یک چشم سوداگر " کے نام سے ذکر کیا گیا تھا - نظم کے چوتھے حصے میں ' مسٹر یوجے نی ڈس ' مکمل طور پر غرقاب فونیقی ملاح کے کردار میں ضم ہو جاتا ہے - اس کے بعد شاعر نیم مرد اور نیم عورت ' ٹائرسیس ' ( جو مرد و عورت کا مجموعہ ہے ) ' کی شکل میں ایک ٹائپسٹ لڑکی اور اس کے خود فرض عاشق کے معاشقے کا منظر بیان کرتا ہے اس کے بعد شاعر دختران ٹیمز کے گیت سنتا ہے - یہ گیت اصل میں شاعر کے تخیل کے مطابق تین عورتوں کی داستانیں ہیں جو کشتیوں میں دریا کی سیر کر رہی ہیں - شاعر عیش پرستی اور شہوت پرستی کی اس فضا سے پناہ مانگتا ہے —

چوتھے حصے میں ' یوجے نی ڈس ' ( یک چشم تاجر ) یا فونیقی ملاح کی

غرقابی کا منظر بیان کیا گیا ہے - یہ غرقابی گویا جدید تمدن کی سرمایہ داری اور تجارت کی غرقابی ہے ـــ

پانچویں حصے کی ابتدا تباہی اور بربادی کے منظر سے ہوتی ہے گویا قیامت آچکی ہے - شاعر ایسے مقام پر ہے جہاں '' محض چٹان ہی چٹان ہے اور پانی نہیں" ہر طرف موت ہے کہیں زندگی کے حقیقی آثار نہیں - اس کے بعد ایک چھوٹے سے ٹکڑے میں شاعر قطب شمال کی ایک سیاح جماعت کے ایک واقعے کو مستعار لیتا ہے کہ جب سردی کی شدت ، اور سفر کی زحمت سے مسافروں کی طاقت ختم ہو گئی اور حواس جواب دینے لگے تو ان کو اصل تعداد سے ایک آدمی زیادہ نظر آنے لگا - اور وہ حیران تھے کہ یہ اجنبی کون ہے - اس کے بعد مشرقی یورپ کی تباہی اور بربادی کے مختلف مناظر پیش کیے گئے ہیں - مشرقی یورپ کے ممالک کو گذشتہ جنگ عظیم نے بالکل تباہ کر دیا - اس کے بعد شاعر پھر پہاڑ ( چٹان اور پانی ) کی تلمیح کی طرف واپس پلٹتا ہے - بالآخر '' کالے کالے بادل دور دراز ہما ونت پر چھا گئے '' اور پانی برسنے لگا - یہ گویا قیامت کے بعد مردوں کا زندہ ہونا ہے - یا جدید سرمایہ دارانہ تمدن کی موت کے بعد ایک نئے تمدن کی ابتدا ہے پانی کے ساتھ گرج کی آواز سے تین سنسکرت الفاظ سنائی دیتے ہیں - '' دت ، دید ہم ، دمیت '' ( دے ، ہمدردی کر ، قابو رکھہ ) اور شاعر ان الفاظ کی تلمیحات میں تشریح کرتا ہے - ابھی تک شاعر کو اِس نئی زندگی پر اطمینان نہیں اور اس کے حواس پریشان ہیں لیکن مجبور ہو کر وہ اس نئی زندگی میں پناہ لیتا ہے ـــ

یہ اس نظم کا ایک مختصر سا خاکہ تھا - یہ نظم جو یورپ کے ناظرین کے لیے بھی ایک نئی اور اپنی قسم کی بالکل انوکھی چیز ہوگی ہندوستانی ناظرین کو اور بھی زیادہ عجیب اور مشکل معلوم ہوگی - لیکن اس زمانے میں جب کہ

یورپ سے نئی نئی ادبی تحریکیں نکل رہی ہیں ہمارا فرض ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے ان تحریکوں سے اپنے ادب کو روشناس کرائیں —

میں 'مسٹر ٹی - ایس - ایلیٹ کا نہایت درجہ مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے اس قابل سمجھا اور مجھہ پر اتنا اعتبار کیا کہ اپنے اس شاهکار کے ترجمے کی مجھے اجازت دی - میں اپنے دوستوں 'مسٹر مارٹن بلوم فیلڈ' اور 'مسٹر جے - ڈبلیو - پار' کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے اس نظم کے ترجمے کے سلسلے میں تلمیحات کی تلاش اور اطالوی' لاطینی' اور جرمن عبارتوں کے ترجمے میں میری بڑی مدد کی -

عزیز احمد

جنیوا - ۱۲ اگست سنہ ۱۹۳۶ ع

---

# خراب آباد

از

مسٹر ٹی - ایس ۔ ایلیٹ

## ۱ - مردوں کی تدفین

* اپریل بڑا ظالم مہینہ ہے ،

مردہ زمین پر پھولوں کی پرورش کرتا ہے ،

خواہش اور یاد کو یک جا کرتا ہے ،

بے حس جڑوں کو بہار کے چھینٹوں سے جنبش دیتا ہے -

جاڑوں نے ہمیں گرم رکھا تھا ،

زمین کو فراموش کن برف سے ڈھانپ دیا تھا ،

اور سوکھی ہوئی جڑوں سے تھوڑی سی زندگی باقی رکھی تھی -

لیکن بہار نے † 'اشتارن برگرزی' پر سے بارش کے ایک جھونکے کے ساتھ

آکر ہمیں متحیر کر دیا —

ہم درختوں کی قطار کے سایے میں ٹھہر گئے ،

پھر دھوپ میں نکل آئے اور ہوف گارٹن ( باغیچے ) میں

کافی پی اور گھنٹے بھر باتیں کرتے رہے -

---

* نظم ایک لیتھونین عورت کی سرگذشت سے شروع ہوتی ہے جو جاڑوں سے پہلے اپنی زندگی کی دلچسپیوں کی سرگذشت بیان کرتی ہے -

† اشتارن برگرزی ( Starnbergersee ) بیریا ( جرمنی ) کی ایک جھیل

* بین گار کا نیا روسین ' شتام آوس لی تاوِن ' اِشت دوائیچ
[ میں ' روس ' کی رہنے والی نہیں ' ' لیتھونیا ' سے آتی ہوں ' پکی جرمن ہوں ]
اور جب ہم چھوٹے تھے ' مہمان تھے آرچ ڈیوک کے یہاں '
اپنے چچا زاد بھائی کے یہاں ' وہ مجھے گاڑی میں بٹھا کے باہر لے گیا '
مجھے ( اُتار پر ) ڈر معلوم ہونے لگا ' اُس نے کہا ' ' میری ' ' میری '
مضبوط تھامے رہو - اور ہم نیچے اُترتے گئے '
پہاڑوں میں جہاں آدمی اپنے کو آزاد محسوس کرتا ہے -
( اب میں بہت رات گئے تک پڑھتی ہوں اور جاڑوں میں جنوب کی طرف جاتی ہوں )
† یہ کون سی جڑیں ہیں جو جکڑے ہوے ہیں '
کون سی شاخیں ہیں جو اِس پتھریلے کوڑے سے اُگ نکلی ہیں -
اِبن آدم ' تو نہیں بتا سکتا ' نہیں جان سکتا کیونکہ تو صرف
شکستہ اصنام کے ایک ڈھیر کو جانتا ہے ' جہاں آفتاب تیزی سے چمکتا رہتا ہے -
‡ اور بے جان درخت اپنے سایے میں پناہ نہیں دیتا ' جھینگر کی آواز سکون نہیں بخشتی '
اور خشک پتھر سے پانی کی صدا نہیں آتی -

---

* Bin Crar keine Russin, stamm, aus Litauen, echtdeutsch.

† " پتھریلے کوڑے " سے شاعر کا مطلب غالباً یورپ کی موجودہ پریشان زندگی ہے -

‡ " اور اُس نے مجھہ سے کہا اِبن آدم اپنے قدموں پر کھڑا ہوجا اور میں تجھہ سے بات کروں گا "
انجیل مقدس ایزیکئل - باب دوم -

اگر سایہ ہے تو صرف اِس سرخ چٹان کے نیچے
( اِس سرخ چٹان کے سایے میں آجا )
تاکہ میں تجھے کوئی ایسی چیز دکھاوں جو
تیرے صبح کے سایے سے جو تیرے پیچھے قدم اُٹھاتا آتا ہے ' مختلف ہے
اور تیرے شام کے سایے سے بھی جو تجھہ سے ملنے کو آبیٹھتا ہے مختلف ہے -
میں تجھے مٹھی بھر خاک میں ہراس کا تماشا دکھاؤں -
* فرش ویت در ونت
در ھایمت تسو
مایں ایرش کنت
وو وا ئلست دو ؟
[ تازہ ہوا چل رہی ہے
گھر کی طرف
میرے آئرستانی لڑکے
تو کہاں رک گیا ہے ]
† '' ایک سال ہوا تم نے پہلی بار مجھے ' ھایا سنتھ ' کے پھول دیے تھے
لوگوں نے ھایا سنتھہ کے پھولوں والی لڑکی میرا نام رکھا ''
لیکن جب ہم بہت رات گئے '' ' ھایا سنتھہ ' کے باغ سے واپس پلٹے

---

* انجیل مقدس ( Eccleriastes 12 ) -

† یہ جرمن ٹکڑا ' واگنر ' کے آپیرا Tristan und Isolde کے پہلے ایکٹ سے لیا گیا ہے مسٹر ایلیٹ نے اپنی نظم میں اس کو غالباً اس وجہ سے مستعار لیا ہے کہ یہ نظم کے اس حصے سے جو " یہ کرن سی جڑیں ہیں ...... " شروع ہوتا ہے اور جس کا رنگ بہت تلخ ہے ' اور اس کے بعد کے حصے کے درمیان ' جس میں " میری " کی محبت کے قصے کا سلسلہ پھر سے چھیڑا گیا ہے ' ایک کڑی کا کام دے -

**Frisch weht der wind Der Heimat zu, Mein Irisch kind , We Weilest du ?**

تو تمہارے ہاتھہ خالی نہیں تھے ' اور تمہارے بال بھیگے ہوئے تھے

میں کچھہ نہ کہہ سکا ' میری آنکھیں پتھرا سی گئیں '

میں زندہ تھا نہ مردہ ' مجھے کسی بات کا ہوش نہ تھا -

میں روشنی کے دل کو دیکھہ رہا تھا ' خاموشی کو -

† اوۃ اُنت لیر داس میر [ خاموش اور ویران سمندر ]

... ... ... ... ... ... ... ... ...

‡ "مادام سوسو سترس" مشہور روشن ضمیرکو

سخت زکام ہوگیا تھا ' پھر بھی

وہ یورپ کی سب سے عقلمند عورت سمجھی جاتی ہے -

اور اُس کے ہاتھہ میں خطرناک تاش کے پتے ہیں -

اُس نے کہا : - یہ دیکھو یہ تمہارا پتہ ہے "غرقاب فونیقی ملاح"

§ [ یہ اُس کی آنکھیں ہیں جو ' اب موتی بن گئی ہیں دیکھو ! ]

یہ پتہ " بیلا ڈونا " ( حسینہ ) ] ہے ' چٹانوں کی سلطانہ

موقعوں کی مالکہ

اور یہ "تین چوتوں والا آدمی " ہے ' اور یہ " چکر "

---

* ' میری ' کا قصہ پھر شروع ہوتا ہے - پہلا جملہ ' میری ' کا ہے - لیکن اُس کے بعد ہی شاعر کے مایوس اور پژمردہ خیالات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے ' جو ایک جرمن جملے پر ختم ہوتا ہے - قصہ مختصر یہ کہ زندگی ایک خاموش اور ویران سمندر ہے -

† Od' und leer das Meer

یہ مصرعہ واگنر کے اُسی آپیرا Tristan und Isolde سے لیا گیا ہے -

‡ مادام سوسو سترس اور اُس کے تاش کے پتے ' انسانی حیات اور انفرادی زندگیوں کی تلمیحات ہیں - ان میں سے فونیقی ملاح کا ذکر پھر بار بار نظم میں آتا ہے - حصۂ سوم میں وہ مسٹر یوجے نی دس تاجر سمرنائی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے ' اور حصۂ چہارم میں اُس کی غرقابی کا ذکر ہے - پانی اور سمندر کا اس نظم میں دہشت کا اثر پیدا کرنے میں بہت خاص حصہ ہے -

§ شکسپیر - Tempest ایک مشہور گیت کا ایک مصرعہ -

اور یہ " یک چشم سوداگر " اور یہ پتہ

جو بے تصویر ہے ایک ایسی چیز ہے جسے وہ اپنی پشت پر اُٹھائے لیے

پھرتا ہے '

اور جسے دیکھنے کی مجھے اجازت نہیں -

معلوم نہیں " پھانسی * پانے والا " کہاں ہوا - پانی کی موت سے ڈرو -

مجھے آدمیوں کے غول کے غول ایک حلقہ بنائے ہوئے چکر لگاتے دکھائی

دے رہے ہیں ؟

شکریہ ، اگر تمہیں عزیزہ مسز اکوتیون سے ملنے کا اتفاق ہو

تو کہنا میں خود زائچہ نامہ لے کر آتی ہوں '

اس زمانے میں احتیاط بہت ضروری ہے -

... ... ... ...

بے اصل شہر†

جاڑوں کی ایک صبح کو بھورے کُہر کے تلے

ایک مجمع لندن کے پل پر بہتا چلا جارہا تھا ' اس قدر جم غفیر

‡ میں نہیں سمجھا تھا کہ موت نے اتنوں کا خاتمہ کردیا ہے -

---

* بعض نقادوں کا خیال ہے کہ " پھانسی پانے والے " سے شاعر کا اشارہ مسیح مصلوب کی طرف ہے -

† بودلیر ( Baudelaire )

" Fourmillante cite, cite, Pleine de reves,

Ou le spectre eu plein jour raccroche le parrant. "

لبریز شہر ' شہر جو خوابوں سے بھرا ہوا ہے '

جہاں بھوت کی دن چڑھے بھی راستہ چلنے والوں سے مڈبھیڑ ہوتی ہے -

‡ دانتے :- " جہنم " حصۂ سوم -

" si lunga tratta

di gente, chi'onon avrei mai creduto

che morte tauta n' avesse disfatta "

*مختصر اور معدود آہوں میں لوگ سانس لے رہے تھے'
اور ہر شخص کی نگاہ اپنے قدموں کے آگے جمی ہوئی تھی •
( یہ مجمع ) پہاڑی پر چلا ' اور پھر کنگ ولیم اسٹریٹ میں
جہاں کلیسائے سینٹ میری وول ناتھہ وقت کی پابندی کرتا ہے'
ایک مردہ آواز کے ساتھہ ' نو بجے گھنٹے کی آخری آواز پر -
وہاں مجھے ایک شخص نظر آیا ' جسے میں جانتا تھا ' میں نے اُسے
روکا اور چلاکے کہا اسٹیٹسن -
تم تو میلائے میں جہازوں پر میرے ساتھہ تھے -
وہ لاش جو تم نے گذشتہ سال اپنے باغ میں بوئی تھی '
کیا اب اُس میں پتیاں پھوٹ نکلیں ؟ کیا وہ اس سال لہلہائے گی ؟
کہیں پالے نے تو دفعتاً اُس کا بستر درہم برہم نہیں کردیا ؟
† ارے کتے کو یہاں سے دور لیجاؤ - یہ آدمیوں کا دوست ہے -
کہیں یہ اپنے ناخونوں سے اس ( لاش ) کو کھود نہ نکالے-
‡ تم ! ایپو کریت لکٹور! موں ساں بلابل — موں فریر
[ تم ! میرے مکار ناظر ! — میرے ہم ذات— میرے بھائی ]

---

• دانتے :- " جہنم " حصۂ چہارم -

"Quiri, secodo che per ascoltare,
non avea pianto, ma che di sospiri
che l'aura eterna faceuan tremare.

† Webster ( عہد الزبتھ کے مشہور ڈراما نگار ) کے ڈرامے " سفید بھوت " سے یہ مصرعہ کسی قدر ترمیم کے ساتھہ مستعار لیا گیا ہے —

‡ بودلیر ( Baudelaire ) :- "hypocrite lecteur!—mon semblable, — mon fiere!"

## ۲ - شطرنج کی بازی

•کرسی جس پر وہ بیٹھی تھی، شفاف تخت کی طرح
مر مر پر چمک رہی تھی، جہاں گلاس رکھا تھا
گلاس دان میں، جس پر خوشہ دار انگور کی بیل بنی ہوئی تھی
جس کی پتیوں سے ایک زرین کیوپڈ جھانک رہا تھا -
(دوسرا اپنے پر سے اپنی آنکھیں چھپائے ہوے تھا)
سات شاخوں والے فانوس کے شعلے دوھرے ھوگئے تھے
اور میز پر روشنی ڈال رہے تھے، جہاں
اُس (عورت) کے جواھرات کی چمک روشنی سے بغلگیر ھونے کو اُٹھ رھی تھی،-
جواھرات، جو اطلس کے ڈبوں سے اس کثرت کے ساتھ اُمنڈ نکلے تھے-
ھاتھی دانت اور رنگین گلاس کے کھلے ھوے پیالوں میں اس کی عجیب
مرکب خوشبوئیں
عطر، غازہ، اور سیال خوشبوئیں حواس کو بے ترتیب و پریشان
اور نکہتوں میں غرق کر رھی تھیں -
کھڑکیوں سے آکے فرحت بخشنے والی ھوا سے جنبش پاکے
شمعوں کے اونچے شعلوں کو فربہ کر رھی تھیں -
شعلے جو اپنا دھواں اوپر مرصع چھت میں پھینک رہے تھے
اور مرصع چھت کی تصویر کو جنبش دے رہے تھے -
تصویر میں لکڑی کا ترشا ھوا سمندر تانبے سے مرصع

---

• نظم کی تمہیدی شان و شوکت میں شاعر نے شکسپیر کے ڈرامے **Antonyand Cleopatna**
اس منظر کا خاکہ اُڑایا ھے جس میں شکسپیر نے کلوپیٹرا کے تخت کی تعریف کی ھے -

سبز اور نارنجی رنگوں میں چمک رہا تھا جس کے گرد رنگوں پتھر کا حاشیہ تھا '
جس کی دھندلی سی روشنی میں ایک ترشی ہوئی مچھلی تھر رہی تھی۔
کہنہ آتشدان سے اوپر '
اس طرح جیسے کوئی کھڑکی کسی سر سبز منظر کی طرف کھلے
فلو میل' ( عندلیب ) [ جس کو وحشی باشاہ نے اس بری طرح خراب کیا ]
کی شکل کی تبدیلی کا منظر منقش تھا *
پھر بھی سارا صحرا اس کی مقدس آواز سے گونج اُٹھا -
پھر بھی وہ چلاتی رہی ' اور اب تک دنیا اس کا تعاقب کررہی ہے'-
ذلیل کانوں کو "جنگ - جنگ " کی آواز سنائی دیتی ہے -
ماضی کے اور بہت سے افسردہ نشانات
دیواروں پر منقش تھے - گھورتی ہوئی شکلیں
جھکی ہوئی تھیں' جھک کے محصور کمرے کو خاموش کر رہی تھیں -
زینے پر قدموں کی چاپ سنائی دی -
آگ کی روشنی میں ' برش کے نیچے ' اُس کے بال
آتشیں نقطوں میں پھیل گئے '
کبھی الفاظ بن کے چمکنے لگتے اور کبھی وحشی پن سے خاموش ہوجاتے -
† آج کی رات میرے حواس پریشان ہیں - ہاں پریشان - میرے پاس رہو -
مجھ سے باتیں کرو - مجھ سے باتیں کیوں نہیں کرتے - باتیں کرو -
کیا سوچ رہے ہو؟ کیا سوچتے ہو؟ کیا ؟

---

* یونانی علم الاصنام میں فلومیل اور پراکنی دو بہنیں تھیں اور پراکنی کے شوہر نے زبردستی فلو میل کو خراب کیا - دیوتاؤں نے فلو میل کو بدل کے بلبل بنادیا اور وہ آج تک اپنی مصیبت کا نوحہ لوگوں کو سناتی ہے -
† اس ایک طرفہ مکالمے میں عورت سوال کرتی جاتی ہے' اور ان سوالات سے شاعر کے دل میں خیالات پیدا ہوتے جاتے ہیں -

مجھے کبھی معلوم نہیں ہونے پاتا کیا سوچتے ہو - سوچو " -

* میں سوچ رہا ہوں کہ ہم لوگ چوہوں کے بل میں ہیں

جہاں مردوں کی ہڈیاں گم ہوگئیں -

" یہ شور کیسا ہے " ؟

دروازے کے نیچے ہوا -

" اب پھر یہ شور کیا ہے ؟ ہوا کیا کر رہی ہے "

کچھہ بھی نہیں ' پھر کچھہ بھی نہیں -

" کیا

تمھیں کچھہ بھی معلوم نہیں؟ کچھہ بھی نظر نہیں آتا؟ کچھہ بھی یاد نہیں آتا؟

کچھہ بھی نہیں " ؟

مجھے یاد ہے

† یہ اس کی آنکھیں ہیں جو اب موتی بن گئی ہیں -

" زندہ ہو کہ نہیں ؟ کیا تمہارا دماغ بالکل خالی ہے " -

او او او وہی شکسپیر والی بات -

کتنی لطافت آمیز ہے -

کس قدر ذہانت سے لبریز

" اب میں کیا کروں ؟ میں کیا کروں ؟

میں اسی حالت میں بھاگ نکلوں گی اور سڑک پر چلوں گی '

میرے بال سراسیمہ ' لٹکتے ہوئے اسی طرح - کل ہمیں کیا کرنا ہے ؟

---

* ملاحظہ ہو اس نظم کا تیسرا حصہ جس سے یہ تلمیح مستعار لی گئی ہے -

† شکسپیر کے ڈرامے Tempest سے وہی حوالہ جو پہلے دیا گیا تھا - غرقابی کا تصور اس نظم کی نفسیاتی کیفیتوں میں بہت اہمیت رکھتا ہے -

کبھی بھی ہمیں کیا کرنا ہے ؟ "

دس بجے گرم پانی

اگر بارش ہوئی تو چار بجے ایک بند موٹر

* اور ہم شطرنج کی ایک بازی کھیلیں گے -

† بے خواب آنکھیں بند کرتے ہوئے کسی کے دروازے کھٹکھٹانے کا

انتظار کرتے ہوئے -

... ... ... ... ... ... ...

‡ جب لل کا شوہر (فوج کی) نوکری سے چھوٹ کر آنے لگا ' تو میں نے کہا -

میں نے کہنے میں مروت نہیں برتی - میں نے خود 'لل' سے کہا -

بھئی ذرا جلدی کرنا ' وقت ہو چکا ہے -

آلبرٹ آ رہا ہے ' کچھ تو بناؤ سنگار کرکے اپنی حالت ٹھیک کرو -

وہ تم سے پوچھے گا کہ جو روپے اس نے تمہیں دیے تھے -

---

* " شطرنج کی بازی " جو اس حصۂ نظم کا عنوان بھی ہے ' بہت معنی خیز ہے - سترھویں صدی کے ایک مشہور انگریز ڈراما نگار Middleton کے ڈرامے Women Beware Women میں شطرنج کی بازی کا منظر ڈرامائی طنز کے لحاظ سے بے مثل ہے ' اور اسی سے ' ایلیٹ ' نے یہ تلمیح مستعارلی ہے - ڈرامے میں ایک دلالہ اپنے شہر کے نواب کا اشارہ پا کے شہر کے ایک شریف خاندان کی بیوہ اور اس کی بہو کو مدعو کرتی ہے - بیوہ کو وہ شطرنج کی بازی میں الجھائے رکھتی ہے اور نواب اس کی بہو کو موقع پاکر پھسلا لیتا ہے -

† دروازہ کھٹکھٹانے سےموت مراد ہے -

‡ یہ ٹکڑا نظم کے حصۂ دوم " شطرنج کی بازی " کا دوسرا ٹکڑا ہے - پہلے حصے میں سرمایہ داروں کی زندگی کا نقشہ پیش کیا گیا تھا کہ باوجود تمول اور ظاہری جگمگاہٹ کے سکون و اطمینان نصیب نہیں - اس دوسرے حصے میں بالکل متضاد طبقہ یعنی مزدوروں اور پیشہ وروں کی زندگی کا ایک منظر پیش کیا گیا ہے - منظر ایک شراب خانہ ہے - رات کے وقت جب کہ شراب خانے کے بند ہونے کا وقت آچکا ہے ایک عورت اپنے ساتھیوں کو ایک واقعہ سنا رہی ہے - بار بار شراب خانے کے چھوکرے کی آواز سنائی دیتی ہے - " بھئی ذرا جلدی کرو ' وقت ہوچکا ہے " - یہ نظم مزدور پیشہ طبقے کی خراب و خستہ حالت کا بڑا اچھا نقشہ ہے - شاعر نے اس سے پہلے کے ٹکڑے میں جو ادیبانہ فنی اسلوب اختیار کیا تھا ' اس کو ایک قلم تبدیل کرکے نہایت سادہ لہجے میں زندگی کے اس رخ کی تصویر کھینچی ہے -

کہ تم اپنے لیے بکھیسی خرید و ... ... - اس نے دیئے تھے ' میرے سامنے
کی بات ہے -
تمہارے سب دانت جھڑ گئے ھیں ' للہ ایک اچھی سی بکھیسی خرید لو -
میں قسم کھانے کو تیار ھوں اس نے کہا تھا تمھیں دیکھا نہیں جاتا -
اور میں نے کہا تھا مجھہ سے بھی نہیں دیکھا جاتا - ذرا بچارے البرٹ
کا خیال کرو -
وہ چار سال فوج میں رہا ھے ' وہ چاھتا ھے کہ وقت ھنسی خوشی گذرے '
اور اگر تم اس کا دل نہیں بہلاؤ گی ' تو اور لوگ اس کا دل بہلانے
کو موجود ھیں
"اچھا اور لوگ بھی موجود ھیں "؟ وہ بولی - میں نے کہا "ھاں ھیں تو سہی" -
" تو پھر میں اچھی طرح جانتی ھوں وہ کون لوگ ھیں جو مجھہ پر اتنی
عنایت کریں گے کہ اس کا دل بہلائیں گے " یہ کہہ کر اس نے میری طرف
کنکھیوں سے دیکھا -
بھئی ذرا جلدی کرنا وقت ھو چکا ھے -
میں بولی اگر تمھیں پسند نہیں تو صاف کہہ دو -
اگر تمہیں چلنا اور پسند کرنا نہیں آتا تو دوسروں کو آتا ھے -
لیکن اگر البرٹ تمھیں چھوڑ کر بھاگ جائے گا تو محض رغبت نہ
ھونے کی وجہ سے -
تمھیں شرم آنی چاھیے کہ تم اتنی بوڑھی معلوم ھوتی ھو - میں بولی
( حالانکہ ابھی وہ صرف اکتیس سال کی ھے )
اس نے منہہ بنا کے جواب دیا - میں کیا کروں -
کہنے لگی - "یہ ان گولیوں کا اثر ھے جو میں نے پیٹ گرانے کے لیے کھائیں تھیں

( اس کے پانچ بچے ہو چکے ہیں اور ننھے جارج کی بار تو بالکل مرتے مرتے بچی )
ڈاکٹر نے کہا تھا کہ کوئی نقصان نہیں - مگر میں ابھی تک اچھی نہیں ہوسکی"
میں نے اس سے کہا " اگر ' آلبرٹ ' تمہارا پیچھا نہیں چھوڑتا تو پھر تم ہی بتاؤ
اگر تمہیں بچے نہیں چاہیے تھے تو شادی ہی کیوں کی ؟ "
بھئی ذرا جلدی کرنا وقت ہو چکا ہے -
خیر جب ' آلبرٹ گھر پہنچا تو گرم گوشت تیار تھا
اور مجھے بھی انہوں نے دعوت دی کہ اس کا گرم گرم مزا چکھوں —
بھئی ذرا جلدی کرنا وقت ہو چکا ہے -
بھئی ذرا جلدی کرنا وقت ہو چکا ہے -
خدا حافظ ' بل ' - خدا حافظ ' لو ' - خدا حافظ ' لے' - خدا حافظ
تا - تا - خدا حافظ ' خدا حافظ
خدا حافظ خواتین - خدا حافظ پیاری خواتین - خدا حافظ خدا حافظ

## ۳ - *آتیش رعظ

دریا کا خیمہ ٹوٹ گیا - پتی کی آخری اُنگلیاں
بھیگے ہوئے کنارے کو پکڑ کر ڈوب گئیں -
ہوا بھوری زمین پر سے گذر رہی ہے - † پریاں رخصت ہو چکی ہیں -

---

* نظم کے اس تیسرے حصے کا منظر دریائے ٹیمز کا کنارہ ہے - اس حصے میں دریا کے کنارے کے اور دریا کے آس پاس کے بہت سے سین پیش کیے گئے ہیں - ابتدا تمہید سے ہوتی ہے کہ جاڑے کا موسم ہے اور موسم گرما کے تعطیلات منانے والے رخصت ہوچکے ہیں - اس کے بعد شاعر کی ملاقات سمرنا کے تاجر مسٹر یوجے نی ڈس سے ہوتی ہے ' جو نظم کے چوتھے حصے میں فونیقی ملاح کے کردار میں ضم ہو جاتا ہے اور دریا میں غرق ہوجاتا ہے - اس کے بعد شاعر نیم مرد اور نیم عورت ' ٹائر سیس ' جو مرد و عورت ( انسانیت ) کا مجموعہ ہے کی شکل میں ایک ٹائپسٹ لڑکی کے عشق کا منظر دیکھتا ہے اور اس کے بعد دختران ٹیمز کے تین گیت ہیں -

† عورتیں -

* پیاری تھیمز - آھستہ آھستہ بہ کہ میں اپنا گیت ختم کرلوں

دریا میں اب خالی بوتلیں نظر نہیں آتیں ' اور نہ سینڈوچ کے کاغذ

نہ ریشمی دستیاں ' نہ دفتی کے ڈبے ' نہ سگریٹوں کے سرے

اور نہ گرما کی راتوں کی کوئی اور نشانیاں -

پریاں رخصت ہوچکی ہیں ' اور اُن کے دوست شہر کے ڈائرکٹروں کے

آوارہ گرد برخوردار صاحبزادگان

† بھی رخصت ہو چکے ہیں ' بلا اپنا نام و نشان چھوڑے ہوے -

آب لیمان کے کنارے میں نے بیٹھ کے آنسو بہاے ... ...

پیاری تھیمز آھستہ آھستہ بہ کہ میں اپنا گیت ختم کرلوں

پیاری تھیمز آھستہ آھستہ بہ کہ نہ میری صدا بلند ہے اور نہ میرا گیت طویل -

لیکن اپنے پیچھے ہوا کے ایک سرد تھپیڑے میں -

میں ہڈیوں کی کھڑکھڑاھٹ کی آواز سن رہا ہوں اور ایک کھسیانی

ہنسی جو ایک کان سے دوسرے کان تک پھیلی ہوی ہے -

کنارے پر ایک چوہا اپنے کیچڑ سے لت پت پیٹ کو گھسیٹتا ہوا

آھستہ سے سرک کر سبزی میں چلا گیا '

میں اُس وقت گیس ہاوس کے پیچھے نہر میں مچھلیوں کا شکار کر رہا تھا -

---

* یہ مصرعہ عہد ملکۂ الزبتھ کے ملک الشعراء Spenser کی نظم Prothalamion سے مستعار لیا گیا ہے - یہ ' اسپنسر ' نے دو امیر لڑکیوں کی شادی کی تقریب میں لکھی تھی جب کہ ان کی بارات دریا کے کنارے گذر رہی تھی -

† اصلی جملہ توریت میں یوں ہے " آب بابل کے کنارے میں نے بیٹھ کے آنسو بہاے " ' لیک لیمان ' سوئٹزر لینڈ کی وہ خوبصورت جھیل ہے جس کے کنارے جینوا ' لوزان ' مونٹریو وغیرہ بہت سے خوبصورت شہر آباد ہیں -

جاڑے کی شام تھی - * میں اپنے بھائی بادشاہ کی تباھی
اور اُس سے پہلے اپنے بادشاہ کی موت پر غور کر رہا تھا -
پست نم زمین پر عریاں سفید اجسام -
اور ھڈیاں جو ایک چھوٹی پست نالی میں پھینک دی جاتی ھیں
سال بہ سال محض چوھے کی دوڑ اُن میں کھڑکھڑاھٹ پیدا کرتی ھے -
لیکن اپنے پیچھے مجھے وقت بہ وقت
ھارن کی اور موٹروں کی آواز سنائی دیتی ھے ' جو ( موٹریں )
بہار کے موسم میں † ' سویٹی کو مسز پورٹر سے ملانے لاتی ھیں -
چاند ' مسز پورٹر ' پر بڑی چمک دمک سے چمکتا ھے
اور اُس کی لڑکی پر '
‡ یہ لوگ سوڈا واٹر میں اپنے پاؤں دھوتے ھیں -
§ اے او سے وو آ داں فاں شانتاں داں لاکو پول
[ اور گنبد میں گانے والے لڑکوں کی یہ آوازیں ]
... ... ... ... ... ... ... ... ... ... ... ... ...
$ ٹووٹ ' ٹووٹ ' ٹووٹ
جگ جگ جگ جگ جگ
کس بری طرح زبردستی خراب کیا
تھریو

---

* یہ اشارہ پھر شکسپیر کے ڈرامے Tempest کی طرف ھے - شاعر اپنے آپ کو شہزادۂ ' فرڈی ننڈ ' سے تعبیر کرتا ھے -
† ' سویٹی ' ( sweeny ) امریکہ والے آئرلینڈ کے خاص قسم کے لوگوں کو مذاقاً ' سویٹی ' کہتے ھیں -
‡ سرمایہ داری کا مضحکہ -
§ پال ورلین ( Verlaine ) : - Et O ces voix deufants, chantant daus la coupole
$ شاعر کو بلبل کی آواز اور اُس کے ساتھہ ھی ' فلو میل ' کی سرگذشت یاد آجاتی ھے -

... ... ... ... ... ... ... ... ... ...

بے اصل شہر

جاڑوں کی ایک دو پہر کو بھورے کہر میں

* مسٹر 'یوجے نی ڈس ' سمرنا کا تاجر

ڈاڑھی بڑھی ہوی ' جیب کشمشوں سے بھری ہوی

لندن تک محصول اور کرایہ معاف - ہاتھہ میں کاروباری کاغذات

مجھہ سے عامیانہ فرانسیسی میں کہنے لگا

کہ اُس کے ساتھہ کینن ' اسٹریٹ ہوٹل ' میں کھانا کھاؤں

اور اُس کے بعد ہفتے کے ختم کی تعطیل میٹرو پول میں گذاروں -

... ... ... ... ... ... ... ... ... ...

شفق کے وقت جب آنکھیں ڈسک سے اُٹھتی ہیں

اور کمر سیدھی کرنے کا وقت ہوتا ہے

جب انسانی انجن انتظار کرتا ہے '

موٹر ٹیکسی کی طرح دھک دھک کرتا ہوا انتظار کرتا ہوا

† میں ' ٹائرسیس ' اگرچہ کہ زندہ ہوں اور دو زندگیوں کے درمیان

---

* 'یوجے نی ڈس ' آگے چل کر فونیقی ملاح کے کردارمیں ضم ہو جاتا ھے-

‡ ' ٹائرسیس ( Tiresias ) کا کردار اس نظم میں بڑی اہمیت رکھتا ھے - ٹائرسیس نیم مرد ھے اور نیم عورت اور اس طرح دونوں انسانی جنسوں کا مجموعہ ھے - خود مسٹر ایلیٹ نے ' ٹائرسیس ' کے کردار کی تشریح ان الفاظ میں کی ھے :-

" ' ٹائرسیس ' اگرچہ کہ محض ' ناظر ' ھے اور اس نظم کا خاص کردار " نہیں پھر بھی وہ اس نظم میں بہت اہمیت رکھتا ھے ' کیونکہ اس میں سب کردار مل کر ایک ہوجاتے ہیں- جس طرح کشمشوں کا تاجر یک چشم سوداگر ' فونیقی ملاح میں تحلیل ہو جاتا ھے ' اور آخرالذکر فرڈینڈ شہزادہ نیپلز میں مل جاتا ھے' اسی طرح (اس نظم کی) تمام عورتیں ایک عورت بن جاتی ہیں- اور دونوں جنسیں ' ٹائرسیس ' کے کردار میں مل جاتی ہیں- ٹائرسیس جو کچھہ دیکھتا ھے وہی اس نظم کا ماحصل ھے " —

دھڑک رہا ہوں -

بڈھا مرد ہوں اور ڈھلکے ہوئے زنانے پستان رکھتا ہوں ؛

* شفق کے وقت ، شام کے وقت کو دیکھہ رہا ہوں جو ملاح کو سمندر

سے گھر لاتا ہے -

اور ٹائپسٹ لڑکی کو چائے کے وقت گھر لاتا ہے ، جو ناشتے کے برتن ہٹاتی ہے ،

چولھا گرم کرتی ہے اور ٹین کے ڈبوں میں سے کھانے کی چیزیں نکالتی ہے -

کھڑکی کے باہر غیر محفوظ طور پر

اس کے خشک ہوتے ہوئے مرکب ملبوسات لٹک رہے ہیں جن کو آفتاب

کی آخری شعاعیں مس کر رہی ہیں -

صوفے پر ( جو رات کو اُس کا بستر بن جاتا ہے )

پائتابوں ، سلیپروں اور تہ جاموں کا ڈھیر ہے -

میں مرجھائے ہوئے پستانوں والا بوڑھا مرد

اس منظر کو دیکھہ کر باقی سب باتیں بھانپ گیا —

میں بھی آنے والے مہمان کا انتظار کرنے لگا -

وہ سرطان زدہ نوجوان آپہنچا

مکانوں کے ایک معمولی سے ٹھیکے دار کا محرر - نظر میں جراءت ،

ان نیچی نظروں میں سے ایک نظر جس میں خود اعتمادی اس طرح متمکن ہے

جیسے ' بریڈ فورڈ ' کے کسی لکھہ پتی کے سر پر ریشمی ٹوپی -

وہ صحیح طور پر بھانپ لیتا ہے کہ وقت بہت مناسب ہے -

---

* ' ٹائرسیس ' کا کردار اصل میں لاطینی شاعر Ovid کی نظم سے لیا گیا ہے - یونانی شاعرہ ' سافو ' کے شعر کا آزاد ترجمہ ہے ' اس شعر کو دھرانے کے بعد ' ٹائرسیس ' ٹائپسٹ لڑکی کا قصہ جو اس کی نظروں کے سامنے پیش آرہا ہے بیان کردینا شروع کردیتا ہے -

کھانا ختم ہوچکا ہے اور وہ تھکی ہوئی اور پریشان سی ہے
پہلے اسے آغوش میں لینے کی کوشش کرتا ہے '
اس کی مرضی نہ بھی سہی مگر وہ مخالفت تو نہیں کرتی
سرخ ہوکے اور مکمل ارادے کے ساتھہ وہ فوراً حملہ کرتا ہے -
کسی طرح کی مدافعت' متلاشی ہاتھوں کا مقابلہ نہیں کرتی -
نوجوان کی خود پرستی جواب کی پروا نہیں کرتی -
اور وہ اس بے توجہی کو نعمت سمجھہ لیتا ہے -
( اور میں وہ ' ٹائرسیس ' ہوں جو اس سے پہلے یہ سب بھگت چکا ہوں -
جو اب اس صوفے یا بستر پر پیش آرہا ہے -
میں وہ ہوں جو تھیبس کے پاس دیوار کے کنارے بیٹھا رہا کرتا تھا -
اور پست ترین مردوں کے درمیان پھرا کرتا تھا )
پھر وہ ( نوجوان ) ایک آخری بزرگانہ قسم کا بوسہ دیتا ہے -
اور اپنا راستہ ٹٹولتا ہوا باہر جاتا ہے ' زینوں پر روشنی نہیں پاتا ...
وہ پلٹ کر لمحہ بھر آئینہ دیکھتی ہے -
گویا اسے اپنے عاشق کی روانگی کی خبر بھی نہیں -
اس کا ذہن صرف ایک نامکمل خیال کو گذرنے کی اجازت دیتا ہے -
" خیر اب تو یہ ہوچکا - اچھا ہوا کسی طرح ہو تو چکا "
* جب حسین عورت گناہ کی طرف جھکتی ہے اور
اپنے کمرے میں اِدھر سے اُدھر اکیلی ٹہلتی ہے
تو خود بخود اپنے ہاتوں سے اپنے بال ٹھیک کرتی ہے
اور گراموفون پر ایک رکارڈ رکھہ دیتی ہے -

---

* ' گولڈ اسمتھہ ' ( Gold smith ) کے ایک مشہور گیت کا ظریفانہ جواب -

اس راگ کی آواز میرے پاس سے ہوتی ہوی لب آب تک پہنچی -
پھر ' اسٹرینڈ ' سے ہوتی ہوی ' کوئین وکٹوریا اسٹریٹ ' تک -
اے شہر ' شہر میں اکثر سنتا ہوں
لوور ' تھیمز اسٹریٹ ' میں ایک شراب خانے کے پاس
ایک باجے کی گنگناتی ہوی دلپذیر آواز
اور ( شراب خانے کے ) اندر سے کھٹکھٹاہٹ کی اور باتوں کی آواز
جہاں ماہی گیر دوپہر کو سستاتے ہیں -
جہاں کلیسائے ' میگنس مارتر ' کی دیواریں
کلیسائی سفید و زرین رنگ کی ناقابل بیان عظمتوں سے آراستہ ہیں ؛

... ... ... ... ... ... ... ... ...

* ( دختران تیمز کے گیت )
دریا کو پسینہ آرہا ہے
تیل اور تار کول -
کشتیاں بہہ رہی ہیں '
پانی کی بدلتی ہوی رفتار کے ساتھ
چوڑے
سرخ بادباں
زمین کی طرف وزنی مستول پر لٹک رہے ہیں -
کشتیاں دھو رہی ہیں
بہتے ہوے شہتیروں کو

---

* یکے بعد دیگرے تین دختران ٹیمز تین گیت گاتی ہیں - " دختران ٹیمز " کا خیال ایلیٹ کو مشہور آپیرا Gotterdammerung میں تین " دختران راین " کے گیت پڑھ کر پیدا ہوا -

' گرین وچ ' تک پہنچ گئی ہیں

آئل آف ڈاگس ' کے پاس سے گذرتی ہوئی -

وے ئیا لالا لے ئیا

والالا لے ئیالالا

* الزبتھ اور لسسٹر

کھیتے ہوے پتوار

عرشہ ایک سنہری سیپ

بن گیا ہے

سرخ اور زرین -

پانی کی تیز اُٹھان

دونوں کناروں سے جا ٹکرائی

جنوب و مغرب کی ہوا

پانی کی دھار پر بہا لائی

گھنٹیوں کی آواز کو -

سفید برج

وے ئیالالا - لی آ

والالا لے ئیالالا

" ٹرام گاڑیاں اور غبار آلود درخت

† ' ھائی بری ' میں میں پیدا ہوی - رچمنڈ اور کیو نے مجھے بگاڑا -

---

* ملکۂ الزبتھ اور لارڈ لسسٹر کے معاشقے کی طرف اشارہ -

† دانتے کے " اعراف " کو پیش نظر رکھہ کے : -

**' Ricorditi di me, che son la Pia;**

**' Siena mi Fe, disfecemi Maremma'.**

رچمنڈ کے قریب تانگیں اُتھا کے
ایک تنگ ناؤ کے فرشے پر میں چت لیٹ گئی '
" میرے قدم ' سورگیٹ ' میں ھیں اور
میرا دل میرے قدموں کے نیچے -
اس واقعہ کے پیش آجانے کے بعد وہ رویا - اور نئے سرے سے زندگی بسر کرنے کا وعدہ کیا -
میں نے کچھہ نہیں کہا - میں کیوں نہیں نہیں کرتی ؟ "
" مارگیٹ " کی ریت پر
میں نہیں کا سلسلہ
نہیں سے ملا سکتی ہوں -
میلے ھاتھوں کے توتے ھوے ناخن -
میرے گھر والے ' غریب گھر والے
کسی چیز کے متوقع نہیں
لا لا
... ... ... ... ... ... ... ... ...
* پھر میں قرطاجنہ پہنچا
† جلن جلن جلن جلن
پرماتما تو مجھے کھینچ کر باھر نکال رھا ھے
پرماتما تو کھینچ رھا ھے

---

* " از اعترافات سینٹ آگسٹین " :— " پھر میں قرطاجنہ پہنچا جہاں ناپاک عشق بازی کی دھکتی ہوئی کڑھائی سے مجھے اپنے چاروں طرف گانوں کی آواز سنائی دی " -

† یہ ٹکڑا مہاتما بدھ کے " آتشیں وعظ " کے ایک حصے سے لیا گیا ھے - شاعر نے امریکی مستشرق ھنری کلارک وارن ( Henry Clarke Warren ) کے انگریزی ترجمے سے مدد لی ھے —

جلن

۴ - * پانی کی موت

'فلیباس فونیقی' جسے مر کے دو ہفتے ہوگئے
بگلوں کی آواز بھول گیا، اور گہرے سمندر کا تموج
اور اپنا نفع نقصان -

سمندر کے اندر سے ایک دھار
اُس کی ہڈیوں کو سر گوشیوں میں چن لے گئی -
جب اس کا جسم بلند ہوتا اور پھر ڈوب جاتا
(تو گویا) وہ اپنے بڑھاپے اور جوانی کی منزلوں سے پھر گزر رہا تھا،
گرداب میں داخل ہونے سے پہلے —

یہودی یا غیر یہودی
تم جو کشتی کی ناخدائی کرتے ہو اور ہوا کی طرف دیکھتے ہو —
فلیباس کے حال سے عبرت حاصل کرو جو کبھی تمہاری طرح وجیہ
اور بلند قامت تھا —

۵ - † گرج نے کیا کہا

پسینے سے شرابور چہروں پر سرخ مشعل کی روشنی کے بعد
باغوں میں سرد، کپکپاتی ہوئی خاموشی کے بعد

---

* پانی کا خوف جو اس نظم کی نفسیاتی کیفیت میں خاص اہمیت رکھتا ہے اس سطر میں انتہا کو پہنچ جاتا ہے - فلیباس فونیقی اور مسٹر یوجی نی دس اور شہزادۂ فرڈیننڈ سب ایک کردار بن کر فلیباس فونیقی کی شکل میں غرقاب ہو جاتے ہیں - غرقابی اور پانی کی پوری "تمثیل" شاعر نے شکسپیر کے ڈرامے "طوفان" Tempest کو پیش نظر رکھ کر لی - پانی کی موت اس زمانے کی موت ہے - اس زمانے کی زندگی کی طرح بے کیف اور مہیب ہے -

† تشریح کے لیے دیباچہ ملاحظہ ہو -

پتھریلے مقامات میں تکلیف اٹھانے کے بعد
پکارنے اور چلانے
اور قید اور محل سرا اور
موسم بہار میں دور دراز پہاڑوں پر گرج کی صدائے باز گشت کے بعد
وہ جو زندہ تھا سو مر گیا
اور جو زندہ ہیں وہ اب مر رہے ہیں
کسی قدر صبر کے ساتھہ
یہاں پانی نہیں صرف چٹان ہی چٹان ہے
چٹان ہے اور پانی نہیں اور ریت کی سڑک ہے
سڑک جو پہاڑوں پر بل کھاتی ہوئی جاتی ہے
چٹانوں والے پہاڑوں پر جن میں پانی نہیں
اگر پانی ہوتا تو ہم رک جاتے اور پی لیتے
مگر چٹان پر کوئی رک نہیں سکتا اور سوچ نہیں سکتا
کاش چٹان میں کچھہ پانی ہوتا
چٹان جو مردہ پہاڑ کے دانتوں کا مٹی والا جبڑا ہے جس سے وہ تھوک نہیں سکتا
یہاں نہ کوئی کھڑا ہوسکتا ہے ' نہ لیٹ سکتا ہے ' نہ بیٹھہ سکتا ہے
پہاڑوں میں خاموشی تک نہیں
خشک اور بانجھہ گرج کی آواز آتی ہے اور پانی نہیں برستا
پہاڑوں میں تنہائی تک نہیں
مٹی کے شکستہ مکانوں کے دروازوں سے
خشمگیں چہرے ناک بھوں چڑھا رہے ہیں

کاش پانی ہوتا

اور چٹان نہ ہوتی

اور اگر چٹان تھی تو

پانی بھی ہوتا

پانی بھی

ایک سر چشمہ

چٹان میں ایک چشمہ ہوتا

کاش پانی کی آواز ہی ہوتی

ٹھکری

یا سوکھی ہوئی گھانس کے گیت کے بجائے

چٹان پر پانی کی آواز ہوتی

جہاں 'ہرمٹ تھرش' * پائن کے درخت پر چہچہا رہی ہے

ڈرپ ڈراپ ڈرپ ڈراپ ڈراپ ڈراپ ڈراپ

لیکن کہیں پانی نہیں

† یہ تیسرا کون ہے جو تمہارے ساتھ چل رہا ہے

جب میں گنتا ہوں تو صرف میں اور تم ساتھ ہیں

لیکن جب نظر اُٹھا کے سفید سڑک کو دیکھتا ہوں

تو ایک اور شخص ہمیشہ تمہارے ساتھ ساتھ چلتا نظر آتا ہے

---

* 'ہرمٹ تھرش' شمالی امریکہ کی ایک چڑیا جس کی آواز کو پانی برسنے کی صدا سے تعبیر کیا جاتا ہے —

† قطب شمالی کے ایک سفر میں جب مسافروں کی طاقت ختم ہوگئی اور حواس جواب دینے لگے تو انہیں مسافروں کی اصلی تعداد سے ایک شخص زیادہ نظر آتا ہے - بار بار گنتے تھے اور ایک شخص کو اصلی تعداد سے زیادہ پاتے تھے - اسی واقعہ کی نفسیاتی کیفیت کو مسٹر ایلیٹ نے تلمیحاً مستعار لیا ہے -

ایک بھورا لبادہ پہنے ہوئے اور سر پر کچھہ اوڑھے ہوئے

معلوم نہیں مرد ہے کہ عورت

—— لیکن بتاؤ تو سہی وہ کون ہے تمہاری دوسری جانب؟

* ہوا میں یہ بلند آواز کیا ہے

مادرانہ گریۂ و زاری کی آواز

یہ نقاب پوش مجمعے کون سے ہیں

جو ' نا پیدا کنار میدانوں میں جمع ہو رہے ہیں اور چٹختی ہوئی زمین

پر ٹھوکریں کھا رہے ہیں

زمین پر جس کے گرد صرف اُفق محیط ہے

پہاڑوں پر یہ کون سا شہر ہے

جو شفق گوں ہوا میں چٹخ رہا ہے اور سنبھل رہا ہے اور پھٹ رہا ہے

گرتے ہوئے مینار

یروشلم اتھینہ اسکندریہ

وی آنا لندن

بے اصل

ایک عورت نے اپنے لمبے لمبے کالے بالوں کو

ستار کے تاروں کی طرح کھینچ کر سر گوشی کے سر میں کچھہ بجایا

اور چمگادڑیں ' شفق کی روشنی میں معصوم صورت بنائے ہوئے

---

* مشرقی یورپ آسٹریا ریاست بلقان اور ہنگری وغیرہ کی جنگ کے بعد کی تباہی کا تصور اس حصۂ نظم میں پیش کیا گیا ہے -

گنگنانے لگیں اور اپنے پر پھڑ پھڑا کے

سر کے بل کالی دیوار سے رینگ کے نیچے اُترنے لگیں

ہوا میں مینار اُلٹے کھڑے تھے

اور یاد دلانے والی گھنٹیاں بجا رہے تھے جن میں

وہی آوازیں پنہاں تھیں جو خالی صراحیوں اور تھکی ہوئی دیواروں سے

گانے گاتی ہیں '

پہاڑوں کے درمیان اس خراب و خستہ بل میں

چاند کی مدھم روشنی میں ' خانقا کے قریب ——

ویران خانقاہ جو محض ہوا کا مسکن ہے —

پامال قبروں پر گھانس گانے گاتی ہے

خانقاہ میں کھڑکیاں نہیں ' دروازہ ہلتا ہے

سوکھی ہوئی ہڈیاں کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتیں -

صرف ایک مرغ چھت کے نیچے کھڑا ہوا

کوکوری کو کوکوری کو ( ککڑوں کوں - ککڑوں کوں )

بجلی کی چمک میں بانگ دے رہا ہے - پھر ایک بھیگا ہوا جھونکا

پانی برساتا ہوا -

... ... ... ... ... ... ...

* گنگا سوکھ گئی اور مرجھائی ہوئی پتیاں

پانی کا انتظار کرنے لگیں اور کالے کالے بادل

دور دراز ' ہماونت ' پر چھاگئے

جنگل سمٹ گیا اور جھنجھلا کے خاموش ہو گیا

تب گرج نے کہا

† دا

دت (                    ) هم نے کیا دیا

میرے دوست ' خون جو میرے دل کو لرزا رہا ہے

لمحہ بھر کے لیے شکست کی خوفناک همت

عمر بھر کی احتیاط بھی جس کی تلافی نہیں کر سکتی

اس کی ' اور محض اس کی وجہ سے هم زندہ رہے

یہ وہ چیز ہے جو هماری موت کی دستاویز میں نہیں مل سکتی

‡ اور نہ اُن یادگاروں میں جن پر محسن مکڑی نے جالا تن دیا ہے

اور نہ اُن میں جن پر کی ثبت شدہ مہر دبلے پتلے وکیل نے توڑی ہے

همارے خالی کمروں میں

دا

دیدهم (                    ) میں نے دروازے میں ایک بار

کنجی کے گھومنے کی آواز سنی ' صرف ایک بار گھومنے کی آواز

هم کنجی کا تصور کر رہے هیں ' هم میں سے هر ایک اپنے قید خانے میں

کنجی کا تصور کر رہا ہے - هر شخص قید خانے کو تسلیم کر لیتا ہے

محض رات کے وقت ' صرف اُڑتی هوی فضائی خبریں

---

* و † هندوستانی ناظرین اس حصے کو غالباً بہت دلچسپی سے پڑھیں کے جس میں شاعر مغرب کی تباهی اور تباهی کے آثار سے پریشان هوکر هندی فلسفے میں پناہ لیتا ہے - اس حصے کے شروع میں وہ ایک پتھریلے پہاڑ میں پیاسا بھٹک رہا تھا جہاں چٹانیں تھیں اور پانی نہیں تھا - آخرکار اُسے پانی برسانے والے گرج کی آواز اُپنشد کا یہ جملہ دهراتی هوی سنائی دیتی ہے " دت ' دیدهم ' دمیت " ( دے - همدردی کر - قابو رکھنا ) - اور اس گرج کے آواز کے درمیان میں اُس کے خیالات کی روانی برابر جاری رهتی ہے -

‡ یہ ٹکڑا Webster کے ڈرامے " سفید بهوت " کے اس جملے سے متاثر ہے - " وہ دوسری شادی کرلیں گے قبل اس کے کیڑے تمهارے کفن کو کھاسکیں یا مکڑی تمهارے سنگ تربت پر جالا تن سکے "

* ایک امنہ کے لیے شکستہ ' کیریولانس ' کو زندہ کردیتی ہیں -

د ا

دمیہت (                ) کشتی نے شگفتگی سے (اثبات میں) جواب دیا -

اُن ہاتھوں کے لیے جو بادباں اور پتواروں کو سنبھالنے میں مشاق تھے

سمندر ساکن ہوگیا - تمہارا دل بھی جب اُسے دعوت دی جاتی

شگفتگی سے جواب دیتا

اور سنبھالتے ہوے ہاتھوں میں

اِطاعت سے دھڑکنے لگتا -

... ... ... ... ... ... ... ... ...

میں کنارے پر بیٹھا

† مچھلیوں کا شکار کر رہا تھا - میرے پیچھے بنجر میدان تھا

میں کم سے کم اپنی زمین کو تو درست کرلوں

‡ لندن کا پل گر رہا ہے ' گر رہا ہے '

§ پاے سسکوزے نل فوکو کے لی افی نا '

کواندو فیام چیو کیلی دون ——— $ اے سارس' سارس

[ تب وہ اُس آگ میں غرق ہوگیا جو اُسے جلادے رہی تھی

---

* شکسپیر کے مشہور ڈرامے Coriolanus کاهرو '

† مس ولسٹن کی کتاب From Ritual to Romance سے " ماهی گیر بادشاہ " کی تلمیح مستعار لی گئی ہے -

‡ دانتے :- بہشت

**Poi s'ascose nel foco che gli affina**

**Quando fiam ceu chelidon**

§ انگریز شاعر Swinburue کی ایک نظم جس میں سارس سے خطاب ہے - اُس سے یہ الفاظ کسی قدر بے ربط طور پر مستعار لیے گئے ہیں -

میں سارس کب بن سکوں گا؟　　　اے سارس، سارس ]

* لی پرانس دا کی تین آلا تور ابولی

[ شہزادۂ اکی تین شکستہ مینار پر ]

یہ ٹکڑے میں نے اپنے ویرانے کے پاس جمع کیے ہیں

کیوں اب تو میں تمہارے قابل ہوں - † ' هیرونے مو ' پھر پاگل هوگیا

دت - دیدھم - دمیت -

شانتی　　شانتی　　شانتی

---

* Gerard de Nerval : -

Le Prince d,Aquitaine a la tour abolie

† هیرونےمو ( Hieronymo ) انگریز ڈراما نگار kyd کے ڈرامے Spanish tragedy کا ایک کردارجس کے لڑکے کو سازشیوں نے قتل کردیا تھا - صدمے سے اور انتقام کی دھن میں وہ پاگل هوگیا -

## ادبی معلومات

# ادبی معلومات

## از

### پنڈت نہرو اور ہندی پرچار

گذشتہ ستمبر میں آل انڈیا نیشنل کانگریس کے صدر پنڈت جواہر لال نہرو نے صوبۂ مدارس کا دورہ کیا تھا - مدراس میں انہوں نے ہندی پرچار سبھا کی نئی عمارت کا افتتاح کرتے ہوئے حسب ذیل تقریر کی —

میں کچھہ عرصہ سے یہاں کی دکن بھارت ہندی پرچار سبھا اور اس کی کارگزاری کا چرچا سن رہا تھا - مجھے حیرت تھی کہ یہ انجمن اتنے تھوڑے سے آدمیوں کی مدد سے اتنا اچھا کام کیوں کر انجام دے رہی ہے - حکومت وقت کی مدد کے بغیر ایک نئی زبان سکھانے کا کام نہایت دقت طلب ہے - میری دانست میں آپ کی کامیابی کے دو خاص اسباب ہیں - ایک تو یہ کہ دکن کو ہندی کی بڑی چلت ہے اور پھر یہ کہ جنہوں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا وہ اپنی دھن کے پکے ہیں - آپ کی کامیابی سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں کے لوگوں کے دل میں یہ بات بیٹھہ گئی ہے کہ یہ ادارہ ان کے لئے مفید ہے - کوئی وجہ نہیں کہ میں اس کے اس پہلو پر اپنی طرف سے زور دوں —

دکن میں ہندی پرچار کا سوال بہت اہم ہے - ہندی کے ذریعہ سے قومی تحریکوں کو بڑی تقویت پہنچ سکتی ہے - میں مختلف چیزوں کو

پسند کرتا ہوں لیکن اُن میں سے ہر ایک کے لیے وقت نہیں نکال سکتا۔ علیٰ ہذالقیاس میں ہندی کی بھی کوئی خدمت نہیں کر سکا - لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں ہندی پرچار کو ضروری نہیں سمجھتا - ایک زبان کے پھیلنے سے آگے چل کر ملک کا بھلا ہوگا - لسانیات سے مجھے خاص دلچسپی ہے - ہندی کے متعلق حال ہی میں اخباروں میں میرا جو خط شایع ہوا تھا وہ میرے دعویٰ کا ثبوت ہے —

زبان کا مسئلہ صرف دکن کے لیے ہی نہیں بلکہ تمام ملک کے لیے اہمیت رکھتا ہے - ہماری بڑی بڑی دس بارہ زبانوں کو ہم دو خاندانوں میں بانٹ سکتے ہیں - ایک سنسکرت کی بیٹیاں - دوسری تامل تیلگو وغیرہ کی سہیلیاں - یہ دونوں خاندان ایک دوسرے سے دور ہوتے ہوئے بھی آپس میں گھل مل گئے ہیں - ہم یہ نہیں چاہتے کہ کسی بولی کو دبا کر اپنی زبان کو اُبھاریں - میرا عقیدہ ہے کہ ہر آدمی اپنی مادری زبان کے وسیلہ سے ہی ترقی کرسکتا ہے - ہمارا مقصد یہ ہے کہ پرانی زبانوں کی بنیادیں مضبوط کی جائیں اور انہیں کے ذریعہ تعلیم عام کی جائے - لیکن پورے ملک کا احاطہ کرنے اور مختلف علاقوں میں باہمی تعلق پیدا کرنے کے لیے ہندی کو رواج دینا چاہیے - میں انگریزی کا مخالف نہیں ہوں - بیرونی دنیا کو سمجھنے اور اس کے ساتھ چلنے کے لیے بدیسی زبانوں کو سیکھنا اچھا ہے - لیکن سب لوگ یہ نہیں کرسکتے - اس کی مہلت بہت تھوڑے سے آدمیوں کو ملتی ہے —

ہندوستان کے دو تہائی حصے میں ہندی بولی اور سمجھی جاتی ہے - صرف ایک تہائی حصے میں اسے پھیلانا ہے - اس لیے اگر آپ ہندی

کو اختیاری مضمون کی حیثیت سے سیکھ لیں تو یہ مسئلہ حل ہوجاتا ہے
پچھلی مرتبہ جب میں یورپ گیا تھا تو ہالینڈ میں ایک پروفیسر نے
مجھ سے اس وجہ سے معافی مانگی کہ وہ صرف بارہ زبانوں کا ماہر تھا !
اس سے قیاس کرلیجیے کہ کئی زبانیں حاصل کرنا امر محال نہیں ہے
اور مغرب میں عام طور پر کئی زبانوں کے جاننے والے ملتے ہیں -
سویٹزرلینڈ میں سب کو تین زبانیں سیکھنی پڑتی ہیں - لہذا کوئی
نئی زبان پڑھنے سے گھبرانا نہ چاہیے —

پبلک جلسوں کی کاروائی ہندی میں ہی ہوتی ہے - کانگریس کے
اجلاسوں میں دکن والے پیچھے رہ جاتے ہیں کیونکہ وہ ہندی نہیں
سمجھتے - یوں بھی آپ کا ہندی سیکھنا لازمی ہوجاتا ہے —

خاتمۂ کلام سے پہلے میں ہندی اور اردو کے قضیہ کے متعلق بھی
کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں - واقعتاً یہ دونوں زبانیں ایک ہیں اور
" ہندوستانی " ان دونوں کا سنگم ہے - کانگریس کے دستور عمل میں
بھی ' ہندوستانی ' کا ہی نام ہے - اب صرف رسم خط کا سوال رہ
جاتا ہے - اسے فرقہ وارانہ رنگ نہ دینا چاہیے - ' ہندوستانی ' کی
جنم بھوم ہندوستان ہے - میں گھر پر اور اپنے دوستوں سے اُردو میں
بات چیت کرتا ہوں - لیکن میں اسے ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ یہ مسلمانوں
کی جائداد * ہے —

آپ کے ادارے کا نام ہندی پرچار سبھا ہے - لیکن آپ کو ہندی کا

* معلوم نہیں کہ پنڈت جی اور ان کے بعض رفقا کو یہ خیال کہاں سے پیدا ہوگیا ہے کہ مسلمانوں کا ایسا خیال ہوگیا ہے - آج تک اردو کے کسی ادیب نے ایسا خیال ظاہر نہیں کیا بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کیا اچھا ہوتا اگر پنڈت جی یہ بھی فرماتے کہ یہ رائے انہوں نے کیونکر قائم کی یا کن مسلمان ادیبوں کی تحریر یا تقریر سے انہیں یہ رائے قائم کرنے کا موقع ملا -

صحیح مفہوم بھی سمجھنا چاہیے - اردو سے اس کا کوئی بیر نہیں ہے - یہاں والے اس لفظ کو آسانی سے قبول کرلیتے ہیں کیونکہ وہ سنسکرت سے قریب ہیں - ناموں پر جھگڑنا یا ان سے ڈرنا بیکار ہے - زمانہ کا رنگ یہ ہے کہ لوگ ہر نیک کام کی تخریب کے درپے رہتے ہیں - انصاف تو یہ ہے کہ ترقی کا موقع سب کو ملنا چاہیے —

(ماخوذ از ہندی پرچارک)

## پریم چند کے خطوط

ہمارے دوست پنڈت بنارسی داس چترویدی نے اپنے رسالہ "وشال بھارت" میں پریم چند آنجہانی کے خطوط کے اقتباس شایع کیے ہیں جن سے اُن کی زندگی اور کردار کے کئی پہلو روشن ہوتے ہیں - نیچے ہم ان کا ترجمہ چھاپتے ہیں:

"میری تمنائیں بہت محدود ہیں - اس وقت سب سے بڑی آرزو یہی ہے کہ ہم اپنی جنگ آزادی میں کامیاب ہوں - میں دولت اور شہرت کا خواہش مند نہیں ہوں - کھانے بھی کو مل ہی جاتا ہے - موٹر اور بنگلے کی مجھے ہوس نہیں ہے - ہاں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ دو چار بلند پایہ تصنیفیں چھوڑ جاؤں لیکن ان کا مقصد بھی حصول آزادی ہی ہو - اپنے دونوں لڑکوں کے لیے بھی میں کوئی منصوبہ نہیں رکھتا - صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ ایماندار مخلص اور مستقل مزاج ہوں - عیش پسند ، دولت پرست اور خوشامدی اولاد سے مجھے نفرت ہے - میں بے حرکت زندگی کو بھی ناپسند کرتا ہوں - ادب اور وطن کی خدمت کا

مجھے ہمیشہ دھیان ہے - یہ ضرور چاہتا ہوں کہ دال روٹی اور معمولی کپڑے میسر ہو جائیں - " (۳ جون سنہ ۱۹۳۰ ع ) -

جو" آدمی سونے روپے سے لدا ہو' میں ہرگز باور نہیں کر سکتا کہ وہ کسی بھی حیثیت سے بڑا ہوسکتا ہے - دولت مند کو دیکھتے ہی آرٹ اور علم کے متعلق اس بلند بانگ بڑبولوں کو میں دوسرے کان سے نکال دیتا ہوں- مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس شخص نے اس ساجی نظام کی تائید کی ہے جو امیروں کے ہاتھوں غریبوں کی خون آشامی پر قایم ہے - ایسا کوئی بڑا نام مجھے متاثر نہیں کر سکتا جو دولت کا پجاری ہو- بہت ممکن ہے کہ میری ناکام زندگی نے میرے جذبات کو اتنا تلخ بنا دیا ہے - بینک میں کوئی موتی رقم جمع کرنے کے بعد شاید میں بھی ان جیسا ہو جاتا اور لالچ کا مقابلہ نہ کرسکتا - لیکن مجھے فخر ہے کہ فطرت اور قسمت نے میری مدد کی اور مجھے غریبوں کا شریک غم بنا دیا - اس سے مجھے روحانی تسکین ملتی ہے - " (افروری سنہ ۱۹۳۵ ع ) —

" میں نے سنہ ۱۹۰۷ ع میں افسانہ نویسی شروع کی تھی - ایک سال بعد " سوز وطن " کے نام سے پانچ کہانیوں کا پہلا مجموعہ زمانے پریس نے شایع کیا - ہمیر پور کے کلیکٹر نے اس کتاب کے کل نسخے یہ کہہ کر جلا دئے کہ ان میں بغاوت کی بو ہے - لیکن بعد ازآں یہ مقبول ہوئے اور ان کے تراجم مختلف زبانوں میں ہو چکے ہیں —

آپ کے اس سوال کا جواب دینا مشکل ہے کہ میرے سب سے اچھے ۱۵ افسانے کون سے ہیں - اب تک دوسو سے زیادہ افسانے لکھہ چکا ہوں ان میں سے کہاں تک انتخاب کروں یاد داشت پر بھروسہ کرکے لکھتا

هوں : (۱) بڑے گھر کی بیٹی - (۲) رانی سارندها - (۳) نمک کا داروغہ - (۴) سوت - (۵) زیور - (۶) کفارہ - (۷) تمنا - (۸) مندر اور مسجد - (۹) گھاس والی - (۱۰) حج اکبر - (۱۱) ستیا گرہ - (۱۲) بدنامی - (۱۳) ستی - (۱۴) لیلیٰ - (۱۵) منتر —

میں کسی مصنف کے طرز سے خاص طور پر متاثر نہیں ہوا - پنڈت رتن ناتھ سرشار کا زیادہ اور ٹیگور کا تھوڑا سا اثر مجھ پر ضرور ہے —

آمدنی کا حال نہ پوچھیے - پرانی کتابوں کا کاپی رایٹ ناشروں کو دے دیا - 'پریم پچیسی' 'سیوا سدن' (بازار حسن کا هندی نام) 'کنج عافیت' 'زاد راہ' وغیرہ کے لیے هندی پستک ایجنسی نے یک مشت تین هزار روپے دیے تھے چوگان هستی کے هندی ایڈیشن کے لیے ۱۸ سو مل گئے - باقی مجموعوں کے لیے سو دو سو سے زیادہ نہیں ملا - اپنی نئی کتابیں هندی میں میں نے خود شایع کیں لیکن ان سے بمشکل چھ سو روپے وصول هوئے - متفرق مضامین سے ماهانہ بیس پچیس روپیے مل جاتے هیں - اردو سے اب تک دو هزار روپیے ملے هوں گے - 'چوگان هستی' اور کنج عافیت - دونوں آٹھ سو میں دے دیے تھے - کوئی ناشر هی نہ ملتا تھا'' —

---

## صوبۂ برما اور اردو

برما کی سرکاری رپورٹوں کے مطابق وهاں هندوستانی بولنے والوں کی تعداد ۳۵،۳۶۸ هے حکومت کی نظر میں هندوستانی اردو کا دوسرا نام هے لہذا، سنہ ۱۹۲۰ ع میں هی اردو بطور اختیاری مضمون درس

میں داخل کرلی گئی اور اس کی تعلیم کا خاص انتظام کیا گیا - اس وقت تقریباً دو سو اسکول اردو سکھانے کے لیے موجود ہیں اور اُن کی نگرانی تین ڈپٹی انسپکٹروں کے سپرد ہے —

ایک ہندی کے پرچارک کا بیان ہے کہ برما میں ہندی کی تحریک آریہ سماجیوں نے شروع کی - اب ہندی کے ۱۳ اسکول قائم ہوگئے ہیں اور اسے پھیلانے کی کوشش چند بودھ سادھو بھی کر رہے ہیں - اردو کا ایک ٹیچر ٹریننگ اسکول بھی کھل گیا ہے —

# افکار و واقعات

## اردو کے چند ادیبوں کی وفات

گزشتہ سال میں اردو کے بعض ایسے ادیب اس دنیا سے چل بسے جنہوں نے زبان کی قابل قدر خدمت کی تھی - پنڈت شیو نراین شمیم اردو کے پرانے انشا پرداز اور شاعر اور مولوی نورالحسن مولف نوراللغات کے انتقال پر اظہار افسوس کیا جا رہا تھا کہ اسی اثنا میں منشی پریم چند اور اس کے بعد اصغر گونڈوی کے انتقال کی خبر پہنچی —

منشی پریم چند اردو اور ہندی دونوں کے ادیب تھے اور دونوں زبانوں پر یکساں قدرت رکھتے تھے - اردو میں جدید طرز کی مختصر افسانہ نویسی کی بنیاد انہوں نے ہی رکھی - ان کے بعض افسانے ایسے ہیں کہ جب تک اردو زبان ہے وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور شوق سے پڑھے جائیں گے - علاوہ اس کے وہ اپنے پاکیزہ خیالات اور اعلیٰ سیرت کی وجہ سے ملک میں بہت مقبول تھے - وہ بڑے زندہ دل ہنس مکھ' بے ریا اور مخلص تھے - سوائے خاص حالات کے وہ کبھی بحث و تکرار میں نہیں پڑتے تھے - بھارتیہ ساہتیہ پرشد کے جلسے میں جو ناگپور میں ہوا تھا وہ اگرچہ زیادہ تر خاموش رہے مگر اس کے فیصلے سے خوش نہیں تھے - پرشد نے ان کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا - رسالہ ہنس پرشد نے لے لیا تھا لیکن اڈیٹر بدستور منشی صاحب مرحوم ہی رہے صرف ان کے ساتھ مسٹر کنھیالال منشی کے نام کا اضافہ ہوگیا تھا - چھپتا بھی انہیں کے مطبع میں تھا

بعد میں پرشاد نے یہ فیصلہ کیا کہ بجائے بنارس کے دہلی میں چھپا کرے۔ وجہ یہ بتائی کہ دہلی میں کسی قدر سستا چھپے گا۔ منشی جی بڑے غیور تھے انہیں یہ بات بہت ناگوار ہوی اور اس کا بہت صدمہ ہوا۔ مرنے سے قبل انہوں نے مجھے لکھا تھا کہ وہ دلی سے ایک مختصر رسالہ خالص ہندوستانی زبان میں نکالنا چاہتے ہیں لیکن مصارف کی طرف سے متردد تھے۔ اس کا میں نے اطمینان دلایا تھا کہ خرچ کی فکر نہ کیجیے وہ مجھ پر چھوڑ دیجیے لیکن افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی اور ایک ایسا شخص ہم میں سے اٹھ گیا جس کا ہمیں مدت تک افسوس رہے گا —

اصغر گونڈوی بہت سلیم الطبع اور بلند خیال شخص تھے۔ یہی طبیعت کا رنگ ان کی شاعری میں بھی پایا جاتا تھا۔ اس سال ہندوستانی اکیڈیمی میں ان کی جگہ خالی دیکھ کر بہت قلق ہوا۔ ان کی شاعری اردو نظم میں خاص درجہ رکھتی ہے۔ وہ بہت شریف النفس، مرنج و مرنجاں سچے دوست تھے —

گزشتہ دسمبر میں میرے عزیز اور قابل شاگرد اور مددگار شیخ چاند ایم۔اے، ال۔ال۔بی، ریسرچ سکالر جامعۂ عثمانیہ کا انتقال ہوگیا۔ وہ بہت ہونہار نوجوان تھا اور اس کا شمار جامعۂ عثمانیہ کے قابل ترین طلبہ میں تھا۔ وہ بہت ہی اچھا ادبی ذوق رکھتا تھا اور بہت شستہ اور صاف نثر لکھتا تھا۔ محض اپنی محنت اور شوق سے اس نے اردو ادب کے متعلق وسیع معلومات حاصل کی تھیں۔ اس کی تحریروں کو ابھی سے مقبولیت حاصل ہوگئی تھی۔ اس کا تحقیقی مقالہ سودا کے کلام وحیات پر اس کی ادبی تحقیق کی زندہ یادگار ہے۔ مقالہ چھپ چکا ہے لیکن افسوس کہ اس کی زندگی میں شایع نہ ہوسکا۔ وہ شروع

سے میرے ساتھ تھا اور آخر تک میرے ساتھ کام کرتا رہا- اس جوان مرگ کی موت کا مجھے بہت صدمہ ہے - اس سے بڑی بڑی توقعات تھیں لیکن اس کی بے وقت موت سے سب پر پانی پھر گیا - ابھی اس نے زندگی کی تیس منزلیں کی تھیں کہ داغ مفارقت دے گیا اور افسوس کہ اردو کا ایک اور خادم کم ہوگیا —

## انجمن کی شاخیں

انجمن ترقیء اردو کی اردو کانفرنس منعقدہ علی گڑھ کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ اردو داں طبقہ اپنی زبان کی ترقی اور اشاعت کی طرف زیادہ مائل ہو چلا ہے - ہمارے پر جوش اور مستعد دوست محمد بہلول خاں دانا صاحب نے چوموں (جے پور) میں انجمن ترقیء اردو کی بنیاد ڈال دی ہے - یہ اردو کے بڑے زبردست حامی اور بڑے مستعد کام کرنے والے ہیں- چنانچہ مہاتما گاندھی سے ان کی مراسلت اردو کے متعلق اخباروں میں شایع ہوچکی ہے - ہمیں قوی امید ہے کہ یہ انجمن راجپوتانہ میں مفید کام کرے گی —

ایک دوسری انجمن بالاپور (برار) میں الحاج خان بہادر سید محمود صاحب قادری جاگیردار اور مولوی سید شاہ امام صاحب نقشبندی جاگیردار کی سرپرستی میں قائم ہوی ہے اس کے صدر سید آل محی الدین صاحب ہادی نقشبندی جاگیردار اور ناظم غلام صوفی حیدری صاحب اور نائب ناظم حکیم محمد معصوم ارماں صاحب ہیں- انجمن کے معزز صدر ایک قابل تعلیم یافتہ نوجوان ہیں اور اپنے صوبے میں ہر دلعزیز اور متحرک ہیں-اس انجمن کے بڑے بڑے منصوبے ہیں جن پر عملدرآمد

کی کوشش کی جارہی ہے —

دائرۂ ادبیہ پشاور نے بھی جس کے ناظم عبدالودود خاں صاحب قمر بی - اے ہیں ' اپنا الحاق انجمن سے منظور کر لیا ہے - اور وہ ان مقاصد کے عمل میں لانے کے لیے کوشش کررہے ہیں جو انجمن کی شاخوں کے لیے قرار دیے گئے ہیں —

بدایوں میں مولوی سید محفوظ علی صاحب بی - اے کی سعی سے انجمن کی ایک شاخ قائم ہوی ہے - اگرچہ اس وقت کونسل کے انتخابات کی وجہ سے فوراً کوئی عملی کارروائی شروع نہیں ہوی لیکن سید صاحب اور ان کے ہم خیال رفقا کے جوش اور مستعدی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کامیابی سے کام کرے گی —

میں ابھی ناگپور گیا تھا - وہاں بھی انجمن کی ایک شاخ قائم ہوئی ہے - یہ حکیم مولوی اسرار احمد صاحب کی سعی کا نتیجہ ہے - حکیم صاحب بہت ہی پر جوش اور مخلص کام کرنے والے ہیں - انجمن کے صدر ہمارے قدیم اور ممتاز دوست خان بہادر حافظ محمد ولایت اللہ صاحب بی - اے ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر اور سکرٹری عبدالجبار خاں صاحب سکرٹری مسلم صدر لائبریری ناگپور ہیں - ناگپور وہ مقام ہے جس نے ہمیں بیدار کیا ہے اس لیے وہاں ایک مستقل اور مضبوط انجمن کی ضرورت ہے اور مجھے انجمن کے قابل ارکان سے یہ توقع ہے کہ وہ اسے حقیقی انجمن ثابت کرنے کی کوشش کریں گے - ناگپور میں پہلے سے اردو کے تین کتب خانے موجود ہیں جو برائے نام نہیں بلکہ کام کر رہے ہیں اور روزانہ لوگ وہاں مطالعہ کے لیے آتے ہیں —

## پھر وہی ہندی اردو کی بحث

گذشتہ دسمبر میں کاکا کالیکر صاحب لاہور تشریف لے گئے تھے - وہاں میاں بشیر احمد صاحب ایڈیٹر ہمایوں کے مکان پر ایک مختصر سی صحبت میں میاں صاحب، مولانا ظفر علی خاں اور کاکا کالیکر کے درمیان زبان کے مسئلہ پر بہت دلچسپ گفتگو رہی - اس کے چند آخری جملے یہاں نقل کیے جاتے ہیں —

مولانا - چوتھی جو قومیت کے لیے ضروری ہے وہ زبان ہے -

کاکاجی - اسی لیے تو ہم چاہتے ہیں کہ ہندستان کی قومی زبان ایک ہو جائے -

مولانا - تو آپ کے نزدیک وہ کون سی زبان ہے ؟

کاکاجی - یہی جو ہم آپ بولتے ہیں —

مولانا - میرا مطلب یہ ہے کہ اس کا نام کیا ہے —

کاکاجی - ہندی -

مولانا - اور اس کا نام اردو کیوں نہیں —

کاکاجی - یہ ایک فرقے کی زبان کا نام بن چکا ہے اور یہ صرف مسلمانوں کی زبان ہے —

کاکاجی کا یہ فرمانا کہ اردو ایک فرقے کی زبان کا نام بن چکا ہے اور یہ صرف مسلمانوں کی زبان ہے صریحاً غلط ہے - جو لوگ اردو زبان کی تاریخ سے ناواقف ہیں وہ اکثر اس غلطی میں پڑ جاتے ہیں - اردو خالص ہندستانی زبان ہے اور یہیں کی پیداوار ہے اس کے بنانے والے زیادہ تر ہندو تھے - ہم اس موقع پر اس مسئلے پر بحث کرنا نہیں چاہتے اور ناظرین کو صرف اس خط کے پڑھنے کی زحمت دینا چاہتے ہیں جو بابو سندر لال صاحب نے مہاتما گاندھی کو اس بارے میں لکھا تھا اور جو یہاں نقل کیا جاتا ہے -

بابو صاحب نے اس میں بڑی سچی سچی باتیں لکھی ھیں - اگر ھمارے ملک میں چند ایسے انصاف پسند ' بے لاگ اور شریف النفس شخص اور پیدا ھو جائیں تو زبان کا یہ جھگڑا ھمیشہ کے لیے چک جائے -

---

بابو سندر لال صاحب کا خط مہاتما گاندھی کے نام

پہلی اگست کے ھریجن سیوک میں میں نے آپ کا لیکھہ ( مضمون ) غلط فہمیوں کی گتھی پڑھا تھا - اسی وقت آپ کو کچھہ لکھنے کا مجھے خیال ھوا تب سے اب تک کئی بار یہ خیال ذھن میں آیا - لیکن کئی سببوں سے سنکوچ ( جھجھک ) کر کے رہ گیا - حال میں ایک دوست نے مجھے لاھور کے اردو روزانہ انقلاب کا ۳۰ مئی کا پرچہ لاکر دیا جس میں اُکھل بھارتیہ ساھتیہ پرشد ' کے ناگپور اجلاس کے بارے میں مولانا عبدالحق کا لمبا خط چھپا ھے ' ظاھر ھے یہ خط آپ نے دیکھا ھے اور جن کترنوں کو سامنے رکھہ کر آپ نے اپنا لیکھہ ( مضمون ) لکھا ھے - ان میں یہ خط بھی رھا ھوگا - محض اپنا فرض سمجھہ کر میں آج یہ لمبا خط لکھہ رھا ھوں ' آپ کے لیکھہ (مضمون) کی نیچے لکھی ھوئی باتوں کی طرف میں آپ کا دھیان دلانا چاھتا ھوں -

( ) "اردو نام خاص طور سے اور خاص مطلب سے رکھا گیا" یہ بات ٹھیک نہیں ھے - اردو زبان کی تاریخ سے صاف پتہ چلتا ھے کہ یہ نام اسی طرح خود بخود اس سے پہلے کی ھندی یا ھندوی کے ساتھہ بہت سے ایسے عربی ' فارسی ' ترکی شبدوں (لفظوں) اور محاوروں کے میل سے بنی ھوئی زبان کے لیے رائج ھونے لگا جو لشکری لوگوں میں بولے جاتے تھے - یہ سلسلہ بالکل قدرتی تھا - کسی بھی خاص مطلب سے کسی نے یہ نام نہیں رکھا تھا - اس کے بعد عرصے تک اس نئی ملی جلی اور مروجہ زبان کے لیے ھندی اور

ہندوی شبد (لفظ) بھی استعمال ہوتے رہے، یہ دونوں نام بھی مسلمانوں ہی کے رکھے ہوئے ہیں مسلمانوں ہی نے پہلے پہل اس زبان کو جو ان سے پہلے ہندوستان کی راجدھانی کے آس پاس بولی جاتی تھی، ہند سے ہندی یا ہندوی کہنا شروع کیا - اسے اپنایا اور اسے ترقی دی - بعد میں جب اس زبان میں فارسی، عربی، ترکی سے کچھ شبد (لفظ) اور محاورے مل کر اس کا روپ (شکل) بدلا تو ہندی نام کی جگہ صرف اردو نام کا استعمال ہونے لگنا بھی ایک قدرتی چیز تھی - آپ جانتے ہی ہیں فارسی میں (اردو) لشکر یا لشکر گاہ کو کہتے ہیں - اسی سے دلی میں اردو بازار تھا جہاں اس نئی زبان نے شکل اختیار کی - مشہور شاعر غالب نے سنہ ۵۷ ع کے بعد کی دلی کی بربادی کو بیان کرتے ہوئے اپنے ایک خط میں لکھا ہے - "دلی والے اب تک یہاں کی زبان کو اچھا کہتے چلے جاتے ہیں واہ رے حسن اعتقاد ارے بندۂ خدا! اردو بازار نہ رہا، اردو کہاں، دلی کہاں، واللہ اب شہر نہیں ہے کیمپ ہے، چھاونی ہے" —

(۲) ہندی اور اردو ان دونوں شبدوں کا جنم کبھی بھی اور کسی طرح ہوا ہو اور ان کے مصدری معنی کچھ بھی ہوں، اس سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا کہ آج یہ دونوں نام ہندوستانی زبان کی دو الگ الگ شکلوں کے لیے استعمال ہورہے ہیں - اور ان کے دو صاف الگ الگ مروجہ معنی ہیں - ایسی صورت میں جو لوگ ان دونوں شکلوں کو پھر سے ملا کر ایک زبان بنانا چاہتے ہوں انہیں کسی تیسرے نام کا سہارا لینا ہوگا - میں سمجھتا ہوں اس سچائی کو محسوس کرکے بھی آپ نے خود کچھ سال پہلے " ہندوستانی " (لفظ) کو استعمال کیا تھا اور ملک کو سکھایا تھا - پھر اب وہ حالت بدل گئی —

(۳) آپ کے یہ الفاظ پڑھ کر " اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ وے (یعنی اردو والے) بھاشا (زبان) کا ویاکرن (قواعد) بھی بدل دیتے ہیں" مجھے اور بھی دکھ اور حیرانی ہوئی پچھلے پانچ سات سو برس کے اندر اندر کی ہندوستانی زبان کی مختلف شکلوں پر جتنی اچھی کھوج (تحقیق) گذشتہ تیس سال میں مولانا عبدالحق نے کی ہے شاید کسی دوسرے نے نہیں کی ۔ اس کے علاوہ اگر آپ اردو ہندی دونوں کے ودوان (عالم) منشی پریم چند سے دریافت کرائیے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ اصلیت اس سے ٹھیک برعکس ہے - مجھے خود کم سے کم اٹھائیس سال سے آج کل کی اکثر ہندی (اس شبد (لفظ) کا استعمال میں مروجہ ہی معنے میں کررہا ہوں) مصنفوں سے اس معاملہ میں کافی شکایت ہے —

شاید آپ کے دھیان میں یہ بات نہیں ہے کہ اس وقت کی کتابی ہندی ہندوستان کے کسی بھی ضلع یا نگر یا گاؤں کی بول چال کی زبان نہیں ہے - الہ آباد کے تعلیم یافتہ سے تعلیم یافتہ پنڈت (کاشمیروں کو چھوڑ کر) جب اپنے گھروں میں بات چیت کرتے ہیں - " ہمرے دوارے اک مہرارو کھڑی با " (ہمارے دروازے پر ایک عورت کھڑی ہے) بنارس کے پنڈت تو اور بھی عجیب زبان بولتے ہیں - جس کو نہ میں سمجھتا ہوں نہ لکھ سکتا ہوں - ان الہ آبادی اور بنارسی زبانوں کا ویاکرن (قواعد) ہندی یا اردو کے ویاکرن سے بالکل ایک مختلف چیز ہے - کشمیری بلاشبہ خالص ہندوستانی بولتے ہیں - لیکن اگر ان کی بول چال کی زبان کو اردو یا ہندی دونوں میں سے ایک نام دینا پڑے تو وہ اردو ہے ہندی نہیں - اگر آپ کسی ان پڑھ کشمیری بڑھیا کو پکڑ کر اُسے کسی اردو اخبار کا ایک کالم پڑھ کر سنائیں' اور پھر اسی طرح مضمون پر کسی ہندی سماچار پتر (اخبار)

کا ایک کالم سنائیں تو جتنا اردو اخبار سے اس کے پلے پڑ سکے گا اتنا ھندی سماچار پتر سے نہیں پڑے گا - برخلاف اس کے آج کل کی اردو بلاشبہ کچھہ مقاموں کی بول چال کی زبان ہے - لکھنؤ ' دلی ' میرٹھہ ' مرادآباد اور آس پاس کے کچھہ علاقوں میں بھی خالص اردو بولی جاتی ہے - دلی' میرٹھہ کی مہترانیاں بھی خالص اردو بولتی ھیں - لکھنؤ اور دلی کی زبانوں میں بھی فرق ہے - لیکن وہ اتنا باریک ہے کہ بڑے سے بڑے ودیشی یا دیگر صوبوں کے عالم بھی کبھی کبھی اُسے نہیں پکڑ پاتے —

آپ کی اجازت سے میں اپنے ھی گھر کی مثال دینا چاھتا ھوں- میری دادی مہابن کی رھنے والی تھیں جو برج کا مرکز ہے ' اور آن پڑہ تھیں - ماں دلی کی تھیں اور صرف ناگری حروف پڑہ سکتی تھیں - میرے گھر میں ٹھیک یہی زبان بولی جاتی تھی ' جس میں میں یہ خط لکھہ رہا ھوں - محض دو باتوں میں فرق تھا - ایک تو سنسکرت شبدوں کی جگہ اردو فارسی سے زیادہ عام فہم الفاظ تھے ' اور دوسرے وہ زبان زیادہ بامحاورہ تھی ' میری زبان ادھر اُدھر گھومنے اور ھر طرح کی چیزیں پڑھنے کی وجہ سے کھچڑی ھوگئی ہے- میری ان پڑہ دادی ان نہیں سمجھتی تھیں- قرضہ سمجھتی تھیں - بڑھائی کی بجائے ان کی زبان پر مبارکباد زیادہ چڑھا ھوا تھا اور ' منش ' جیو' پرتھوی ' دشا وغیرہ کی جگہ ' آدمی ' زبان ' زمین ' اور حالت لفظوں کا استعمال کرتی تھیں - یہی زبان میری ماں کی زبان تھی —

اگر اردو اور ھندی کو دو الگ الگ زبانیں شمار کریں تو یہ بات بالکل سچی ہے کہ ھندی کہیں کی بھی بول چال کی زبان نہیں ہے ' اُردو ہے - یہاں میرا مطلب کھڑ بولی ھندی سے ہے - برج بھاشا یا اودھی تو ویاکرن ( قواعد ) کے خیال سے ھندی اُردو سے بہت دور ھیں - اسی لیے مولانا

عبدالحق نے ناگپور میں آپ سے بالکل ٹھیک کہا تھا کہ اُردو زبان میں ہندی کے الفاظ اور محاورے جس کثرت سے ہیں خود ہندی زبان میں اس قدر نہیں ہیں - یہ بھی بالکل سچ ہے کہ آج کل کی ہندی زیادہ تر کتابی اور بناوتی زبان ہے - کچھہ تو فرقہ وارانہ جذبہ اور زمانۂ قدیم کی طرف جانے کی خواہش' کچھہ ایک قومی زبان تعمیر کرنے کا خیال' اور کم سے کم شروع میں ایک حد درجہ تک حکام کے خود فرمانہ اشارے اور ان کی مدد' ان تمام چیزوں کے سہارے پچھلے تیس چالیس سال سے ملک میں رائج کی جارہی ہے - اس کے مقابلے میں اردو ایک زیادہ قدرتی اور زندہ زبان ہے - ہیں دونوں اس ملک کی پیدایش - رہا سوال ویا کرن (قواعد) کا - آج کل کی ہندی کو اپنا ویا کرن اور ڈھانچا ظاہر ہے' اردو ہی سے لینا پڑا - اودھی یا برج بھاشا ایک آٹھہ سو سال پہلے کی ہندی سے نہ تو اپنا ویا کرن لے سکتی ہے اور نہ وہ چل سکتا ہے' اس نے ایسا ہی کہا تھا - اس وقت اردو اور ہندی کا ویا کرن (قواعد) اور ڈھانچا ایک ہی ہے اور ایک ہی ہونا چاہیے اور اس سے کبھی آئندہ ایک ہندوستانی زبان کے جنم کی امید ہو سکتی ہے - لیکن ہندی کے کچھہ ایسے ودوان (عالم) جو گھروں میں الہ آبادی' بنارسی' اودھی وغیرہ بولتے ہیں' یعنی جن کی مادری زبان نہ ہندی ہے نہ اردو' کئی طرح سے ہماری اس ہندوستانی زبان کے بنے بنائے ویاکرن کو خراب کر رہے ہیں مثلاً تذکیر و تانیث میں یہ لوگ اکثر سنسکرت لغت سے شبدوں کے تذکیر و تانیث کا پتہ لگا کر ہندی میں اسی طرح رائج کرنے کی خلاف قدرت کوشش کرتے ہیں اور بھی کئی چیزیں ہیں - لیکن میں ان کی وضاحت میں آپ کا زیادہ وقت

نہیں لینا چاہتا - یہ لوگ بھول جاتے ہیں کہ ہماری زبان ایک اعلیٰ زندہ زبان ہے جو ہزاروں سال میں آہستہ آہستہ اس روپ تک آئی ہے اور آئندہ بھی بدلے گی - لیکن سنسکرت وہ نہیں ہے نہ اس کا ویاکرن سنسکرت ویاکرن ہے - سنسکرت میں تین وچن (صیغے) ہیں - ہندی میں دو سنسکرت میں ماتا اور پتا دونوں کے لیے ایک (کچھتی) سے کام چل جاتا ہے ہندی میں ہم دو علیحدہ علیحدہ فعل استعمال کرتے ہیں - وغیرہ -

ہاں کچھ مصنف ہر زبان کے ایسے ضرور ہوتے ہیں جو ویاکرن کے قاعدوں سے بندھنا نہیں چاہتے - ان میں کچھ اعلیٰ مرتبے کے ہوتے ہیں جنھیں ایسا کرنے کا اختیار بھی دیا جاسکتا ہے - مثلاً ہندی میں مرحوم بالکشن کرشن بھٹ - لیکن اگر یہ قصور ہے تو جہاں تک مجھے معلوم ہوتا ہے ہندی یا اردو کا کوئی قدیم یا حال کا ادیب اس معاملے میں شاید اتنا قصور وار نہیں ہے جتنا مرحوم بھٹ جی -

اردو کے بہت سے ادیب اردو لفظوں کی فارسی عربی جمع کا استعمال ضرور کرتے ہیں - یہ رواج اتنا ہی غلط کہا جاسکتا ہے جتنا ہندی میں سمیک روپین لکھنا یا پاخانہ کی جگہ شوچالیہ لکھنا - میں یہ بھی عرض کردوں کہ اردو میں فی زمانہ کافی ادیب اس طرح کے ہیں جو اس رواج کی کھلی مخالفت کرتے ہیں لیکن پھر بھی وکیلوں کی جگہ وکلاء لکھنے سے ہمارا ویاکرن (قواعد) اتنا نہیں بدلتا جتنا وایو (ہوا) بہہ رہی ہے کی جگہ وایو بہہ رہا ہے کہنے سے اس لیے کیونکہ سنسکرت میں وایو مذکر ہے ـــ

(۴) آپ نے لکھا ہے "مولوی عبدالحق صاحب نے ہندی - ہندوستانی کے بجائے صرف ہندوستانی یا ہندی اردو کے بجر لوگ (استعمال) کا

پرستاؤ (لحاظ) رکھا تھا - مجھے تو ان دونوں میں کوئی اعتراض نہیں ہے - لیکن بھارتی ساہتہ پریشد اپنے جنم (پیدایش) کو نہیں بھول سکتا..
اسی لیے شبد (الفاظ) کا رکھنا ضرور ہوگیا —

اگر بھارتی ساہتہ پریشد ہندی ساہتہ سمیلن کا ایک بچہ ہے اور اسی طرح سے کام کرنا چاہیے تو آپ کی باقی بات تو ٹھیک ہے - پھر یہی غنیمت ہے کہ آپ کے اثر سے انہوں نے محض "ہندی" کی جگہ ہندی ہندوستانی رکھنا منظور کرلیا - اور اگر جس زبان میں وہ استعمال کریں وہ سچ ہندوستانیت کے کچھہ نزدیک آوے تو خوش قسمتی کی بات ہوگی - لیکن مولانا عبدالحق کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھہ غلط فہمی اس بارے میں ہوگئی جو اردو ادیب وہاں آئے تھے وہ غلط امیدیں باندہ کر آئے تھے - میں بڑے سنکوچ (جھجھک) کے ساتھہ کہہ رہا ہوں کہ شاید انہیں دعوت دینے میں بھی بے احتیاطی ضرور ہوئی - ملک کی بڑی بھی خوش قسمتی ہوتی اگر آپ کی رہنمائی میں کوئی ایسی ہندوستانی ساہتہ پریشد قایم ہو سکتی جو اپنے رسالوں اور کتابوں میں ہندوستانی زبان لکھنے کی کوشش کرتی اور جس کی چیزیں ناگری اور فارسی دونوں حروف نکل کر ہندی اور اردو دونوں کے پڑھنے والوں کو آہستہ آہستہ ہندوستانی زبان کی طرف لائیں —

باپو جی! میں نے عبدالحق صاحب کے خط اور آپ کے لیکھہ (مضمون) دونوں کو ملا کر پڑھا - جو شکوک اس خط سے پیدا ہوتے ہیں - آپ کے لیکھہ (مضمون) سے وہ رفع نہیں ہوتے - میں آپ سے پرارتھنا (التجا) کروں گا کہ آپ پھر ایک مرتبہ اس خط کو دیکھیں - اور اگر ہوسکے تو آپ بھی اس کے شبہوں کو رفع کریں - جس طرح سے انہوں نے واقعات

کو بیان کیا ہے اُس میں غلطی ہو سکتی ہے - ان کی راے بھی کم سے کم میں تو ہر بات میں ماننے کو نہیں تیار ہوں - لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ خط دکھے ہوے دل سے اور نیک نیتی کے ساتھہ لکھا گیا ہے - ان کے شکوک رفع ہونے چاہئیں تھے - میں صرف ایک مثال دوں گا —

اس خط کے مطابق آپ نے کہا تھا - " اردو زبان مسلمانوں کی مذہبی زبان ہے - قرآن کے حروف میں لکھی جاتی ہے - اور مسلمان بادشاہوں نے اسے بنایا اور پھیلایا - مسلمان چاہیں تو اُسے رکھیں اور پھیلائیں " —

اگر رزولیوشن میں تنہا ہندوستانی کا لفظ رکھا گیا تو اس کا مطلب اُردو سمجھا گیا - مجھے معلوم ہے کہ گجرات کے مسلمان اُردو کو اپنی مذہبی زبان کہتے ہیں - میں یہ بھی اندازہ کر سکتا ہوں کہ جب سے اُردو ہندی کا یہ بدقسمت جھگڑا چلا دوسرے صوبوں میں اردو کے بہت سے مسلمان مبلغ اُردو کو اپنی مذہبی زبان کہہ کر اس کی تبلیغ کرتے ہوں گے - یہ بھی ہماری بدقسمتی ہے کہ یہ خالص ادبی سوال فرقہ وارانہ سوال بن گیا - لیکن ان باتوں سے واقعات نہیں بدل سکتے - اُردو نہ نہ مسلمانوں کی اور نہ کسی اور کی مذہبی زبان ہے ' اور نہ کبھی تھی - وہ محض اس ملک کے لاکھوں رہنے والوں کے حق میں ہندو ' مسلمان ' عیسائی اور جین سب شامل ہیں - قدرتی اور مادری زبان ہے - اس کو ترقی دینے میں ہندوؤں نے اتنا ہی حصہ لیا ہے جتنا مسلمانوں نے اور آج تک بہت سے ہندوؤں کو اس پر ویسا ہی فخر ہے جیسا کہ مسلمان کو ہو سکتا ہے - ہندی میں تو رامائن بھی ہے جسے کم سے کم شمالی ہند کے لاکھوں ہندو اپنی ویسی ہی مذہبی کتاب مانتے ہیں جیسی کسی دوسری

کتاب کو - اردو میں تو مسلمانوں کی کوئی اس طرح کی کتاب بھی نہیں ہے - آپ کو شاید معلوم ہوکہ بہت سے کٹر مسلمان مولویوں کو قرآن کے اردو میں ترجمہ ہونے پر سخت اعتراض تھا اور کچھہ کو آج تک ہے - آپ کو شاید یہ بھی معلوم ہوکہ شمالی ہند میں کم سے کم ہزاروں ہندو گھر ابھی تک ایسے ہیں جہاں دسہرے کے دن پوجا کے وقت پورپ کا بردا اور پچھم کا گھوڑا ' اُتر کا تیر اور دکھن کا چھر ' یا ان سے ملتے جلتے الفاظ کاغذ پر اردو حرفوں میں لکھے جاتے ہیں - اب اگر اس طرح کے لوگوں کو دھرم سے گرا ہوا کہہ کر علیحدہ کردیا جاے یا مہلک تنگ خیالی کے اثر میں ہم ان طریقوں کو بدلنے کی کوشش کریں تو دوسری بات ہے —

یہ بھی ٹھیک نہیں ہے کہ اردو قرآن کے حروف میں لکھی جاتی ہے - اگر ہم اردو کو قرآن کے حرفوں میں لکھنے کی کوشش بھی کریں تو معمولی حرفوں کی شکلیں تو کافی بدل ہی جاویں گی - ہمیں پڑوسی کو فروسی لکھنا پڑے گا - چاند کو جاند اور گاے کو کاے ' یا غاے ' کھانا کو کانا وغیرہ آج کل کے فارسی حروف جن میں ہندوستانی آوازوں کو ظاہر کرنے کے لیے کچھہ نئی علامتیں جوڑ کر اردو لکھی جاتی ہے عربی حروف ( خط نسخ ) سے صدیوں پہلے کی ایجاد ہیں - دونوں میں تو مشابہت بھی ہے - لیکن مشابہت تو گجراتی ' بنگلا اور ناگری حرفوں میں بھی کافی ہے - آوازیں تو بالکل وہی ہیں - اس کی بنا پر یہ کہنا تو شاید ٹھیک نہ ہوگا کہ گجراتی اور بنگالی رگ وید کے حرفوں میں لکھی جاتی ہیں —

یہ بات الگ ہی رہی کہ کسی خاص کتاب کے حروف میں لکھی

جانے کی وجہ سے بھی کوئی زبان کسی خاص جماعت کی زبان نہیں بن جاتی —

اوپر کے اقتباس کی باقی باتیں بھی اسی طرح حقیقت کے خلاف ہیں —

اردو ادب سے واقف اور اس کے پریمیوں میں خوش قسمتی یا بدقسمتی سے تھوڑے بہت ہندو تک بھی ہیں جنہیں اس بات پر قدرتی دکھہ ہوتا ہے کہ اس اردو ہندی کے سوکو بھی خالص فرقہ وارانہ شکل دی جاوے - آپ کی طاقت اس بارے میں بہت ہے اور میری عاجزانہ پرارتھنا (التجا) ہے کہ آپ اس غلط میلان کو ہوسکے تو روکیں —

اس کے علاوہ شاید آپ کو معلوم ہوگا کہ اردو کے مسلمان ادیبوں میں ایک خاصی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو دل سے آپ کے مقصد کی قدر کرتے ہیں - اور اس کے مطابق عمل کرنے کرانے کی بھی کوشش کرتے رہے ہیں - بہت سے ایسے ہیں جو اگرچہ اپنی اخلاقی کمزوری کے وقت یا کسی دوسری وجہ سے سیاسی تحریک میں مناسب حصہ نہیں لے سکتے تاہم اپنے میدان میں قومی اتحاد کو قائم کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے میں جی جان سے کوشش کرتے رہے ہیں - اردو رسالوں میں ودوان (عالم) مسلمان مصنفوں کے لیکھہ اس مضمون کے برابر نکلتے رہتے ہیں کہ ہمیں اردو سے عربی اور فارسی کے غیر مانوس شبدوں (لفظوں) کو نکال کر ہندی کے عام فہم شبدوں کا استعمال کرنا چاہیے - ایک مسلم اردو رسالہ کی زبان پر کسی کٹر مسلمان نے اعتراض کیا - آپ کو تعجب ہوگا - ودوان (ذی علم) اڈیٹر نے جواب دیا " میں حجازی اردو سے اپنے رسالے کو ناپاک نہیں کرنا چاہتا " اس چیز پر عمل بھی جتنی کامیابی کے ساتھہ آج کل اردو رسالوں میں ہورہا ہے کسی ہندی رسالے میں نہیں

ہو رہا ہے - لاہور کے رسالہ نیرنگ خیال سے میں نے اردو نظم و نثر دونوں کے کچھ نمونے اپنے دکھن بھارت ہندی پرچار سبھا مدراس کے کانورکیشن اتریس میں نقل کیے تھے جنھیں آپ اگر جوں کا توں ناگری حرفوں میں کسی ہندی رسالہ میں شایع کرا دیں تو کسی بھی پڑھنے والے کو یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ اُردو سے لیے گئے ہیں - یہ سب مسلمانوں کے لکھے ہوئے ہیں - مجھے شک ہے کہ کسی ہندی رسالے سے شاید کوئی ایک نمونہ بھی ایسا نہیں نکالا جا سکتا جسے اگر جوں کا توں چھاپ دیں تو محض اردو پڑھ سکنے والا اُسے اردو پڑھ کر اردو ہی سمجھے - آپ خود کسی وقت آئندہ کی ہندوستانی زبان کے لحاظ سے سندر (خوبصورت) ملی جلی زبان بولا کرتے تھے کہ جسے سن کر اردو داں اور ہندی داں دونوں کا دل خوش ہو جاتا تھا ' دونوں سمجھے تھے - لیکن ناگپور کی جو آپ کی تقریر جوں کی توں دلی کے 'جامعہ' میں چھپی ہے وہ وہ چیز نہیں ہے —

مولانا سلیمان ندوی جیسے ودوان (ذی علم) جنھوں نے اپنی یوم النبی کی چھپی ہوئی تقریر میں بجائے حضرت محمد کے سوامی محمد لکھا ہے ' برسوں سے زوروں کے ساتھ کھلے طور پر کوشش کر رہے ہیں کہ ہمیں نہ صرف اردو کو سہل ہندوستانی بنانا چاہئیے بلکہ اردو کی جگہ اسے ہندوستانی کہنا چاہیے - رسم الخط کا سوال علیحدہ ہے - ان قابل تعریف کوششوں کی کچھ جھلک آپ کو عبدالحق صاحب کے خط میں بھی مل سکتی ہے - یہ سب کافی حد تک آپ ہی کے پریم (محبت) اور حوصلہ افزائی کا نتیجہ تھا - مگر ناگپور سے اب تک نہ جانے کیا ہوا بہت سے اس طرح کے سچے اور سنجیدہ مسلمان کام کرنے والوں کے دل بھی شکوک اور مایوسی سے

ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے ہیں جو اپنے دکھہ کو اپنی زبان تک بھی لانا نہیں چاہتے —

، خط بند کرنے سے پہلے رسم الخط کی بابت بھی اپنا خیال آپ کے سامنے رکھدوں - بہت دنوں سے لوگ رومن رسم الخط کے حق میں ہیں' مثلاً بابو راماننگ چٹرجی وغیرہ —

میں سنہ ۳۹ ع کے شروع تک اس کے خلاف رہا - لیکن اب کچھہ راے بدلتی جارہی ہے - دلیلوں میں آپ کا وقت ضائع نہ کروں گا —

آپ کا خادم

سندر لال

۵۹ چوک

الہ آباد

۲۴ — ۹ — ۳۹

# هندی کا پرزور پروپاگنڈا

گزشتہ ماہ اکتوبر میں غیر ہندی صوبوں میں ہندی زبان کی اشاعت کے لیے ایک بہت بڑا جلسہ یونیورسٹی کانوکیشن ہال ناگپور میں زیر صدارت سر ہری سنگھہ گور وائس چانسلر ناگپور یونیورسٹی کیا گیا —

بابو راجندر پرشاد صدر آل انڈیا ہندی پرچار سمتی نے مفصلہ ذیل تقریر فرمائی —

" ۱۸ سال سے زائد ہوتے ہیں کہ ہندی ساہتیہ سمیلن نے اندور کے اجلاس میں زیر صدارت مہاتما گاندھی یہ قرارداد منظور کی تھی کہ غیر ہندی داں صوبوں میں ہندی زبان کی اشاعت کا کام کیا جاے - چنانچہ احاطۂ مدراس میں یہ کام شروع کیا گیا - ابتدا میں سمیلن نے اس کے تمام اخراجات کی کفالت کی اور اس کام کے لیے شمالی ہند سے بہت سے نوجوان جنوبی ہند میں بھیجے گئے - اس اثنا میں جنوبی ہند کے کچھہ پر جوش صاحبوں نے ہندی سیکھہ لی اور اس کام میں شریک ہوگئے —

کچھہ عرصے بعد یہ مناسب سمجھا گیا کہ یہ کام مقامی اصحاب ہی کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا جاے - چنانچہ ایک مجلس دکشنا بھارت پرچار سبھا کے نام سے مدراس میں قائم کی گئی - اور اس کے مبلغوں نے تمام احاطۂ مدراس نیز اس کے علاوہ بھی ان علاقوں

کا دورہ کیا جہاں جنوب کی چاروں زبانوں یعنی تلنگی ' تامل ' کنڑی ' ملایا آلم میں سے کوئی بھی زبان بولی جاتی تھی - درسی کتابیں لکھی گئیں اور شایع کی گئیں اور هندی کے امتحانات مقرر کیے گئے - ایک مطبع قائم کیا گیا جس میں ریڈریں ' صرف و نحو اور لغت کی کتابیں ' اور ایک ماهانہ رسالہ هندی سیکھنے والوں کے لئے شایع کیا جانے لگا - یونیورسٹیوں ' مقامی اداروں اور افسران تعلیمات کو اس امر کی ترغیب دینے کی کوشش کی گئی کہ وہ اپنے نصابوں میں هندی کو داخل کریں * —

تکشنا بھارت هندی پر چار سبھا کی اس سعی کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ اس عرصے میں ۲ لاکھ اشخاص کو هندی سکھانے میں کامیاب ہوئی جن میں سے ۵۵ هزار نے امتحان میں بیٹھ کر قابلیت کا صداقت نامہ حاصل کیا - اس سبھا نے گیارہ لاکھ سے زائد کتابیں چھاپیں اور فروخت کیں —

یہ بات بہت قابل مسرت ہے کہ مردوں سے زیادہ عورتوں کو هندی پڑھنے کا شوق پیدا ہوگیا ہے - اور صرف لڑکوں اور لڑکیوں هی میں یہ شوق پیدا نہیں هوا بلکہ بڑی عمر کے مرد اور عورتیں بھی هندی زبان بڑے شوق اور انہماک سے سیکھ رهی هیں - اس تمام عرصے میں سات لاکھ روپیہ خرچ هوا اس رقم کا ۱۵ فی صدی حصہ اسی صوبے ( مدراس ) سے فراهم کیا گیا —

جب ایسے صوبوں میں جہاں هندی اور مقامی زبانوں میں شدید اختلاف ہے اور مشکلات کا سخت سامنا ہے ' یہ کامیابی دیکھی گئی تو

---

* اس کوشش کا ایک نتیجہ یہ هوا کہ مدراس گورمنٹ نے اسکول لیونگ سرٹیفکٹ کے امتحان میں هندی زبان کو بھی داخل کرلیا ( اڈیٹر ) -

ساہتیہ سمیلن کے اجلاس ناگپور (اپریل سنہ ۱۹۳۶ ع) میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ هندی کی اشاعت کے کام کو دوسرے غیر هندی داں صوبوں میں پھیلایا جاے - یہ علاقے مہاراشٹر، گجرات، سندھ، بنگال، آسام اور اُتکل هیں - علاوہ ان کے هندوستان کے اصلی باشندوں کی ایک بڑی آبادی هے جو مختلف صوبوں میں پھیلی هوی هے اور زیادہ تر سنتھال پرگنہ اور چھوٹا ناگپور اور صوبۂ بہار میں هے - یہ لوگ مختلف زبانیں بولتے هیں مگر ان میں هندی کا رائج کرنا ضروری هے - اس غرض کے لیے سمیلن نے ایک خاص کمیٹی قائم کی هے جس کا دفتر وردھا میں هے اور وہ ان صوبوں میں اس مقصد کے لیے مجلسیں قائم کررهی هے اور جہاں پہلے سے قائم هیں انهیں مضبوط بنارهی هے - مسٹر ستیا نرائن جو آندھرا دیس کے رهنے والے هیں اور جنهیں دکشنا بھارت هندی پرچار سبھا میں رہ کر اس کام کا خاص تجربہ حاصل هے، اس کے سکرٹری اور مسٹر شریمان نراین اگروال ایم - اے جائنٹ سکرٹری مقرر کیے گئے هیں - اب گزشتہ تجربہ سے فائدہ اٹھاکر اس کام کی تنظیم جہاں تک ممکن هوگا بڑی خوبی اور مستعدی سے کی جاےگی -

البتہ اس موقع پر دو ایک باتوں کا صاف کردینا ضروری هے - هندی پرچار کا هرگز یہ مقصد نہیں هے کہ هندی زبان کو مقامی زبانوں کی بجاے اختیار کیا جاے یا اُن زبانوں کے مقابلے میں اسے کھڑا کیا جاے یا مقامی زبانوں کو گھٹایا جاے - صوبجاتی زبانوں کو وراثت میں اپنا بڑا ادب پہنچا هے اور اُن کی لغات مالا مال هیں - هندی اُن کی جگہ نہیں لے سکتی اور نہ همارا یہ منشا هے - هندی پرچار کا مقصد یہ هے کہ تمام صوبوں کے لیے باهمی کاروبار کے واسطے ایک زبان مہیا کی

جائے اور مختلف صوبوں کے باشندوں کے لیے یہ آسانی پیدا کردی جائے کہ وہ بغیر غیر ملکی زباں کی مدد کے باہم تبادلۂ خیالات کرسکیں —

یہ محسوس کیا گیا ہے کہ قومیت کے اُن رشتوں کو مضبوط کرکے اور باہم جوڑنے کے لیے جو اس ملک میں مختلف طریقوں سے بنائے جارہے ہیں ایک ایسی مشترک زبان کا ہونا لازم ہے - ایک غیر زبان سے یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی قوم کے عزیز خیالات و جذبات کو صحیح طور سے ادا کرسکے اور ہماری تہذیب اور تمدن کا یہ تقاضا ہے کہ ہماری ایک ایسی زبان ہو جو نہ صرف کسی فرقے یا کسی صوبہ کے لیے کارآمد ہو بلکہ بحیثیت مجموعی سارے ملک کے کام آئے - اس غرض کے لیے ہندی زبان سب سے زیادہ موزوں تسلیم کی گئی ہے - اس کے بولنے والوں کی تعداد (مقامی اختلافات کے ساتھ جو ناقابل التفات ہیں) چودہ یا پندرہ کروڑ سے کم نہیں اور اس سے زیادہ تعداد سمجھنے والوں کی ہے - یہ بڑھتی ہوئی زبان ہے اور سنسکرت عربی فارسی اور صوبجاتی زبانوں سے الفاظ کا ذخیرہ حاصل کرتی ہے —

اس زبان کا ملک میں پھیلانا زیادہ آسان ہے کیونکہ ہندوستان کی کسی دوسری زبان کے مقابلے میں جو قومی زبان کے طور پر انتخاب کی جائے گی ' اس کے سیکھنے والوں کی تعداد بہت کم ہوگی - جس جوش اور مستعدی کے ساتھ جنوبی ہند والوں نے اسے بحیثیت قومی زبان کے قبول کیا ہے اُس سے امید بندھتی ہے کہ اگر دوسرے صوبوں میں بھی کوشش کی گئی تو ایسے ہی نتیجے ظہور میں آئیں گے —

ہندی پرچار سمتی دوسرے صوبوں میں بھی شاخیں قائم کرنے والی اور ہندی سکھانے کے لیے جماعتیں کھولنے والی ہے نیز دوسری ضروری

کارروائیاں بھی کرنے والی ہے - مثلاً کتب نصاب کا تیار کرنا ' ایسے شخصوں کو وظائف دینا جو ہندی سیکھنے کے بعد اس کی اشاعت کا کام کرنے وعدہ کریں وغیرہ وغیرہ —

اس کام کے لیے نہ صرف ایسے پر جوش کام کرنے والوں کی ضرورت ہے جو اپنے آپ کو بالکل اس کے لیے وقف کردیں بلکہ اس کے انجام دینے کے لیے روپے کی بھی ضرورت ہوگی - لیکن سب سے بڑھ کر اُن لوگوں میں جن میں سمتی کام کر رہی ہے اس امر کا پوری طرح ذہن نشین کرنا ہوگا کہ ہمارا قومی تعمیر کا کام اُس وقت تک نامکمل رہے گا جب تک کوئی ایسی زبان نہ ہوگی جو تمام ملک میں سمجھی جائے اور صوبوں کے معاملات اور اداروں کو چھوڑکر ہر قومی کام میں استعمال نہ کی جائے —

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جب ہم ہندی کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو یہ محدود معنوں میں استعمال نہیں کرتے اور نہ ہندوستانی سے امتیاز کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں - اور ہندی اور ہندوستانی کے کسی فرضی یا حقیقی اختلاف کی بنا پر مخالفت پیدا کرنا غلطی ہوگی —

اس کی کامل توقع کی جاتی ہے کہ اب چونکہ "ہندی ہندستانی" عام طور پر ایک ایسی زبان تسلیم کرلی گئی ہے جو صرف وہی قومی زبان بن سکتی ہے تو لوگوں کو ایک مشترکہ قومی زبان کی آرزو کرنی چاہیے اور سمتی کی ہر طرح مدد کرنی چاہیے - پرجوش کام کرنے والوں کو اشاعت کا کام کرنا چاہیے اور دولتمند اور خوش حال لوگوں کو روپیہ مہیا کرنا چاہیے اور مردوں اور عورتوں اور بڈھوں اور

جوانوں کو اس کے سیکھنے کی کوشش کرنی چاہیے - ہمیں یہ پوری طرح سمجھہ لینا چاہیے - اور ذہن نشین کرلینا چاہیے کہ ہم غیر زبان میں آزادی کے ساتھہ بحث نہیں کرسکتے اور ہندستان کی خودداری اس امر کی مقتضی ہے کہ ہمارے ملک کے لیے اپنی قومی زبان ہو " —

اچاریا کاکا صاحب کالیلکر نے بہت تفصیل کے ساتھہ ہندی کی اشاعت کی اہمیت اور افادہ پر گفتگو کی اور حاضرین کو بہت زور سے تاکید کی کہ اس تحریک کی ہر ممکن ذریعہ سے مدد کریں " ( ہندستان تائمز )

---

ہندوستانی اکیڈیمی کا سالانہ جلسہ بابت سنہ ۱۹۳۶ ع بمقام لکھنو

اوائل سنہ ۳۶ ع میں صوبۂ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کی حکومت نے اپنے پایۂ تخت لکھنؤ میں ایک صنعتی و زرعی نمایش نہایت اعلیٰ پیمانہ پر منعقد کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ تمام انتظامات کی تکمیل کے بعد گذشتہ ۶ دسمبر کو نمایش مذکور کا افتتاح عمل میں آیا جس میں محض اس خیال کے مدنظر کہ عوام زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہوں اُن کی دلچسپی کے لیے مختلف قسم کے سامان تفریح مہیا کیے گئے تھے اور غالباً امسال الہ آباد چھوڑ کر ہندستانی اکیڈیمی کی سالانہ کانفرنس لکھنؤ میں کرنے سے یہ مقصد تھا کہ نمائش کے بہانے مختلف مقامات کے علم دوست حضرات اس میں آسانی سے شریک ہو جائیں گے —

شہر سنہ ۱۹۳۷ ع کی آمد آمد کے ساتھہ دعوت نامے جاری ہوگئے اور جیسا کہ خود اس علمی ادارہ کے نام نامی یعنی ہندستانی اکیڈیمی میں لفظ ہندستانی کے پہلو میں اکیڈیمی کی موجودگی سے عیاں ہے وہ سب بجاے ہندستانی کے انگریزی میں طبع کرائے گئے تھے —

کتنے افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ اس ادارہ کے محترم صدر و معتمد جو اول تو خود ہندستانی ہیں دوسرے جنہوں نے ہندوستان ہی کی آب و ہوا میں نشو نما پائی ہے تیسرے جو ہندستانی زبان سے بخوبی واقف ہیں اور اُس کو نہایت سلیقے سے استعمال کرسکتے ہیں اور چوتھے سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ جو ہندستان میں ایک واحد قومی زبان کی ترویج کے لیے بڑی بڑی کوششیں کررہے ہیں اپنے مقصد کے حاصل کرنے کے واسطے تمام کاروائی کی انجام دھی کے لیے ایک غیر ملکی زبان کا منہ دیکھیں —

بہر کیف کانفرنس کا اجلاس جناب ڈاکٹر رائے راجیشور بلی صاحب کی صدارت میں ۲۱ جنوری بروز شنبہ ساڑے گیارہ بجے کانفرنس پنڈال میں جو نمائش گاہ کے گول دروازے والے باب الداخلہ کے بائیں جانب تقریباً دو سو قدم کے فاصلے پر تھا منعقد ہوا اور حاضرین کی تعداد باوجود اس امر کے کہ جلسہ کا انعقاد اُردو ادب کے ایک اہم مرکز کی نمایش گاہ میں ہورہا تھا و نیز داخلہ پر کسی قسم کی پابندی عائد نہ تھی ۲۰۰ اصحاب سے زیادہ نہ تھی —

جلسہ کی کاروائی کا آغاز رائٹ انریبل سرتیج بہادر سپرد کی ایک مختصر فاضلانہ تقریر سے ہوا جس میں ابتداً انہوں نے اس نقصان عظیم پر اپنے جذبات رنج والم کا اظہار کیا جو اردو زبان و ادب کو اصغر جیسے نامور شاعر اور پریم چند جیسے ممتاز فسانہ نگار کے انتقال سے پہنچا ہے اور حاضرین نے بھی کھڑے ہوکر ان مشہور و ممتاز ہستیوں کے ورثاء اور پس ماندگاں کے ساتھہ اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کیا — من بعد فاضل مقرر نے کانفرنس کے موجودہ اجلاس کے منتخب صدر ڈاکٹر

والئ راجشوربلی صاحب کا حاضرین سے تعارف کراتے ہوئے بتلایا کہ ہندوستانی اکیڈیمی کا قیام ڈاکٹر صاحب موصوف کے عہد وزارت میں ہوا تھا و نیز ڈاکٹر صاحب اس کے بانی مبانی تھے دوران تقریر میں سر سپرو نے یہ بتلاتے ہوئے کہ ادارۂ مذکور کو بعض ایسی کتابیں شائع کرنے کا فخر حاصل ہے جن سے اہل ملک کی علمی ضروریات پوری ہوئیں اس امر پر بھی نہایت زور دیا کہ ہندوستان کے مدارس میں ذریعۂ تعلیم مادری زبان ہونا چاہیے اور اپنے اس بیان کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا یہ مدعا ہرگز نہیں کہ غیر ملکی زبانوں کی کامل مخالفت کی جائے بلکہ اس خیال کے پیش نظر کہ غیر زبان میں سوچنے اور اظہار خیال کا مادہ بہت مشکل سے پیدا ہوتا ہے نیز اس کے اکتساب میں ہزار کوششوں کے باوجود زبان پر کامل قدرت حاصل نہیں ہوسکتی (Count keyserling) کونٹ کیزرلنگ کی اس نصیحت کے مطابق "خواہ تم اپنی ہر ایک شے کو فراموش کردو مگر اپنی زبان کو ہرگزنہ بھولنا" جو انہوں نے جاپانی طلبہ کو دی تھی اس بیان سے محض اپنی زبان کے تحفظ اور بقا کی ضرورت اور اہمیت جتلانا مقصود ہے انہوں نے ملک کے لیے ایک واحد قومی زبان کی تشکیل کی بھی ضرورت ظاہر کرتے ہوئے اردو اور ہندی کے ان انشا پردازوں کی کوششوں کو جو اردو کو محض فارسی اور ہندی کو خالص سنسکرت بنانا چاہتے ہیں ناقابل تحسین قرار دیتے ہوئے بتلایا کہ جو نئی زبان خصوصاً پنجاب میں اردو کے نام سے فروغ پارہی ہے اس کے ۶۷ فیصد الفاظ عام پڑھے لکھے مسلمان اور جو نئی زبان صوبۂ ممالک متحدہ میں ہندی کے پردے میں ترقی کے منازل طے کر رہی ہے اس کے ۸۹ فیصد الفاظ عام خواندہ ہندو سمجھنے سے قاصر ہیں

دوران تقریر میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مولوی عبدالحق صاحب میرے سامنے بیٹھے ہیں ورنہ میں کچھ کھل کے کہتا لیکن اس قدر ضرور کہتا ہوں کہ وہ اردو جو میں بچپن سے سنتا بولتا آیا ہوں وہ رسالۂ اردو کی ہے - آخر میں انہوں نے ڈاکٹر راجیشوربلی صاحب سے کرسی صدارت قبول فرمانے کی درخواست کی اور پنڈت سکھہ دیو بہاری مصرا وغیرہم کی تائید کے بعد ڈاکٹر صاحب تالیوں کی گونج میں کرسی صدارت پر متمکن ہوئے —

ٹھیک ۱۲ بجے دوپہر صاحب صدر نے اپنا خطبہ انگریزی میں ارشاد فرمایا - اس خطبے میں هندستانی اکیڈیمی کی زندگی کے متعلق چند امور پر روشنی ڈالتے ہوے مثلاً یہ کہ هندستانی اکیڈیمی کا قیام جس کا سنگ بنیاد سرولیم میرس گورنر صوبۂ ممالک متحدہ کے ہاتھہ سے ۲۲ جنوری سنہ ۱۹۲۷ع کو رکھا گیا تھا اور جس میں خود ان کی کوشش کا بھی حصہ تھا ادارے کے مقصد کی توضیح کرتے ہوئے کہ یہ کسی نئی زبان کی تشکیل کے لیے قایم نہیں کیا گیا بلکہ اس کی غایت اصلی ایک مشترک پلیٹ فارم سے اردو اور هندی دونوں زبانوں کی بالکل جداگانہ حیثیتوں سے حفاظت کرنا اور ان کو ترقی دینا ہے زیادہ تر اس تنازع فیہ مسئلہ سے کہ هندوستان کی ملکی اور قومی ضرورتوں کا لحاظ کرتے ہوئے ایک واحد مشترک زبان جس کی اساس سادہ اور آسان پر رکھی گئی ہو بحث کی گی تھی چنانچہ یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ اردو اور هندی ہی دو ایسی زبانیں ہیں جن میں هندوستان کی قومی زبان بننے کی دیگر تمام ملکی زبانوں سے کہیں زیادہ صلاحیت موجود ہے نیز اس امر کا اعادہ کرتے ہوئے کہ ہر دو زبان اپنے سرمایۂ الفاظ اور قواعد زبان

کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں خطبہ میں یہ مشورہ دیا
گیا تھا کہ اردو اور ہندی دونوں زبانوں کے لیے رومن رسم الخط اختیار
کرنے اور ان کے مشترک الفاظ کی ایک لغت ترتیب دینے نیز ان کو
سادہ اور عام فہم عبارت میں تحریر کرنے سے یہ زبانیں روز بروز قریب
سے قریب تر آکر ایک ایسی نئی زبان کی تشکیل کا موجب ہوں گی جو
ہندوستان کی واحد قومی زبان کہلائے جانے کی مستحق ہوگی —

لیکن اکثر حضرات اس الجھے ہوئے بیان کو سمجھنے سے قاصر رہے
کیونکہ اپنے خطبہ کی ابتدا میں نہ معلوم کن وجوہ کی بنا پر غالباً اس
لیے کہ اردو اور ہندی دونوں کے حامیوں کی ہمدردی حاصل ہوجائے
اس ادارہ کے قیام کا مقصد بیان کرتے ہوئے صاحب صدر نے یہ واضح
کرنے کی کوشش کی تھی کہ یہ ادارہ اردو اور ہندی دونوں زبانوں
کی بالکل جداگانہ حیثیتوں سے نشو و نما میں کوشاں رہے گا اور اس کا مطمح
نظر کسی نئی زبان کی تشکیل ہرگز نہیں لیکن وہی صاحب صدر جو
صاف اور صریح الفاظ میں ان اصحاب کی عنان توجہ کو جو یہی سمجھہ
بیٹھے ہیں انجمن کے قواعد و ضوابط اور مختلف کتب کی طرف جو اس
ادارہ میں شائع ہوئی ہیں منعطف کرکے اس غلط فہمی کے ازالہ میں
مصروف تھے اپنے خطبہ کے آخری حصے میں ایک نئی زبان کی تشکیل
پر آمادہ نظر آتے ہیں اور اپنے اس مقصد کو دبی زبان میں بیان کرنے
پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ بہانگ دہل یہ اعلان فرماتے ہیں کہ ملک کو
ایک مشترک قومی زبان کی شدید ضرورت ہے ظاہر ہے کہ صاحب موصوف
کی یہ کوشش ایک پلیٹ فارم سے جو دونوں زبانوں کے تحفظ کا ضامن ہو
کہاں تک واجب اور پھر ان تدبیروں سے جو اصول مدعا کے لیے سوچی گئی

میں پہلی تدبیر یعنی رومن رسم الخط کو اختیار کرنے کی تجویز سے قطع نظر کرکے بقیہ دونوں تجاویز یعنی اردو اور ہندی کے مشترک الفاظ کی لغت تیار کرنے اور ان کے طرز تحریر میں سادگی کی پابندی کردینے سے کہاں تک بار آور ہوسکتی ہے کیونکہ طرز تحریر انسان کی فطرت کا آئینہ ہے اور ہم ہرگز کسی ادیب یا انشا پرداز کو محض سادہ عبارت لکھنے پر مجبور نہیں کرسکتے اور جب طرز تحریر پر کسی قسم کی پابندی عاید نہیں کی جاسکتی تو پھر اردو ہندی کے مشترک الفاظ کی لغت تیار کرنے سے بھی کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا کیونکہ دونوں زبانوں کے اہل قلم اپنی اپنی زبانوں کے سر چشموں سے اپنی اپنی پسند کے مطابق الفاظ کا انتخاب کرنے کے لیے آزاد رہیں گے —

بہر حال خطبۂ زیر بحث کو اس پیچیدہ بیان سے قطع نظر کرکے دیکھا جائے تو اس میں ان زبان کی ترقی کے لیے جن کی حمایت اکیڈیمی اپنا فرض سمجھتی ہے بعض نہایت عمدہ تجاویز درج ہیں مثلاً سب سے پہلے عوام کو کتابوں کے انتخاب میں مدد دینے کی غرض سے انگریزی کے مشہور سلسلۂ ادبیات ( World Classics ) کے اتباع میں مختلف زبانوں کے شاہکاروں کے تراجم کے سستے ایڈیشن نکالنا - دوسرے عوام کا مذاق اور کتابوں کا معیار بلند کرنے کے لیے اور اس لیے کہ وہ فضول اور لغو کتابیں خرید کر اپنا روپیہ اور وقت ضائع نہ کریں سال بہ سال اردو اور ہندی کی قابل لحاظ کتب کی ایک انتخابی فہرست شائع کرنا - تیسرے دیہی آبادی کے مطلب کی بعض کتب ایسی زبان میں جو وہ آسانی سے پڑھ اور سمجھ سکیں طبع کرانا - چوتھے حکومت سے ایک ایسا قانون بنانے کی درخواست کرنا جس کی رو سے ہر مطبع کو ان کتابوں کی جو وہاں طبع ہوں ایک جلد اکیڈیمی کو بھیجنا لازمی کردیا جائے اور اس طرح کتب خانہ کو وسیع کرنا اور پانچویں ان

تمام کاموں کی جو انجمن نے اپنی دس سالہ زندگی میں انجام دیے ہیں مشتہر کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ عوام کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے رپورٹ مرتب کرکے طبع کرانا - چنانچہ اس مقصد کے حصول کی خاطر خود صاحب صدر نے انجمن کی دہ سالہ زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہوئے خود بھی یہ بیان کردیا کہ اس ادارہ نے اب تک تقریباً پچاس کتابیں شائع کی ہیں اور اس کے دو رسالے بھی جو ہندستانی کے نام سے موسوم ہیں دونوں زبانوں میں برابر نکل رہے ہیں اس ادارے کے بہترین مضامین اور ادبی شاہکاروں کے لیے انعامات دینے کا بھی سلسلہ جاری کیا تھا مگر چونکہ اقتصادی مشکلات کی وجہ سے ترک کرنا پڑا اور اسی وجہ سے ادارۂ مذکور ایک نہایت ضروری کام انجام دہی یعنی صنعت و حرفت تجارت کی تمام اصطلاحات کو مرتب کرنے سے قاصر رہا —

تقریباً ساڑھے بارہ بجے صدر کا مذکورۂ بالا خطبہ ختم ہوا اور پنڈت شیام بہاری مصرا منتخب صدر شعبۂ ہندی کی عدم موجودگی میں ان کے چھوٹے بھائی پنڈت سکھہ دیو بہاری مصرا نے ان کے خطبے کو پڑھ کر سنانا اور اس فریضہ کو نہایت تیزی سے انجام دینا شروع کیا لیکن جب وہ حاضرین کے ایک دو مرتبہ اس طرف دھیان دلانے پر کچھہ دھیمے بھی پڑگئے تو بھی کچھہ تو اس وجہ سے کہ صاحب موصوف کی آواز آلۂ آواز رساں میں پھنس کر رہ جاتی تھی لیکن زیادہ تر اس باعث کہ خطبہ سنسکرت الفاظ سے اس قدر مملو تھا کہ تقریباً ۹۰ فیصد اصحاب اس کے سمجھنے سے قاصر رہے - چنانچہ تقریباً ۸۰ فیصد اصحاب تو پنڈال چھوڑ کر باہر چلے گئے اور باقی ماندہ اصحاب اونگھنے یا خوش گپیوں میں مصروف تھے - خیر خدا خدا کرکے یہ خطبہ اختتام کو پہنچا اور حاضرین کی عدم

موجودگی کا خود پنڈت جی کے دل پر گہرا اثر پڑا —

مولانا سید سلیمان صاحب ندوی صدر منتخب شعبۂ اردو ۱ بجے کے قریب اپنا خطبہ سنانے کے لیے کھڑے ہوئے جس کو اگر ہم لکھنؤ کی خدمات ادب اردو پر ایک مبسوط مضمون کہیں تو بیجا نہ ہوگا چنانچہ اردو کی تاریخ بیان کرتے ہوئے مولانا نے اعتراف کیا کہ اردو نے جو پنجاب میں پیدا ہوئی، دکن میں نشو و نما پائی دہلی میں پروان چڑھی اور تعلیم و سلیقہ لکھنؤ میں سیکھا - اس کے بعد 'انیس' 'دبیر' 'ناسخ' 'جلال' 'امیر' وغیرہ نے جو اردو زبان کی خدمات انجام دی ہیں ان کو بیان کرتے ہوئے مولانا نے بتلایا کہ شاہی عہد میں لکھنؤ میں نہ صرف ایک دارالترجمہ قایم تھا جس میں 'زخمی' 'فلسفی' محمد اسمعیل لندنی اور محمد حسین لندنی نے وضع اصطلاحات کا بیشتر کام انجام دیا بلکہ ایک مطبع سلطانی تھا یورپین زبانوں کے ۵۲ رسالہ جات کے تراجم شایع کیے - اپنے خطبے کے تیسرے حصے میں اردو کی ترقی کے لیے چند تجاویز بھی پیش کی تھیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ زبان مذکور کو سنسکرت اور عربی اثر سے بالکل آزاد کرکے اور تلفظ میں ہندستانی لہجے کا خیال کرتے ہوئے املے میں لہجۂ مذکور کا اتباع کرکے تحریر و تقریر میں ثقیل اور نامانوس الفاظ سے اجتناب کیا جائے - مولانا نے اپنے خطبے کے بعض حصے مختلف مقامات سے پڑھ کر سنائے - طویل ہونے کی وجہ سے پورا نہ پڑھ سکے —

ڈیڑھ بجے ڈاکٹر تارا چند معتمد ادارۂ ہذا نے اپنا مضمون سنانا شروع کیا اور اگرچہ یہ عام خیال تھا کہ یہ مضمون غالباً ان تمام کاموں کی انجمن نے سال گذشتہ انجام دیے ہیں ، ایک تفصیلی رپورٹ ہوگی مگر یہ خیال غلط ثابت

ہوا جب معتمد صاحب نے بھی اپنے پیش رووں کی آواز میں آواز ملا کر وہی راگ الاپنا شروع کیا کہ ملک کے لیے ایک قومی زبان کی ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے اردو اور ہندی کی آمیزش سے ایک نئی زبان بنائی جائے اور ان کا مضمون یقیناً اس ہندستانی کا جو ان کے پیش نظر تھی غالباً نہایت عمدہ نمونہ تھا چنانچہ قابل مضمون نگار نے اپنے مضمون میں اس امر کا التزام کیا تھا کہ اگر ایک جملہ فارسی الفاظ اور فارسی تراکیب کا گراں بار احسان ہو تو سنسکرت کے سر چشمے سے سیراب کیا گیا ہو۔ عجب مضحکہ خیز منظر تھا چنانچہ جب معتمد صاحب کا مضمون ختم ہوجانے کے بعد جلسہ برخاست ہوا تو پنڈت کشن پرشاد کول اور دیگر حضرات ڈاکٹر تارا چند صاحب سے یہ دریافت کرتے ہوئے سنے گئے کہ جناب والا آخر یہ مضمون کون سی زبان میں لکھا گیا تھا آیا تارا چندی میں یا گنگا جمنی میں اور اس سوال کے جواب میں ڈاکٹر صاحب موصوف مسکرا کر خاموش ہوجاتے تھے —

۳ بجے سہ پہر کانفرنس پنڈال ہی میں جناب ڈاکٹر رائے راجیشور بلی صاحب کی زیر صدارت کانفرنس کے اردو اور ہندی شعبوں کا مشترک اجلاس شروع ہوا اس وقت حاضرین کی تعداد گھٹ کر تقریباً تین چوتھائی رہ گئی تھی —

کارروائی کے آغاز میں پنڈت سکھہ دیو بہاری مصرا نے جو صبح کے ناخوشگوار منظر سے ایک حد تک متاثر نظر آتے تھے ایک مختصر تقریر کی جو صبح کے لکھے ہوئے خطبہ کی صحیح معنوں میں ضد تھی یعنی اس تقریر میں فاضل مقرر نے سادہ اور عام فہم زبان استعمال کرتے ہوئے ہر مذہب و ملت و مقامات دور و نزدیک کی تفریق و امتیاز کے بغیر ہر گروہ، ہر صوبہ، اور ہر طبقے کے حضرات کو ہندوستان میں ایک مشترک قومی

زبان کے لیے دوش بدوش کام کرنے اور اُس کی ترقی کے لیے تمام محنت اور دقتوں کو برداشت کرنے کے لیے زور دیتے ہوئے اس امر کی توضیح کی کہ اگر اُردو اور ہندی کو انہی راستوں پر گامزن ہونے دیا جائے گا جس پر وہ آج کل چل رہی ہیں تو بلا مبالغہ ایک ربع صدی میں ہندی بولنے والے حضرات اردو بولنے والوں کا مطلب اور اردو بولنے والے اصحاب ہندی بولنے والوں کا مدعا بالکل نہ سمجھ سکیں گے لیکن جیسا کہ ان کے صبح کے کردار سے ظاہر تھا اس تقریر میں اخلاص کی بو بہت کم پائی جاتی تھی —

ناطق لکھنوی نے پنڈت جی کے خیال کی تائید کرتے ہوئے زیادہ تر اس امر پر زور دیا کہ ہندی اور اردو کو ادبی حیثیتوں سے علیحدہ قرار دیتے ہوے باہمی محبت اور یگانگت کے ذریعے ایک مشترک بولی کی تشکیل کا خیال زیادہ قابل قبول ہے من بعد دو اصحاب نے اپنی تقریروں کے دوران میں اس مقصد کے حصول کے لیے ثانوی مدارس میں اردو اور ہندی دونوں زبانوں کی تعلیم کو لازمی قرار دینے اور رومن رسم الخط کو اختیار کرنے کی تجویزیں پیش کیں —

مگر پنڈت کشن پرشاد صاحب کول نے جوان کے بعد ڈائس پر تشریف لائے اپنی ایک نہایت برجستہ تقریر میں یہ واضح کر دیا کہ جب تک ہماری سعی میں اخلاص کامل کو دخل نہ ہوگا محض لسانی کے بل بوتے پر مقصد کا حصول ناممکن ہے - چنانچہ انہوں نے ظاہر و باطن کی باہمی مخالفت کی زندہ مثالیں یعنی ڈاکٹر بلی کے انگریزی خطبے ڈاکٹر تارا چند کی تارا چندی اور پنڈت شیام بہاری مصرا کی ہندی نما سنسکرت کو حاضرین کے سامنے پیش کرتے ہوے یہ بتلایا کہ آج کل اردو

اور ہندی نے ایک مذہبی اور سیاسی مسئلہ کی شکل اختیار کرلی ہے اس لیے اس قسم کی تمام کوششیں محض بے سود ہیں - ان کی راے وہی ہے جو پچھلے سال اپنے مضمون میں ظاہر کرچکے تھے کہ ان دونوں زبانوں کا ملنا ممکن نہیں دونوں کو اپنے اپنے رستے ملنے دینا چاہیے —

آخرکار بہت گرما گرم بحث کے بعد جس میں یہ خیال بھی ظاہر کیا گیا کہ نصاب تعلیم ویسے ہی طالب علموں کے لیے بارگراں ثابت ہو رہا ہے اس لیے اس میں ایک اور مضمون کا اضافہ کہاں کی دانائی ہے ذیل کی تجویز حاضرین کے سامنے پیش کی گئی یہ کانفرنس اول تو اردو اور ہندی کے اہل قلم حضرات سے درخواست کرتی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنا کلام سادہ اور آسان عبارت میں لکھیں دوسرے اردو اور ہندی کے لیے مشترک اصطلاحات کے وضع کرنے کی کوشش کی جاے اور تیسرے حکومت سے اس امر کی اپیل کرتی ہے کہ ہائی اسکول تک کے طلبہ کے لیے اردو اور ہندی کی تعلیم لازمی قرار دی جاے - الغرض ڈیوڑھ گھنٹے کی بحث و تمحیص کے بعد جس میں عصبیت کے چھینٹے برابر اڑتے رہے تجویز کا پہلا اور تیسرا اپنی اصلی شکل میں منظور ہوگیا اور دوسرا حصہ بالکل حذف کردیا گیا —

اس تجویز کے منظور ہونے کے بعد مضمون نگار حضرات کی باری آئی چنانچہ جن صاحب نے سب سے پہلے اپنا مضمون سنانا شروع کیا ان کا مقصد حاضرین کو ایک ہندی شاعر سے روشناس کرانا تھا - اس وقت تک حاضرین کی تعداد بالکل کم ہوگئی تھی اور بقیہ اصحاب کو حیرت تھی کہ انہیں ایک ایسے شاعر کے کلام سے جسے تاریخی اور ادبی حیثیت سے کچھ اہمیت حاصل نہیں آخر مقصد کیا ہے - ایک مضمون ہندستان میں دیہی ترقی سے بھی متعلق تھا اور در اصل ایک مضمون کے علاوہ دیگر تمام مضامین

کا معیار کچھ بلند نہ تھا - آخر تقریباً ۵ $\frac{1}{2}$ بجے شام مجلس برخاست کی -

دوسرے روز صبح ۹ $\frac{1}{2}$ بجے کانفرنس کے شعبۂ اُردو کا اجلاس پنڈال کے سامنے کھلے میدان میں زیرصدارت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی شروع ہوا - سب سے پہلے مولوی مہیش پرشاد صاحب نے غالب کے متعلق ایک نہایت بصیرت افروز مضمون پڑھا اور ساتھ ہی ساتھ حاضرین کو جن کی تعداد کل ۱۷ تھی دیوان غالب کا ایک چھپا ہوا نسخہ دکھایا جو باعتبار زمانہ غالب مرحوم کے دیوان کے تمام دستیاب شدہ مطبوعہ نسخوں سے زیادہ قدیم تھا - من بعد مولوی سید مقبول احمد صمدانی نے مرزا جہانگیر کے متعلق اپنا مضمون پڑھ کر سنایا - ایک صاحب نے حضرت عاصی غازی پوری کی شاعری پر جن کے متعلق اُن کا خیال تھا وہ دبستان ناسخ کے پیرو ہیں اپنا مضمون پڑھ کر سنایا جو عام طور پر پسند کیا گیا - مولانا احمد مکرم صاحب اعظمی کا مضمون جس کا موضوع اُردو و ہندی کا بھائی چارا تھا نہایت کدو کاوش کے بعد غایت محققانہ انداز میں لکھا گیا تھا چنانچہ اس میں شک نہیں کہ اُردو اور ہندی کو ایک دوسرے کے قریب تر لانے میں جہاں تک بالخصوص دونوں کے رسم الخط کا تعلق ہے اس سے عمدہ تجاویز شاید ہی کوئی پیش کرسکے - رومن رسم الخط کی حمایت میں بھی ایک مضمون پڑھا گیا لیکن اُس میں ایسی تجاویز سے بالکل بحث نہیں کی گئی تھی جنھیں تعمیری کہا جاسکے -

جب مضمون پڑھے جاچکے تو پنڈت کشن پرشاد صاحب کول نے اردو کے املے کی درستی کی جانب حاضرین کی توجہ کو مبذول کرتے ہوئے یہ سوال کیا کہ وہ کون سے اسباب تھے جن کے باعث اس مسئلہ پر جو

کچھ عرصے پہلے ہندستانی اکیڈیمی کے زیر غور تھا کیا رومن رسم الخط اختیار کر لی گئی اس سوال کے جواب میں ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی نے فرمایا کہ سنہ ۲۹ ع میں ایک کمیٹی میں انہوں نے بعض تجاویز اس مشکل کو حل کرنے کے لیے پیش کی تھیں اور ہندی کے حامیوں نے بھی ان تجاویز کو پسند کیا تھا مگر چونکہ ان تجاویز کو عمل میں لانے سے بعض نئے ٹائپ کے حروف بنوانے پڑتے لہذا مالی مشکلات کے پیش نظر اس خیال کو ترک کردیا گیا - اُنہوں نے اردو کے لیے رومن رسم الخط کے اختیار کرنے کے بھی خلاف راے دیتے کہا کہ اُس میں اُردو کے حروف علت کے باعث دقتیں پیش آئیں گی یہ دقتیں ترکی زبان کے رومن حروف میں لکھتے وقت اس لیے پیش نہیں آئیں کہ ترکی زبان میں Long Vowels نہیں ہیں پر اس امر پر زور دیا کہ ہندستان میں ذوق مطالعہ اور باہمی اخلاص کی کمی در اصل ان تمام مشکلات کا باعث ہیں اور اگر یہ خامیاں کسی طرح دور ہوجائیں گی تو پھر دقتوں پر کسی نہ کسی طرح عبور حاصل کرھی لیا جائیگا —

اس کے بعد چونکہ اور کوئی مسئلہ بحث کے لیے پیش نہیں کیا گیا اس لیے دوسرے روز کی کاروائی صدیقی صاحب کی اس تقریر کے بعد ختم ہوگئی —

تیسرے روز کی کاروائی کا آغاز کانفرنس پنڈال میں ٹھیک دس بجے مرزا محمد عسکری صاحب کے مضمون سے ہوا جو اُنہوں نے فسانۂ آزاد کے متعلق لکھا تھا اور جس میں وہ سرشار کی بے نوشی فسانۂ آزاد کی ضخامت ' پلاٹ کی بدمزگی اور بے ربطی لیکن زبان کے چٹخارے کی موجودگی کے باعث اُس پر مطلق کسی کی نظر نہ پڑنے کے متعلق اور بالخصوص وہ خوجی کے کردار

کی تعریف و توصیف میں رطب السانی سے کام لیتے ہوئے حضرت چک بست
اور پنڈت بشن نراین در کے مضامین سے بھی چار ہاتھ آگے بڑھ گئے
تھے - اس کے بعد مشیر احمد صاحب علوی نے حاضرین کو جن کی تعداد
۴۰ تک پہنچ گئی تھی لکھنؤ اور لکھنؤ کی شاعری پر اپنا مضمون پڑھ
کر سنانا شروع کیا اور اس مضمون میں اُنہوں نے بیان کیا کہ انشا اور
ذوق غیر فطری شاعر تھے اور کہ اس زمانے میں دھلی کے مقابلہ میں
لکھنؤ میں زیادہ خوش فکر اور خوش گو شاعر جمع تھے جنھوں نے غزل
کو معراج کمال پر پہنچا دیا تھا - علوی صاحب کے بعد مولوی عبدالماجد
صاحب دریا بادی نے ایک مضمون جس کا عنوان ایک نئی آئین اکبری
تھا اور جس کی نسبت یہ قیاس تھا کہ وہ کوئی تاریخی مضمون ہوگا
لیکن در حقیقت اس میں اکبر الہ آبادی کے کمال کو نہایت شگفتہ
زبان میں بے نقاب کیا گیا تھا پڑھ کر سنایا من بعد آغا مہدی حسن صاحب
کی باری آئی اور چونکہ اُن کا مضمون جس میں اس مسئلہ سے بحث
کی گئی تھی کہ انگریزوں نے جو عام طور پر تاریخ پر کتابیں لکھی ہیں
اُن میں فرقہ وارانہ منافرت کو بھڑکانے کے لیے اکثر واقعات کو بہت
بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے بہت طویل تھا اس لیے صاحب صدر کو متعدد
مرتبہ اُن سے اپنا مضمون جلد از جلد ختم کرنے کی درخواست کرنی پڑی
اور چونکہ صاحب موصوف کے مضمون ختم ہو جانے کے بعد وقت بہت کم
رہ گیا تھا اس لیے مولوی سعید انصاری صاحب اور مولانا اظہر علی
آزاد صاحب کے مضامین جن کے عنوانات " اصغر و اقبال " کی شاعری
اور " اُردو زبان کی ہمہ گیری " تھے پڑھ کر نہ سنائے جاسکے البتہ شوکت
تھانوی صاحب کو جنھوں نے اپنے مخصوص انداز میں بہت کے دھندوں

سے مجبور ہوکر اُصولوں کی قربانی اور بالخصوص لکھنؤ کی تہذیب کے اُجڑ جانے پر پھبتیاں کسی نہیں اپنا مضمون سنانے کی اجازت دی گئی — ۱/۴ ۱ کے قریب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے کانفرنس کا اجلاس برخاست کرتے ہوے چند مختصر الوداعی کلمات میں اس خیال پر نہایت افسوس ظاہر کیا کہ اُن مضامین سے جو حاضرین کے سامنے پڑھے گئے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ عوام کا مذاق اس قدر گرا ہوا ہے کہ اُن کے ادبی کارنامے محض لطائف و ظرائف پر مبنی ہیں اور بہت زیادہ کاوش سے کام لیا تو تاریخ نویسی تک ختم ہوجاتے ہیں اور زندگی کے حقایق سے مطلق بحث نہیں کی جاتی اور دعا کی کہ خدا کرے عوام کے مذاق کی یہ پستی جلد از جلد دور ہوجاے —

| نام کتاب | صفحہ |
| --- | --- |

## ادب



## اخلاق و تصوف



## فلسفہ



## مذہب و اخلاق



## اردو کے جدید رسالے

## داغ

( مولفۂ نوراللہ محمد نوری صاحب - فلام دستگیر تاجر کتب حیدرآباد دکن مجلد قیمت ۵ روپے آٹھ آنے - چھوٹی تقطیع صفحات ۲۰۸ )

اس کتاب میں فصیح الملک نواب مرزا داغ کے سوانح حیات میں اور کلام پر تبصرہ ہے - کتاب کے شروع میں ایک مقدمہ ہے جس میں مولف نے اس پر بحث کی ہے کہ اگر ادیب اور شاعر اپنے کلام کی وجہ سے قابل تعریف ہیں تو وہ بادشاہ اور امرا بھی اُن سے کم قابل تحسین نہیں جنہوں نے ان ادیبوں اور شاعروں کی سرپرستی کی اگر وہ سرپرستی اور قدر نہ کرتے تو ان ادیبوں اور شاعروں کو فروغ نہ ہوتا - اس بحث میں مولف نے بعض کام کی باتیں لکھی ہیں لیکن اس کو اتنا بڑھا

دیا ہے کہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے —

تقریباً نصف کتاب میں حالات ہیں جو انہوں نے بہت محنت سے اور مختلف کتابوں اور خصوصاً حضرت احسن مارہروی کی کتاب سے جمع کیے ہیں اور اس کے علاوہ داغ کے بعض شاگردوں اور اُن کے مقامی احباب سے بھی بہت سے باتیں دریافت کرکے لکھی ہیں کتاب کے باقی نصف حصے میں کلام پر تبصرہ ہے - داغ غزل کے بادشاہ ہیں' باقی اصناف سخن میں انہیں کوئی ممتاز درجہ حاصل نہیں - ان کے کلام کی اصل خصوصیت جیسا کہ مولانا حالی نے ایک جگہ لکھا ہے یہ ہے کہ " داغ کی غزل میں باوجود زبان کی صفائی' روز مرہ کی پابندی اور محاورہ کی بہتات کے طرز ادا میں ایک شوخی اور تیکھا پن ہے جو اسی شخص کا حصہ ہے' مولف نے کھینچ تان کر بعض اور خصوصیات سے بھی بحث کی ہے جو زیادہ قابل لحاظ نہیں ہیں ایک باب کا عنوان " داغ کا ہندوستانی زبان میں تعمیری حصہ " ہے - اس میں مولف نے زیادہ تر صرف و نحو سے بحث کی ہے اور غیر ضروری طول دیا ہے - اس میں داغ کی اصلاحوں کا ذکر ہے - آخر میں داغ کے ممتاز اور نامور شعرا کا مختصر ذکر اور اُن کے کلام کا نمونہ ہے —

مولف نے جس محنت اور شوق سے یہ کتاب لکھی ہے وہ قابل داد ہے اور جس قدر حالات وغیرہ اس میں جمع کردے ہیں وہ کسی دوسرے جگہ نہیں ملتے - داغ کے قدرداں اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں - لکھائی اور چھپائی اور کاغذ بہت نفیس ہے ·

---

## پیلی یاس اور میلی سانڈ -

(مترجمہ تمنائی صاحب - پنجاب بک ڈپو لاہور - قیمت بارہ آنے)

ماتر لنک بلجیم کا اور اس زمانے کا نہایت نامور ادیب اور ڈراما نگار ہے - اس کے ڈراموں میں خاص جدت، حسن اور قوت پائی جاتی ہے اس کا طرز بیان نہایت سادہ اور لطیف ہے - وہ معمولی زندگی سے پرے ایسی چیزوں کی تلاش میں جاتا ہے جو آنکھ سے اوجھل ہیں - وہ مثالیت کا شیدائی ہے - حقیقت کو مثال میں بیان کرتا ہے - یہ ڈراما جس کا ترجمہ تمنائی صاحب نے اردو میں کیا ہے اُس کی اعلیٰ تصانیف میں سے ہے اور اس کی روش خیال کو بخوبی ظاہر کرتا ہے - یہ ڈراما اس زمانے کی بہترین کتابوں میں شمار کیا جاتا ہے - تمنائی صاحب نے ترجمہ بھی اچھا کیا ہے لیکن نظر ثانی کی ضرورت معلوم ہوتی ہے - کتاب کے شروع میں پروفیسر شرف عالم آزاد جلیلی صاحب نے ماتر لنک کے حالات اور کلام پر بہت اچھا مقدمہ لکھا ہے —

---

## تسخیر یاس

(کلام مولانا سید محمد شرف الدین یاس ٹونکی - مکتبۂ جامعۂ ملیۂ اسلامیہ دہلی - قیمت پانچ آنے)

یہ یاس صاحب ٹونکی کے کلام کا پہلا حصہ ہے اس میں اُن کا صرف ابتدائی کلام ہے جو ۱۹ غزلوں پر مشتمل ہے - ان کے کلام میں صفائی، روانی اور لطف پایا جاتا ہے - نمونے کے لیے یہاں صرف ایک غزل نقل کی جاتی ہے جس سے ان کا انداز کلام ظاہر ہوگا —

بے غم الفت تو دم بھر زندگی اچھی نہیں
ہو ترا بیمار اچھا ، وہ گھڑی اچھی نہیں

جان کو اپنی نہ کوسو یہ ہنسی اچھی نہیں
کوئی اچھی ہے گھڑی کوئی گھڑی اچھی نہیں

دل میں گنجائش نہ ہو، تو دل لگی اچھی نہیں
جو رلانے کے لیے ہو وہ ہنسی اچھی نہیں

صدقے عیش دو جہاں ، قربان عمر جاوداں
تیرے غم کے سامنے کوئی خوشی اچھی نہیں

مت مٹاکر ولولے کچھ رہ گئی ہیں حسرتیں
بجھ گئی دل کی لگی پھر بھی بجھی اچھی نہیں

دل یہ کہتا ہے کہ بس اُن کی توقع ہوچکی
شوق کہتا ہے کہ یہ کم ہمتی اچھی نہیں

ہائے کس کے ظلم کا روز جزا ہوں داد خواہ
حق تو یہ ہے میرے حق میں منصفی اچھی نہیں

اک نہیں ہے تو نہیں عاشق نوازی کی ادا
ورنہ تجھ میں بات ظالم کونسی اچھی نہیں

بھول کر امیدوار اپنا نہ کہنا یاس کو
یاد رکھنا آج سے یہ دل لگی اچھی نہیں

---

## حمید کے سو شعر –

(خواجہ حمیدالدین حمید - نامی پریس لکھنؤ قیمت چار آنے)

یہ خواجہ حمید صاحب کے کلام کا انتخاب مرزا ثاقب نے کیا - ہمارے

شعرا میں ایک بڑا عیب یہ ہے کہ وہ اپنے ہر شعر کو انتخاب سمجھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کے دیوان بیکار اور بھرتی کے اشعار سے بھرے پڑے ہیں - خواجہ صاحب نے خوب کیا جو اپنے کلام میں سے صرف سو شعر منتخب کرکے شایع کیے اور انتخاب بھی ایسے صاحب سے کرایا جو پختہ نظر اور صاحب ذوق شاعر ہیں - نتیجہ یہ ہے کہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے اور شعر میں کچھ نہ کچھ لطف پایا جاتا ہے --

---

## دیوان باقر -

( مرتبہ مولوی حافظ سید عطا حسین صاحب ایم - اے '
سی - ای - ایم ' آر اے ' اس ' ہی - قیمت دو روپے آٹھ آنے -
مرتب سے ( محلہ لنگم پلی ' حیدرآباد دکن ) مل سکتا ہے ) -

حضرت سید شاہ باقر علی مرحوم فارسی کے باکمال شاعر تھے ' فارسی زبان سے خاص مناسبت تھی اور اس پر بڑی قدرت حاصل تھی - مرزا غالب کے شاگرد تھے - ان کا کلام بہت کچھ ضائع ہوگیا اور جو بچا وہ کبھی شایع نہ ہوا - خوشی کی بات ہے کہ مرحوم کے فرزند رشید مولوی عطا حسین صاحب نے جو خود صاحب علم و فضل ہیں ' اُن کے کلام کو جہاں تک دستیاب ہوا ' اب شایع کردیا ہے - کلام کے پڑھنے سے ان کا کمال معلوم ہوتا ہے - اس میں درد و تاثیر ہے ' روانی و فصاحت ہے اور وہ خاص لطف و لذت موجود ہے جو صوف اہل اللہ کے کلام میں ہوتی ہے - ان کا دیوان پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ خاک ہند سے ایسے ایسے باکمال فارسی گو شاعر پیدا ہوئے جو ایران کے بڑے بڑے اساتذہ سے مقابلہ کرتے ہیں --

حضرت باقر پھر بگہ (بہار) میں سنہ ۱۸۲۱ ع میں پیدا ہوے اور چونکہ اُن کے بعض عزیز و اقارب کی سکونت آرہ میں تھی ' اس لیے آرہ ھی میں مقیم ہوگئے - وہ صرف ایک صاحب ذوق شاعر ھی نہ تھے بلکہ انہیں مختلف علوم و فنون میں بھی کمال حاصل تھا —

کتاب کے شروع میں فاضل مرتب نے حضرت باقر اور اُن کے خاندان و اسلاف کے حالات اختصار اور جامعیت کے ساتھہ بیان کیے ھیں —

جن اصحاب کو فارسی شعر کا ذوق ھے وہ حضرت باقر کے کلام کا ضرور مطالعہ کریں - کوئی غزل ایسی نہیں جو لطف و اثر سے خالی ھو —

---

**افسانہ -**

از احمد صدیق صاحب مجنوں گورکھہ پوری -

صفحات ۱۳۶ - کتابت طباعت و کاغذ —— معمولی - قیمت

ایک روپیہ ۸ آنے ملنے کا پتہ —— ایوان اشاعت گورکھہ پور —

دو مقالوں کا مجموعہ ھے جو ادبی مجلسوں میں پڑھ کر سنائے گئے تھے - ایک کا عنوان ھے ' افسانہ اور اس کی غایت ' اور دوسرے کا ' اردو افسانہ ' —

پہلے مضمون میں افسانے کے عناصر اور مختلف پہلوؤں کا تفصیلی بیان ھے اور تشریح کے لیے جابجا مغربی تصنیفوں کی مثالیں دی گئی ھیں ؛ جو لوگ مغربی ادب سے زیادہ واقف نہیں ھیں انہیں اسے سمجھنے میں دقت ھوگی - مضمون بجائے خود لایق تحسین ھے اور اس کا مطالعہ مبتدیوں کے لیے مفید ھوسکتا ھے زمانۂ حال میں تحلیل نفسی اور اشتراکیت

کے ادبی اسکولوں نے فن افسانہ نگاری میں جو انقلاب برپا کردیا ہے' مولف نے اس کا ذکر نہیں کیا جس کی وجہ سے یہ بیان کچھ پرانا اور ادھورا رہ گیا - طامس هارڈی کی توصیف میں غلو سے کام لیا ہے اور اس کے ایک ناول Tess کو طالسطائی کے شاهکار " اینا کرینینا " پر فوقیت دے ڈالی ہے —

دوسرا مضمون اس لحاظ سے تشنہ ہے کہ اس میں اردو کے حالیہ افسانہ نگاروں کے ذکر سے پہلو تہی کی ہے - بیسوی صدی کے فسانہ نگاروں میں پریم چند انجہانی کے علاوہ صرف تین چار حضرات کا ذکر کیا ہے - ان میں سے سجاد حیدر اور جلیل قدوائی کی حیثیت صرف مترجموں کی ہے - ان صاحبوں کو اردو کے سب سے اچھے مترجم کہنا صحیح نہ ہوگا - ناولوں اور افسانوں کے ترجمے میں مولوی عنایت اللہ دهلوی کا نام یقیناً سر فہرست آتا ہے —

سب نئے لکھنے والوں کو حقارت سے "تتّی دل" کہہ کر چھوڑ دینا بھی بڑا ظلم ہے - بہر حال' اس موضوع پر اردو میں جو تھوڑی سی کتابیں لکھی گئی هیں ان میں یہ بھی غنیمت ہے - قیمت زیادہ ہے -

"ناخدا"

## تمدن عتیق

(از ابو ظفر اور عطاالرحمن صاحبان صفحات ۲۳۴ - کتابت طباعت و کاغذ - صاف - مجلد اور مصور قیمت - (صرف ریاست کے لیے) ۳ روپے - ملنے کا پتہ - بک ڈپو - سٹی کالج حیدرآباد)

اس تالیف میں آغاز گیتی سے لے کر ظہور مسیح سے کچھ عرصے

پہلے تک کا جستہ جستہ حال لکھا ہے - کتاب درسی ضروریات کو مد نظر رکھہ کر لکھی گئی ہے - اور طلباء کی ذہنی نمو کا خاص خیال رکھا ہے - بیان آسان اور سلجھا ہوا ہے البتہ بعض حصوں کو لکھتے ہوئے اسناد سے غفلت برتی گئی ہے - تصویروں اور نقشوں نے کتاب کو زیادہ مفید اور دلچسپ بنا دیا ہے - قیمت البتہ زیادہ ہے اور پھر یہ سمجھہ میں نہیں آیا کہ اس کے تعین میں ریاست کی تخصیص کیوں کی گئی ہے —

## اخلاق و تصوف

### ۱- سرور ہستی

### ۲- نور ہستی

(مولفہ پنڈت نرمل چندر صاحب ' پروفیسر دیال سنگھہ کالج لاہور - ستیہ گیان پبلشنگ سوسائٹی اوکاڑہ ' پنجاب - قیمت ایک روپیہ و ایک روپیہ چار آنے)

پروفیسر نرمل چندر کی یہ دو کتابیں ہمیں سچا اخلاق اور دنیا میں رہ کر بے لوث اور پاک زندگی بسر کرنا سکھاتی ہیں - ان میں علم و حکمت کی ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں جو فاضل مولف کے گہرے مطالعہ ' مشاہدہ اور غور و فکر پر مبنی ہیں اور ہر مسئلہ کو انھوں نے ایسی خوبی اور سلاست سے بیان کیا ہے کہ ایک معمولی پڑھا لکھا اور اعلیٰ تعلیم یافتہ دونوں لطف حاصل کر سکتے ہیں - اور ہر مذہب و ملت کا آدمی یکساں مستفید ہو سکتا ہے - ان کا مشرب صوفیانہ ہے اور صوفیانہ خیالات کو سائنس کے ساتھہ سمو کر ایک نیا لطف اور نئی لوچ پیدا

کر دی ہے - ان دونوں کتابوں میں انسان کی اخلاقی اور روحانی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے - مثلاً زندگی' زندگی کے معنے' کمال زندگی' دکھ' لذت' گناہ' خودی کا ظہور' بنیادی اور آخری حقیقت' انسانی زندگی کا قانون' کثرت میں وحدت' انسانی زندگی کا مقصد' فریب عقیدت' جھوٹے بہانے' راہ نجات' تہذیب (موجودہ و آیندہ) وغیرہ پر بہت سنجیدہ اور معقول خیالات کا اظہار کیا گیا ہے - ہمیں ان کتابوں کے مطالعے سے بہت خوشی ہوئی اور امید ہے کہ یہ اردو داں طبقے میں مقبول ہوں گی —

## فلسفہ

### فلسفۂ عجم

(مترجمہ مولوی میر حسن الدین صاحب بی - اے' ایل ایل - بی - احمدیہ پریس' حیدرآباد دکن)

ڈاکٹر سر محمد اقبال کے مشہور مقالے The Development of Metaphysics in persia کا ترجمہ ہے - اسے تصنیف ہوئے تقریباً ۲۷ سال ہوتے ہیں - جیسا کہ خود علامۂ اقبال نے تحریر فرمایا ہے اس کتاب میں دو امور سے بحث کی گئی ہے —

(۱) میں نے ایرانی تفکر کے منطقی تسلسل کا سراغ لگانے کی کوشش کی ہے اور اس کو میں نے فلسفۂ جدید کی زبان میں ادا کیا ہے -

(۲) تصوف کے موضوع پر میں نے زیادہ سائنٹفک طریقہ سے بحث کی ہے اور ان ذہنی حالات و شرائط کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی ہے جو اس قسم کے واقعے کو معرض ظہور میں لے آتے ہیں - لہذا اس

خیال کے برخلاف جو عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے میں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تصوف ان مختلف عقلی و اخلاقی قوتوں کے باہمی عمل و اثر کا لازمی نتیجہ ہے جو ایک خوابیدہ روح کو بیدار کرکے زندگی کے اعلیٰ ترین نصب العین کی طرف رہنمائی کرتی ہیں' —

یہ بہت اہم تحقیقی مقالہ ہے جس میں ایرانی مابعدالطبیعات اور تصوف سے بحث کی گئی ہے' اردو میں اس کا ترجمہ آسان کام نہ تھا لیکن مولوی حسن الدین صاحب نے اس کام کو بڑی خوبی سے انجام دیا ہے' اور ان کی یہ محنت قابل تحسین ہے —

---

# مذہب و اخلاق

## بلاغ الحق

( مصنفۂ شمس العلماء حافظ سید محب الحق صاحب -
پروفیسر' پٹنہ - قیمت دو روپے )

شمس العلما مولانا محب الحق اس سے قبل دعوۃ الحق شرعۃ الحق' منہاج الحق شایع کرچکے ہیں - یہ کتابیں بہت مقبول ہوئیں - مولانا میں ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ صرف قرآن مجید سے استدلال فرماتے ہیں اور قرآن ہی سے انہوں نے تمام عقائد اور ارکان اسلام کی تشریح کی ہے قرآن کے رموز و معانی پر مولانا کی بڑی گہری نظر ہے - یہ ان کی آخری کتاب ہے - اس میں انہوں نے حدیث' اسوۂ حسنہ' اطاعت رسول

ایمان ، عقائد ، عبادت ، معاملات ، حلال و حرام اور دیگر مسائل پر بحث کی ہے - اور اس میں بھی انہوں نے تمام استدلال قرآن پاک ہی سے کیا ہے - کتاب مطالعہ کے قابل ہے —

# اُردُو کے جدید رسالے

## عارف -

( مدیر عبدالرحمن شوق - بل روڈ ، لاہور - چندہ سالانہ ایک روپیہ ) —

لاہور کے ماہانہ رسالوں میں ایک اور اضافہ ہوا ہے - اگرچہ عنوان پر "اسلامی ، ادبی ، تمدنی ، معاشرتی مضامین کا رسالہ لکھا ہے" لیکن جزو غالب مذہبی مضامین کا ہے - اس رسالہ کے مالک ملک دین محمد تاجر کتب ہیں اور اس لیے ان کی کتابوں کے اشتہار بھی رسالے کا ایک جز ہے - ایک روپیہ سالانہ قیمت میں یہ رسالہ فی الحقیقت بہت ارزاں ہے - بہت اچھا چھپتا ہے اور خاصی بڑی تقطیع کے ۴۰ صفحے مضامین کے ہوتے ہیں —

---

## محقق -

( بہاول پور - سالانہ چندہ تین روپے )

یہ رسالہ ابھی حال میں بہاول پور سے شائع ہوا ہے - اس کے ڈائرکٹر خواجہ شجاع ملتمس ایم - اے ( علیگ ) - ایم - ایس - سی - ایم - اے

(پنجاب) اڈیٹر' رازی عرفانی - مہتمم شعبۂ نسواں بیگم ح - ش رفعت دہلوی ' بی - اے - نگران عربیات ' مولوی حافظ عبدالرحمن علامہ مولوی فاضل - نگران سنسکرتیات - پنڈت مدن سنگھ شاستری ' ودیا بھاسکر —

جو رسالہ اس اہتمام سے شایع ہوا ہے وہ ضرور قابل قدر ہونا چاہئے - عنوان پر درج ہے " تحقیق کا علمی '' ادبی ' صنعتی وغیرہ ماہوار رسالہ " لیکن اس میں شک نہیں کہ رسالے کے لیے اچھے اچھے ادیبوں کے مضامین مہیا کیے گئے ہیں - یہ پہلا رسالہ ہے جس میں علاوہ ادارہ کے پور داؤد ' پروفیسر غلام محی الدین ' ڈاکٹر عندلیب شادانی وغیرہ کے بھی مضامین درج رسالہ ہیں - رسالہ دلچسپ اور مفید ہے اور امید ہوتی ہے کہ آئیندہ زیادہ ترقی کرے گا —

# مطبوعات انجمن ترقیٔ اردو

| نام کتاب | مجلد روپے | مجلد آنے | غیرمجلد روپے | غیرمجلد آنے |
|---|---|---|---|---|
| ںلسفۂ تعلیم | ۲ | ۰ | ۱ | ۱۲ |
| القول الاظہر | ۱ | ۰ | ۰ | ۸ |
| ملمایان ہند | ۲ | ۰ | ۱ | ۸ |
| سرائے ہنود | ۳ | ۸ | ۳ | ۰ |
| لقمر | ۱ | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| ریخ تمدن حصہ اول | ۲ | ۰ | ۱ | ۸ |
| ریخ تمدن حصہ دوم | ۲ | ۰ | ۱ | ۸ |
| سفۂ جذبات | ۲ | ۸ | ۲ | ۰ |
| بیرونی | ۲ | ۰ | ۱ | ۸ |
| ریائے لطافت | ۳ | ۰ | ۲ | ۸ |
| بقات الارض | ۲ | ۸ | ۲ | ۰ |
| شاہیر یونان و رومہ حصہ اول | ۴ | ۰ | ۳ | ۰ |
| مشاہیر یونان و رومہ حصہ دوم | ۳ | ۰ | ۲ | ۸ |
| اسباق النحو حصہ اول | ۰ | ۰ | ۰ | ۶ |
| اسباق النحو حصہ دوم | ۰ | ۰ | ۰ | ۴ |
| علم المعیشت | ۵ | ۸ | ۵ | ۰ |
| تاریخ اخلاق یورپ حصہ اول | ۳ | ۰ | ۲ | ۸ |
| تاریخ اخلاق یورپ حصہ دوم | ۲ | ۸ | ۲ | ۰ |
| تاریخ یونان قدیم | ۲ | ۰ | ۰ | ۰ |
| نکات الشعرا | ۲ | ۴ | ۱ | ۱۲ |
| وضع اصطلاحات | ۳ | ۱۲ | ۳ | ۴ |
| بجلی کے کرشمے | ۱ | ۱۲ | ۱ | ۴ |
| تاریخ ملل قدیمہ | ۱ | ۱۲ | ۰ | ۰ |
| محاسن کلام غالب | ۱ | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| قواعد اردو | ۲ | ۸ | ۲ | ۰ |
| تذکرۂ شعرائے اردو | ۱ | ۱۴ | ۱ | ۶ |
| جاپان اور اسکا تعلیمی نظم ونسق | ۳ | ۰ | ۲ | ۸ |
| تاریخ ہند ہاشمی | ۰ | ۰ | ۱ | ۱ |
| مثنوی خواب و خیال | ۱ | ۸ | ۱ | ۰ |
| کلیات ولی | ۵ | ۰ | ۴ | ۰ |
| چمنستان شعراء | ۵ | ۸ | ۴ | ۸ |
| ذکر میر | ۰ | ۰ | ۲ | ۰ |

( نوٹ - کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں )

ملنے کا پتہ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن

# مطبوعات انجمن ترقیٔ اردو

| نام کتاب | مجلد روپے | مجلد آنے | غیر مجلد روپے | غیر مجلد آنے |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| سه نظم هاشمی | ۰ | ۰ | ۰ | ۴ |
| بزم مشاعره | ۰ | ۰ | ۰ | ۸ |
| دیوان اثر | ۲ | ۰ | ۲ | ۸ |
| مخزن نکات | ۱ | ۸ | ۱ | ۲ |
| دیوان یقین | ۲ | ۰ | ۱ | ۸ |
| باغ و بہار یا قصد چہار درویش | ۰ | ۰ | ۲ | ۰ |
| گوئٹے کا فاؤست | ۳ | ۰ | ۳ | ۸ |
| ریاست | ۵ | ۰ | ۴ | ۸ |
| تذکرۂ هندی (از مصحفی) | ۲ | ۰ | ۱ | ۱۰ |
| ریاالفصحا (از مصحفی) | ۲ | ۸ | ۲ | ۰ |
| عقد ثریا (از مصحفی) | ۱ | ۲ | ۰ | ۱۲ |
| تاریخ ادبیات ایران (مترجمہ از براؤن) | ۴ | ۸ | ۳ | ۰ |
| سب رس | ۳ | ۰ | ۳ | ۸ |
| ترکوں کی اسلامی خدمات | ۰ | ۰ | ۱ | ۸ |
| داستان رانی کیتکی | ۰ | ۰ | ۰ | ۴ |
| تذکرۂ شعرائے گجرات (گردیزی) | ۱ | ۳ | ۰ | ۱۴ |

| نام کتاب | مجلد روپے | مجلد آنے | غیر مجلد روپے | غیر مجلد آنے |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| گلزار ابراهیم | ۲ | ۸ | ۰ | ۲ |
| مرهٹی زبان پر فارسی کا اثر | ۰ | ۰ | ۰ | ۸ |
| اردو اور صوفیائے کرام | ۰ | ۱ | ۰ | ۸ |
| مرحوم دهلی کالج | ۰ | ۰ | ۱ | ۸ |
| حقیقت جاپان | ۳ | ۸ | ۳ | ۰ |
| مقالات حالی حصه اول | ۴ | ۰ | ۳ | ۸ |
| مقالات حالی حصه دوم | ۲ | ۰ | ۱ | ۸ |
| کلیات تاباں | ۲ | ۴ | ۱ | ۱۲ |
| خطبات گارساں دتاسی | ۵ | ۰ | ۴ | ۸ |
| حبش اور اطالیه (رعایتی) | ۰ | ۰ | ۰ | ۱۰ |
| گل عجائب | ۱ | ۱۰ | ۱ | ۲ |
| جنگ نامه عالم علی خاں | ۰ | ۰ | ۰ | ۶ |
| ارتقا | ۱ | ۶ | ۱ | ۰ |
| لغت اصطلاحات علمیه | ۶ | ۰ | ۰ | ۰ |
| انتخاب کلام مهر | ۲ | ۸ | ۲ | ۰ |

(نوٹ - کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں هیں)

ملنے کا پته انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن

# سائنس

## انجمن ترقی اردو کا سہ ماہی رسالہ

جس کا مقصد یہ ہے کہ سائنس کے مسائل اور خیالات کو اردو داںوں میں مقبول کیا جاے دنیا میں سائنس کے متعلق جو نئی بحثیں یا ایجادیں اور اختراعیں ہو رہی ہیں یا جو جدید انکشافات وقتاً فوقتاً ہوں گے' ان کو کسی قدر تفصیل کے ساتھہ بیان کیا جاے - ان تمام مسائل کو حتی الامکان صاف اور سلیس زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی جاتی ہے - اس سے اردو زبان کی ترقی اور اهل وطن کے خیالات میں روشنی اور وسعت پیدا کرنا مقصود ہے —

رسالے میں متعدد بلاک بھی شایع ہوتے ہیں —

سالانہ چندہ چھہ روپے سکۂ انگریزی (سات روپے سکۂ عثمانیہ) نمونے کی قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنے سکۂ انگریزی (یا ایک روپیہ بارہ آنے سکۂ عثمانیہ) - طلباء کے ساتھہ یہ رعایت کی جاتی ہے کہ یہ رسالہ بہ تصدیق پرنسپل صاحب یا هیڈ ماسٹر صاحب انھیں چار روپے آٹھہ آنے سکۂ انگریزی (پانچ روپے چار آنے سکۂ عثمانیہ) سالانہ چندے میں دیا جاتا ہے —

اُمید ہے کہ اُردو زبان کے بہی خواہ اور علم کے شائق اس کی سرپرستی فرمائیں گے —

**انجمن ترقی اردو اورنگ آباد (دکن)**

VOL. 17 JANUARY 1937 No. 65

# The Quarterly Journal

OF

# The Anjuman-i-Taraqqi-e-Urdu

EDITED BY

**Abdul Haq B. A. (Alig.)**

HONORARY SECRETARY

Anjuman-i-Taraqqi-e-Urdu, Aurangabad, (Deccan).